

دُخَانُ
فِي
مَسْأَلَةِ
الْحُرِّ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معراج النبی ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کے موضوع پر

آغا حضرت اماہل جمال جمالہ صافا فاضل بیوی سر

غزالی نام علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کا منظر

دُرّۃ التاج

فی

مسئلۃ المعراج

تصنیف

مولانا علامہ فیض محمد قادری علیہ رحمۃ الہی

مکتبہ نوریہ رضویہ، گبر کے فیصل آباد

حمد حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

درجۃ التاج فی مسئلۃ المعراج	نام کتاب :-
حضرت علامہ مولانا فیض محمد قادری قدس سرہ اسامی	تالیف :-
سید حمایت رسول قادری	طابع
حضرت مولانا غلام محمد نظامی	محکم و پروف ریڈنگ
مدیر کاظمی کتب خانہ ملتان	
یکم نومبر ۱۹۹۶ء	سن اشاعت
100 روپے	۴۰/-

ملنے کا پتہ :

نورِ یہ رضویہ پیبلی کیشنز

۱۱۔ گنج بخش روڈ - لاہور۔ فون : ۷۳۱۳۸۸۵

(نوٹ) کتاب ہذا کے ماخذ و مراجع شرعی زائد
کتابوں کی فہرست آخر میں ملاحظہ فرمائیں

نذرِ عقیدت

لائق بنود قطرہ بدریائے عماں بردن | خار و خس صحرا بکوه فراواں بردن
لیک این چنین رسم موراں باشد | پائے بلخ نزد سیماں بردن



فدوی اپنی اس کتاب مسمی بہ "درۃ التاج فی مسئلہ المعراج" کو
حضرت قدوة العارفین زبدة العلماء الراغبین علامہ فہامہ الفاضل اللوذی
سیدنا و مرشدنا خواجہ غلام محی الدین صاحب (روحی فداہ)
سجادہ نشین دربار عالیہ گواڑہ شریف کے اسم گرامی سے منسوب کر کے ان
کی دغا اور توجسہ کا خواستگار ہے۔

طر گر قبول افتد زہے عز و شرف

عقیدت کیش :

فیضی محمد قادری



معراجِ جسمانی

— از افادات امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعیدہ کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ —
 حضور نبی اکرم نور مجسم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے اخص خصائص
 اور اشرف فضائل و کمالات اور روشن ترین معجزات و کرامات سے یہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ
 نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت اسرار و معراج سے وہ خصوصیت و شرافت
 عطا فرمائی جس کے ساتھ کسی نبی اور رسول کو مشرف و مکرم نہیں فرمایا اور جہاں اپنے
 محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا کسی کو وہاں تک پہنچنے کا شرف نہیں بخشا اور اللہ تعالیٰ
 نے اس عظیم و جلیل واقعہ کے بیان کو لفظ سبحان سے شروع فرمایا جس کا مفاد اللہ کی
 تنزیہ اور ذات باری کا ہر عیب و نقص سے پاک ہونا ہے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ
 واقعاتِ معراج جسمانی کی بنیاد پر منکرین کی طرف سے جس قدر اعتراضات ہو سکتے
 تھے ان سب کا جواب ہو جائے۔ مثلاً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس
 کے ساتھ بیت المقدس یا آسمانوں پر تشریف لے جانا اور وہاں سے تَعَوَّذَی قُدَّی
 کی منزل تک پہنچ کر تھوڑی دیر میں واپس تشریف لے آنا منکرین کے نزدیک
 ناممکن اور محال تھا۔ اللہ تعالیٰ نے لفظ سبحان فرمایا کہ یہ ظاہر فرمایا کہ یہ تمام کام میرے
 لئے ناممکن اور محال نہیں تو یہ میری عاجزی اور کمزوری ہوگی اور عجز و ضعف عیب ہے
 اور میں عیب سے پاک ہوں۔ اسی حکمت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے اسری فرمایا جس کا فاعل
 اللہ تعالیٰ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانے والا نہیں فرمایا بلکہ اپنی ذات کو لے جانے
 والا فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ سبحان اسری فرمایا کہ معراج جسمانی
 پر ہر اعتراض کا جواب دیا ہے اور اس سے معلوم ہوا۔ آیت اسری کا پہلا لفظ ہی
 معراج جسمانی کی روشن دلیل ہے، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

پیش لفظ

از فاضل قلم مقام حضرت علامہ فیض احمد صاحب فیض
صدر مدرس جامعہ غوثیہ گورہ شریف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى حَبِيبِهِ
الَّذِي دَفَقْنَا فِي فِكَانٍ قَابٍ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ وَ عَلَىٰ
أَنْدَاقِ صَوَابِ الْمَصْدَقَيْنِ بِمَا كَلَّمَهُ الْمُتَمَسِّكِينَ
بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ

اقابعد ہر مسلمان کے لئے بہترین سرمایہ اسلام اور ایمان ہے جس کی
شرط اولین بلکہ عین جان بسب جناب سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم ہے چنانچہ ارشاد
ہی۔ قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَنِسَاءُكُمْ وَالْأَخِيَاءُ وَرِجَالُكُمْ لَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَلَا يُمِيزُونَ أَحَدًا كُفُّوا فَعَلِكُمْ فَعَلِكُمْ وَفَعَلِكُمْ مِّنْ أَلْسِنَتِكُمْ وَفَعَلِكُمْ مِّنْ يَدَيْكُمْ
وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْفَاسِقِينَ اس پر بین شاہد ہیں اہل بصیرت کا ارشاد ہے
کہ اس سعادت عظمیٰ کی تحصیل کے لئے کمالات مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر
و استماع موثر ترین ذریعہ ہے جیسا کہ علامہ جامی نے ارشاد فرمایا
ہے تنہا عشق از دیدار نیرد بسا کین دولت از گفتار خیزد

چونکہ واقعہ اسرار اور معراج متعدد کمالات پر مشتمل ہے اس لئے علماء سیرت اور
 اصحاب حدیث نے اس کے بیان میں خصوصی توجہ فرمائی ہے لیکن چونکہ یہ دنوں مختلف
 کتابوں میں بکھرا ہوا تھا جو کثرتِ ماغری یا فارسی میں ہیں اس لئے اس امر کی اشد ضرورت
 تھی کہ اس سے متعلقہ تمام مضامین کو افادہ عوام کے لئے اردو میں یک با منظر عام پر
 لایا جائے **الحمد للہ** کہ یہ سعادت ہمارے محترم دوست عام محقق مولانا فیض مدظلہ
 قادری دام فیضہ اہتم مدرسہ قادریہ چوک بازار بھکر ضلع میانوالی کے مدرسہ میں آئی مولانا
 موصوف نے جس خوبی سے اس فریضہ کو سرانجام دیا ہے قارئین کرام زیر نظر کتاب
 درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج سے اس کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ ع
 مشک آن ست کہ خود ہو آمد زکسطار بگوید

مولانا صاحب نے معراج شریف کے ایک ایک واقعہ کو نہایت صاف
 لفظوں میں تحریر کیا کوئی واقعہ ایسا نہیں جو نظر انداز کیا ہو۔ یا اپنی طرف سے اضافہ
 کیا ہو۔ پھر سب بیان با دلائل حوالہ ہائے کتب درج ہیں

جَزَى اللَّهُ تَعَالَى مُؤَلَّفَهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ بِحَرَمَةِ سَيِّدِ الْوَلَدِ
 أَدَمَ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ الْجَنَابِ

کتبہ احقر العباد کتبہ احقر عباد اللہ الامد فیض محل غفر

الاحمد للدرس جامعہ غوثیہ گوردہ شریف

مورخہ ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۸۳ھ جو

مطابق یکم جنوری ۱۹۶۴ء بروز چہار شنبہ

سبب تالیف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مُحَمَّدٌ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
 اللہ تعالیٰ کے لئے شمار تعریفیں ثابت ہیں جس نے ہم کو سرور کائنات صلی اللہ
 علیہ وسلم کی امت بنایا سلوۃ اور سلام اس کے رسول پر نازل ہوں جس کے افعال اقوال
 اور احوال ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہیں اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر سلام ہو
 جس کی سعی جمیدہ سے دین کو قوت حاصل ہوئی

اقابعد :- فیض محمد قادری ان بزرگوں کی خدمت میں معرض کرتا ہے جن کے
 دلوں میں احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سرایت کر چکی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام
 کے احوال سعادت اشمال پر مطلع ہونا نیک نختی کا موجب ہے خصوصاً آپ کی معراج کے
 واقعات معلوم کرنا سعادت دارین کا باعث ہے۔ اور ان کا سننا اور سنا انکار ثواب ہے
 مگر ایسے افضل ترین بیان میں کوئی جامع اور مکمل کتاب نظر نہ آتی تھی جس سے سب مسلمان
 عموماً اور داینین حضرات خصوصاً فائدہ حاصل کر سکیں اسلئے مجھے بوڑھ کوٹ شمع ملتان
 کے مولوی صاحبان کی فرمائش ہوئی کہ اس مقدس بیان کے متعلق تمام روایات جمع
 کروں جن میں مناسب مواظظ اور نکات بھی درج ہوں تاکہ اور زیادہ مفید ہو
 تعمیل ارشاد کرتے ہوئے مختلف کتابوں کے مضامین کو یکجا جمع کر کے ترتیب دی۔
 اور بحد شریہ کتاب معرین وجود میں آئی جس کا نام درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج ہے

(ب) اس کے نام کی وجہ تسمیہ یوں ہے کہ جب میں مضمون معراج کے مواد جمع کر
 رہا تھا اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی قائم تھا۔ اور کافی طلباء زیر تعلیم تھے۔ ان دنوں

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک طالب علم میرے پاس پڑھنے کے لئے مدرسہ میں داخل ہوا۔ اس کا نام پوچھا تو بتایا کہ میرا نام درۃ التاج ہے میں نے اس خواب کی تعبیر سوچی کہ طلباء کی طرح اس کتاب کو بھی چونکہ وقت دینا ہوں لہذا اس کتاب نے خود اپنا نام آپ تجویز فرمایا ہے اس لئے فی مسئلۃ المعراج اس سے لائق کر کے یہی نام مقرر کر دیا ہے۔ اور درۃ التاج یگانہ اور اعلیٰ موتی کو کہتے ہیں جو بادشاہوں کے تاج میں جڑا جاتا ہے۔ گویا معراج کا واقعہ بھی سیرت نگاروں کی نظر میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے جیسے تاج کا موتی دوسرے موتیوں میں اہمیت رکھتا ہے۔

(ج) پھر یہ کتاب تصنیف کر کے امام الکاملین قدوة السالکین حضرت علامہ مولانا محمد عبداللہ صاحب نور اللہ مرقدہ سجادہ نشین خانقاہ کندریں کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ کتاب انکی خدمت میں پیش کی انہوں نے مضامین دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا۔ پھر میں نے کتاب ان کے نام بطور نذر عقیدت پیش کی آپ نے اس کو بھی قبول فرمایا آپ کی دعا کی تاثیر ہے کہ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور پاکستان کے گوشہ گوشہ میں اس کی شہرت ہوئی اور یہ بھی اس دعا کا اثر ہے کہ اس وقت از سر نو تدوین ہو کر نوبت مدلل اور مکمل ہو گئی ہے۔ گویا سابق درۃ التاج کی شرح بن گئی ہے حضرت صاحب مرحوم عرصہ سات سال سے وفات پا گئے تاریخ وصال یہ ہے بربشکس بارہ بج کر تیس منٹ بمورخہ ۲۷ شوال ۱۳۷۵ھ مطابق سات جون ۱۹۵۶ء

ہرگز نہ میر د آں کہ دیش زندہ شد بشیق ثبت است بر جریۃ عالم دوام ما

(د) قوم کی علمی اور مذہبی خدمت کرنے میں بہت مشکلات سامنے آتی ہیں اسکا اس کو ہوتا ہے جو اس میدان میں قدم رکھتا ہے ایک مشہور مسئلہ ہے کہ حضور علیہ السلام جب معراج سے واپس ہوئے وضو کا پانی بہہ رہا تھا حجرے کی زنجیر ملتی رہی بسترہ ۱۳ ہنور گرم تھا مگر جب مستند کتابوں کے حوالہ تلاش کرنے کی نوبت آئی تو

مختصر جملہ کے لکھنے کے لئے سینکڑوں کتابوں کے ہزار ہا ورق اُلٹ ڈالے ،
تب کہیں اس مسئلہ کی ایک جُزء رُوح المعانی میں ، ایک جُزء رُوح البیان میں
ایک جُزء تواریخ حبیب اللہ میں مل گئی اس طرح بعض کتابیں نایاب ہیں مثلاً
شہائم امدادیہ کولیہ میں جواہر البحار اور شواہد الحق کو ترک شریف میں اور قصیدہ
بردہ شریف کو گولڑہ شریف میں اور بہشت بہشت کو کوہ سون پر جا کر دیکھا اور
مطالعہ کیا پھر عبارات نوٹ کر کے اس کتاب کی زینت بنائی ۔ ۱۵۱

آپ جانتے ہیں کہ کتاب کی تصنیف کے لئے اطمینان درکار ہے مجھ جیسے
مفلس اور نادار کو ایک دو ماہ متواتر اطمینان بھی مشکل ہے اس کا آسان
طریقہ یہ سمجھا ہے کہ کسی مخلص دوست کے پاس جا کر ٹھہر گیا اور بطور مہمان
دماں خور و نوش کی مہولت ہو گئی اور پھر تصنیف کر تارہا ، آپ اندازہ
لگائیے جو شخص تصنیف کے لئے چند روزہ خوراک کے لئے مہمان بننے کے
بہانے بنا کر گزارہ کرے وہ آپ کے سامنے علوم کے جواہر صفحہ قرطاس پر
پوری طرح کے ساتھ کس طرح بیان کر سکتا ہے ۔

میری تصانیف اس وقت درجن کی تعداد تک پہنچ چکی ہیں ۔ بعض طبع ہو
چکی ہیں اور بعض کے مسودے زاویہ خمول میں رہ گئے ہیں اگر کارساز مطلق
کو منظور ہے اور اس نے کوئی طبع کا سامان بنایا تو جس طرح درۃ التاج
کو آپ علوم کے گوہر گراں مایہ کا خزانہ پار ہے میں اس طرح تمام کتابوں پر
نظر ثانی کر کے اپنی وسعت کے مطابق دلائل اور حوالہ جات سے بھر پور کر
دوں گا ۔ یہ ایک آرزو ہے ۔ دیسے فی الحال یہ قصہ ہے ۔ ۱۵۲

شب کہ عقد نساز بہ بندم پتہ خورد عیال و فرزندم
اس لئے اگر میری آرزو پوری نہ ہو سکے تو وعدہ خلائی نہ سمجھنا ؛
نیاز کمیش : (مولوی) فیض محمد قادری بھکر ضلع میانوالی

فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۳	نکتہ اظہار عظمت	۱	تفسیر آیت اسرار
۳۴	دلائل معراج جسمانی	۵	نکتہ عدم ذکر سموات
۳۵	برہان قرآن مجید	۸	محبت کارا بطور
"	برہان حدیث شریف	۹	ثنا خوانی محبت کی علامت ہے
۳۶	برہان قول صحابی	۱۰	افضل الرسل ماننا
۳۷	برہان روایت و درایت	۱۲	حضرت آدم علیہ السلام کی معراج
۳۸	برہان تاریخ عالم	۱۳	حضرت ادریس علیہ السلام کی معراج
۴۰	برہان فقہی	۱۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معراج
۴۱	برہان اہل کشف	۱۵	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معراج
"	برہان مشاہدہ حس	۱۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معراج
۴۲	معراج منامی کے جواب	۱۹	حضور علیہ السلام کی معراج
۴۸	کہہ سے معراج ہونے میں راز	۲۰	حدیث معراج کے راوی
۴۹	کہہ سے مدینہ تک نزول انوار	"	فلسفہ معراج
"	شعب ابی طالب کا صلہ	۲۳	نکتہ تفصیل مَا لَا تَعْلَمُونَ
"	دنوی اور اخروی برکات کے دو چٹے	۲۴	نکتہ عطلانے شفاعت
۵۰	ابتداء اور انتہا میں مسافات	۲۵	نکتہ اظہار رحمت
		۲۸	بہ محل بحث ملائکہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۵	محافات دروازہ آسمانی	۵۰	تسلی دادن خاطر خاطر را
۶۶	سبب معراج آسمانی	۵۰	اسماء شریفہ میں تناسب
۶۸	رجب کے فضائل	۵۰	کیفیت سیر معراج
۶۹	شب معراج کی شان	۵۱	سکون نظام عالم
۷۰	رات کو معراج ہونے کے وجوہ	۵۲	تمثیل وقوف قمر
۷۲	وجہ رتبہ حبیب	۵۴	تمثیل حبس شمس
۷۳	وجہ ایمان بالغیب	۵۵	تمثیل بحال ماندن غذا
"	وجہ پاس خاطر شب	۵۶	تمثیل عبادت طے زمانی
۷۴	وجہ دل جوئی شب -	۵۷	تمثیل کرامت طے مکانی
۷۵	وجہ تسکین امت	۵۸	تمثیل اعجوبہ
"	چند اور وجوہ	۶۱	معراج کی تاریخ اوسنہ
۷۶	اسراء اور معراج	۶۲	تطبیق روایات
۷۷	آغاز بیان معراج	۶۲	سبب مسجد اقصیٰ میں جانے کا
۷۹	براق کی زین وری	"	مشاہدہ برکات
۸۰	ادب سے بیدار کرنا	۶۳	اظہار حق برائے معاند
۸۲	وضو اور طواف	۶۴	اجابت دعائے ستون شریف
۸۳	شرح صدر مبارک	"	برکت اثر قدم شریف
۸۴	قلبی آنکھوں کا بیان	۶۵	حصول ثواب دوہجرت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۹۷	دوزخ کی آرزو	۸۴	وجہ استعمال آب زمزم
"	پتھر گرنے کی آواز	"	کیفیت شوق صدر شریف
"	حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز میں	۸۵	شان رسالت
۹۸	براق باندھا	"	تعداد شوق صدر مبارک
۹۹	خوردوں کا استقبال	"	سونے کے برتن کی استعمال
۱۰۰	مسجد اقصیٰ میں نماز	۸۶	بطلمائے مکہ
۱۰۱	حیاتِ نبیہ کا بیان	۸۷	براق کے اوصاف
۱۰۳	دو موتوں کا بیان	۸۹	اُمت کی یاد
۱۰۴	کمالاتِ نبوت کا بیان	۹۰	براق کی درخواست
"	براق ٹھہرانے کے وجوہ	۹۱	قدوسی جلوس
۱۰۵	اجسادِ مثالیہ کی تحقیق	۹۲	چٹا پکار
۱۰۶	کامل ترین دیدارِ الہی	۹۳	مدینہ منورہ
۱۰۷	خطباتِ رسل	"	طور سینار
۱۰۸	ایک آیت کا نزول	۹۴	بیت اللحم
۱۰۹	جنت کے مشروبات	۹۵	نخت دولت اور عافیت
۱۱۰	پتھر ہوا میں	"	عرص آدمی
۱۱۱	تحقیق ردیف شدن بر براق	۹۶	بات پر نام
"	مخصوص بودن براق	"	ریاکار
۱۱۲	سیڑھی کا ظہور	"	بہشت کو تمنا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۶	سودنور	۱۱۳	ہوائی اور ناری کڑے
۱۲۷	مقاتل ناحق	۱۱۴	دریائے قاصیہ
"	نافرمان بیویاں	۱۱۴	پہلا آسمان
۱۲۸	ماں باپ کے عاق	۱۱۵	تعجب کے صیغے
"	دغا باز اور منافق	۱۱۷	فرشتے قیام میں
۱۲۹	بے ہودہ گانے والے	۱۱۸	حضرت آدم علیہ السلام
۱۳۰	رعد فرشتہ	۱۱۹	صدقہ دینے والے
۱۳۲	بحر المیوان	۱۲۰	نماز میں سست
۱۳۲	دوسرا آسمان	"	زکوٰۃ کے تارک
۱۳۳	فرشتے رکوع میں	۱۲۱	کشفی واقعات کی تشریح
"	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	"	نگاہِ نبوت کی شان
"	حضرت یحییٰ علیہ السلام	"	زانی مرد اور عورتیں
۱۳۴	رزق تقبیم کرنے والا	۱۲۲	یتامیٰ کے حق نور
۱۳۴	تیسرا آسمان	۱۲۳	راہ کے موذی
"	فرشتے سجدہ میں	۱۲۴	خیانتی
۱۳۵	حضرت یوسف علیہ السلام	"	خوشامدی
۱۳۶	تکبر کرنے والے	۱۲۵	غیبت کرنے والے
۱۳۷	چوتھا آسمان	۱۲۶	شراب نوش
"	فرشتے ٹعدہ میں		جھوٹے گواہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۵۵	بیعت المعمور	۱۳۷	حضرت ادریس علیہ السلام
۱۵۷	سدرۃ المنہتی	۱۳۸	حضرت عزرائیل علیہ السلام
۱۵۷	نیل اور فرات	۱۴۰	سورج
۱۵۸	نیل اور فرات کے دہانہ کی بحث	۱۴۳	تحقیق سجود شمش
۱۵۹	اونٹوں کی قطار	۱۴۵	پانچواں آسمان
۱۶۱	توبہ کرنے والے	۱۴۶	فرشتے خشوع میں
۱۶۲	روزہ دار کے برأت نامے	۱۴۷	حضرت ہارون علیہ السلام
"	نماز پر خوش ہونے والا	"	شرک کر نیوالے
۱۶۳	صورت مرغ سفید	۱۴۷	چھٹا آسمان
"	حجرات زالبغت	۱۴۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام
۱۶۴	جبرئیل علیہ السلام کا ٹھہرنا	"	حضرت میکائیل علیہ السلام
"	حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ٹھہرنے کے اسباب	۱۴۹	ساقواں آسمان
۱۶۷	فرشتے افضل ہیں یا بشر	۱۵۰	آفرینش ملائکہ
۱۶۸	رفرف	۱۵۱	حضرت اسرافیل علیہ السلام
۱۷۰	حالمین عرش	"	حضرت ابراہیم علیہ السلام
۱۷۰	عرش مجید	۱۵۲	نبیوں کے ملنے میں نکتے
۱۷۲	نعلین بپا جانے کی روایت	۱۵۴	استنباط کی حقیقت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۹۶	النجیات کے لطائف	۱۷۵	جواہر البحار کا تعارف
۲۰۳	حدیث وضع الکف	"	علامہ نہانی کا تعارف
۲۰۵	دیدار باری تعالیٰ	۱۷۶	حصوٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت مطہرہ
۲۰۹	پچاس نمازیں و دیگر احکام	۱۷۷	عقیدہ نص سے ثابت ہوتا ہے
۲۱۰	شبہات نفی کے جواب	"	طرق ثبوت احادیث
۲۱۱	آیت لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ	۱۷۸	ذاتی نور کی دلیل
"	آیت مَا كَانَ بَشَرًا أَنْ يَكَلِّمَهُ اللَّهُ	"	تفسیر سے نور ذاتی کا ثبوت
۲۱۲	آیت لَنْ تَرَانِي	۱۷۹	ذات صفت پر مقدم ہوتی ہے
۲۱۳	قَوْلِي قَدْ اعْظَمَ الْفِرْدِيَّةُ	"	سیرت نگاروں کی روایت
۲۱۴	حدیث أَنِّي أَرَاهُ	۱۸۰	نور ہدایت کا شبہ
"	روایت کے عقلی شرائط	۱۸۱	خدا کا درود
۲۱۵	آیت وَجُودُهُ تَوَمُّدٌ نَاطِقٌ	۱۸۲	اسماء حسنی کا درود
۲۱۵	آیت كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ	"	قلوں کی آواز
۲۱۶	خرقہ معراجیہ	۱۸۳	حجاب کبریا
۲۱۸	بہشت بہشت کا تعارف	۱۸۵	جہاں کا مکشوف ہونا
"	بہشت کا مشاہدہ	۱۸۶	أُذُنٌ مِّنِّي کا خطاب
۲۱۹	مکانات	۱۸۷	وَنُفُوسٌ ذَلِّلٌ کا مقام
"	نورانی مکانات	۱۸۹	قاب قوسین
"		۱۹۱	اوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۳۲	کلیبی مشورہ کے اسرار	۲۲۰	توریں
۲۳۵	نسخ اور شفاعت میں فرق	۲۲۱	چار نہریں
۲۳۶	معراج سے واپسی	۲۲۲	باغات
۲۳۷	جا بلقا اور جا بلسا	"	پرندے
۲۳۷	زمین پر مہبوط	۲۲۳	محبوب کی رضا
۲۳۸	تذکرہ واقعہ معراج	۲۲۳	دوزخ کا دروازہ
۱۲۹	قریش کا استہزاء	۲۲۴	مالک خازن نار
۲۴۰	بنیوں کے چلنے	۲۲۷	عذاب کے اقسام
"	تصدیق صدیق	۲۲۵	دوزخ کے طبقے
۲۴۲	بیت المقدس کا ظہور	"	طبقہ جہنم کا حال
۲۴۳	اولیاء کرام کی کرامت	۲۲۶	شفاعت کی بشارت
۲۴۵	قافلوں کے حالات	"	بارگاہ الہی میں حضور
۲۴۷	قافلوں کی آمد	۲۲۷	پچاس سے پانچ نمازیں
۲۴۹	عرب میں پانی کی اباحت	۲۲۹	نہرست پچاس نمازیں
۲۴۹	یہودی کا مسلمان ہونا	۱۳۰	امام غزالی کا مکالمہ
۲۵۱	خاتمہ الکتاب	۲۳۱	فلسفہ فرضت نماز
۲۵۲	مناجات بہ درگاہ باری تعالیٰ	۲۵۳	نظم
۲۵۴	نہرست ماخذ کتب		

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

الْحَمْدُ لِلَّهِ مُحَمَّدٌ ۝ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ ۝ وَنُؤْتِيهِ
وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ الْفُتُنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ
أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا
هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
وَلَنَشْهَدَ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
شَهَادَةٌ تَكُونُ لِلنَّجَاةِ وَسِيلَةً وَلِعُلُّ الدَّرَجَاتِ كِفِيلَةً
شَهَادَةٌ تَكْفِيَنَّ لَكَ رِضَاءً وَلِحَقِّقَ أَدَاءً وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ
أَمَّا بَعْدُ ۝ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ ۝ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى
بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى
الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ
صَدَقَ اللَّهُ وَصَدَقَ رَسُولُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيمُ ۝ وَنَحْنُ عَلَى ذَلِكَ
مِنَ الشَّاهِدِينَ وَالشَّاكِرِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ -

پاک اور بے عیب وہ ذات ہے جس نے سیر کر ائی اپنے خاص بندہ
احسنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد عرام سے مسجد اقصی
تک جس کے اُس پاس ہم نے (بہت) برکت نازل فرمائی تاکہ ہم اپنے
اس (بندہ خاص) کو اپنی قدرت کی خاص نشانیاں دکھائیں بے شک وہی
سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

تفسیر آیت اسراء : اللہ بل شانہ نے لفظ سُبْحَانَ سے جس
کے معنی پاک ہونے کے ہیں اس آیت کو
شرعاً فرمایا کہ معراج کے ایسے عجیب

واقعات ہیں۔ کہ جو کہ اسرار خداوندی سے دور اور قدرت الہی کے حقائق سے بے نور ہیں۔ وہ اس پر یقین نہیں کریں گے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے ان شبہات کو دفع کرنے کے لئے سب سے پہلے اپنی پاک ذات سے ہر طرح کی عاجزی اور کمزوری سے برأت بیان فرما کر قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے عروج کے بیان میں اپنی ذات اقدس کی پاکیزگی سُبْحٰنَ کے لفظ سے بیان فرمائی اور وَالتَّجْمِمْ اِذَا هَوٰی معراج سے اترنے کی آیت میں لَقَطِ سُبْحٰنَ سے آغاز نہ فرمایا۔ کیونکہ عنصری جسم کا آسمان پر چڑھنا بہ نسبت اترنے کے زیادہ تعجب خیز ہے (۱۲) اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنی ذات پاک کو اَلَّذِی سے تعبیر فرمایا جانا چاہیے کہ اَلَّذِی اسم موصول ہے جس کا معنی ہے ”وہ ذات“ یہ ایسا الفاظ ہے جس کا اطلاق ہر چیز پر ہو سکتا ہے۔ لیکن جس کو کامل اَلَّذِی کہا جاسکتا ہے۔ وہ اللہ جلّ شانہ ہے اس لئے کہ معبود برحق کے لئے وجوب ذاتی لازم ہے اور وجوب ذاتی ہی اَلَّذِی کا کمال ہے، لفظ اَلَّذِی دال ہے اور ذات کاملہ اس کا مدلول ہے۔

(۱۳) اللہ جلّ شانہ نے اس آیت شریفہ میں اَسْرٰی کا لفظ ارشاد فرمایا اَذْهَبَ غَیْرُہ نہ فرمایا۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ اَسْرٰی تفریح اور مسرت پر دلالت کرتا ہے بخلاف وغیرہ کے کہ اس میں خوشی کا اظہار نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں جو لوگ معراج جسمانی کا انکار کرتے ہیں۔ اَسْرٰی کے لفظ سے اس کا جواب ہے۔ کہ اس معراج کرنے میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گیا اور اس نے وہ سیر کرائی جو چیز مخلوق کے لئے عادتہ محال اور ناممکن ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ کیونکہ وہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اَسْرٰی کا لفظ معراج جسمانی کی واضح دلیل ہے۔

(۱۴) اس آیت میں خداوند کریم نے حضور علیہ السلام کو لفظ عبْدہ سے تعبیر فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھاتے گئے تو نصاریٰ نے ان کو خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ لہذا خدا تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عبْدُکَ سے تعبیر فرما کر شرک کی جڑ کاٹ دی۔ اور بعض علمائے کرام نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے۔ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم درجات عالیہ سے فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔ میرے پیارے آپ کو یہ

شرف اور بزرگی کس سبب سے ملی ہے۔ عرض کیا اے میرے رب! یہ سب کچھ عبادت کے باعث ملا ہے۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح الَّذِیْ عام ہے اسی طرح عَبْد بھی عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کی عبد ہے۔ لیکن جس کو تمام عباد کا ملین سے سب سے زیادہ کامل اور عبد اکمل کہا جاسکے وہ عبد مقدس ہے۔ کیوں کہ عَبْدُ کا معنی ”اللہ کا بندہ“ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا سب سے بڑا کمال اللہ تعالیٰ کا قرب ہے، واقعہ معراج میں جو قرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا۔ وہ اولین سے آخرین میں سے آج تک کسی کو نہ حاصل ہوا۔ نہ حاصل ہوگا۔ نہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے ثابت ہو گیا اللہ تعالیٰ کے سب عباد سے عبد کامل صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر الَّذِیْ اور عَبْدُ دونوں کو مبہم لایا گیا اس کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح اللہ کا حسن ذاتی تمام کائنات سے مستتر ہے اسی طرح ذات محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حسن و جمال بھی نگاہ کائنات سے مخفی اور پوشیدہ، (۵) اُسْری کے معنی رات کی سیر کے ہیں۔ پھر لَيْلًا کا لفظ بطور تصریح بِمَا عَلِمَ جَمْعًا، اس لئے لایا گیا کہ معراج تمام رات میں نہیں بلکہ رات کے ایک خاص حصہ میں ہوتی۔ (۶) مسجد حرام مکہ مکرمہ میں وہ مبارک مسجد ہے جس وسط میں بیت اللہ شریف واقع ہے۔ اور مسجد حرام کا معنی خاص بیت اللہ شریف کے بھی متداول ہیں۔ یہاں معانی مراد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ بعض احادیث میں آیا ہے۔ کہ آپ حطیم میں تھے۔ اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے۔ کہ آپ کو معراج ہوتی یاد رہے کہ بی بی امہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہونا اس آیت تشریف کے کوئی مخالف نہیں۔ کیونکہ آپ پہلے بی بی امہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے۔ اور وہاں سے حرم کعبہ یا حطیم میں جلوہ افروز ہوتے۔ جہاں سے معراج کا آغاز ہوا۔ (۷) مسجد اقصیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اقصیٰ کے معنی دُور کے ہیں۔ کیونکہ وہ مسجد مکہ سے دُور ہے اس لئے اقصیٰ کہا گیا ہے اور یہ وہ مبارک مسجد ہے جو

بیت المقدس کے نام سے مشہور ہے۔ تمام سابقہ پیغمبروں کا مرکز رہی ہے۔
 ۱۸۱ ان انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات قدسیہ سے جو برکتیں اس خطہ پاک کو
 حاصل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ بیان فرما کر برکات
 کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ جس کے آس پاس ہم نے برکتیں رکھی ہیں جسی برکتیں باغات ،
 آبادیاں ہیں۔ اور روحانی برکات پیغمبروں کی مزارات مقدسہ ہیں۔ جب آس پاس میں
 برکت ہے۔ تو مسجد کا مبارک ہونا بطریق اولیٰ مفہوم ہو گیا۔ اگر فیہ فرماتے تو اندر
 کی برکتیں ثابت ہو جاتی مگر ارد گرد کی برکات کا ثبوت نہ ہوتا اور حَوْلَهُ فرمانے سے
 اس کے اندر اور باہر سب برکات کا ثبوت ہو گیا۔ لِنُزِيَةٍ مِنْ آيَاتِنَا آیات کا
 اطلاق جو کہ عرف میں عظمت اور کمال پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آیات سہادی آیات عرضی
 سے اعظم اور اکمل ہیں۔ اس لئے رُوح المعانی میں وارد ہے

تاکہ اے ہم اپنی قدرت کی عجیب
 نشانیاں دکھلائیں یعنی ہم اس کو آسمان
 پر اونچا کر کے لے جائیں حتیٰ کہ وہاں دیکھنے
 کے قابل عجیب و غریب نشانیاں دیکھیں

لِنُزِيَةٍ مِنْ آيَاتِنَا
 اِى لِنُزْفَعَهُ اِلَى
 السَّمَاءِ حَتَّى يَرَى مَا يَرَى
 مِنَ الْعَجَائِبِ

(۹) چوں کہ مِنْ کا معنی بعض ہے اس کو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کو بعض آیتیں دکھائی گئی ہیں اور بعض آیتیں نہیں دکھائی گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کو سب آیات کا علم نہ ہوا۔ مگر بعض لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے۔ کیونکہ آیات مختلف تھیں۔
 بعض کا تعلق دیکھنے سے تھا۔ بعض کا سننے سے تھا۔ جیسے قلموں کی آواز، بعض کا تعلق سے
 چمکنے سے تھا۔ جیسے دودھ نوش فرمانا۔ بعض کا تعلق سونگھنے سے تھا۔ جیسے بہشت
 کی خوشبو۔ اور یہ بات ظاہر ہے جن آیات کا تعلق دیکھنے سے ہے۔ وہ آیات کا بعض
 ہیں۔ تو آیت کریمہ کا مفہوم یوں ہو گا کہ تمام آیات سے جن کا تعلق دیکھنے سے ہے۔
 وہ سب ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانے کے لئے آسمانوں پر بلند کیا۔
 (۱۰) اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ | بے شک وہی سننے والا دیکھنے والا ہے

بعض مفسرین نے اِثْنِہ کی ضمیر کو محض اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کیا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ مکذبین کو دھمکی اور وعید ہے۔ کہ ہم تمہاری مخالفت اور تکذیب کو دیکھتے اور سننے ہیں۔ اس لئے خوب سزا دیں گے۔ اور بعض علماء کرام نے اس ضمیر کو محض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع کیا ہے جیسا کہ زرقاتی رحمۃ اللہ علیہ نے اہم سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا۔ (زرقاتی شریف ج ۳ ص ۱۲۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری قدرت کی نشانیاں جو دیکھنے کے قابل تھیں ان کو دیکھا۔ اور جو سننے کے قابل تھیں ان کو سنا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ قدرت کے سب واقعات آپ نے مشاہدہ فرمائے۔ جس طرح کہ مشاہدہ فرمانے کا حق تھا۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ ضمیر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو تب بھی جائز ہے۔ اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو تب بھی درست ہے (روح المعانی ص ۱۳) بعض لوگوں کو سُجَّانَ الَّذِیْ اَسْرٰی کی آیت میں اسرار کی غایت مسجد اقصیٰ فرمانے سے اور سموت کا ذکر نہ کرنے سے یہ شبہ ہو

نکتہ عدم ذکر سموت

جاتا ہے کہ آپ کو سموت کی سیر جہانی نہیں کرائی گئی۔ مگر یہ شبہ باطل ہے۔ ۱۱۱ کیوں کہ اول تو احادیث میں تفصیل وارد ہے۔ پھر قرآن مجید کی سورت وَالنَّجْم میں مذکور ہونے کے بعد کوئی شبہ نہیں رہتا۔ کیونکہ ہر جزو کا مذکور ہونا لازمی نہیں۔ ثانیاً اس آیت میں سموت کا ذکر کرنا بعد تامل کے بدوں ارتکاب تجوز (مجاز) کے جو کہ خلاف اصل ہے۔ اور بدوں کسی خاص مقتضی کے اصل سے عدول نہیں کیا جاتا۔ صحیح بھی نہیں ہے جس کا بیان دو مقدمہ پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ شروع آیت میں اُسْرٰی بِعَبْدٍ لَّیْلًا واقع ہو چکا ہے جس کا ذکر کرنا بحکمت اشارہ اُسْرٰی فِی الْبَیْلِ کے کہ وہ دلالت کرتا ہے زیادتی اختصاص پر جو اس کے کہ لیل عادت خلوت کا وقت خصوصیت واقعہ کے مناسب ہے۔ دوسرا یہ ہے حسب تفریح اہل بیت کے لیل و نہار تکون کا محل ہوا کا طبقہ کثیف ہے جو بخارات زمین سے

مخلوط ہے جس کا لقب کرة البخار، عالم نسیم اور کرة اللیل والنہار ہے۔ کیونکہ ہواؤں کا چلنا اور ظلمت و نور کی قابلیت اس طبقہ میں مخصوص ہے۔ اور اس طبقہ کا شخ (موٹی) زمین سے سترہ فرسخ یعنی اکاون میل اوپر تک ہے۔ اس کے اوپر ہوا لطیف کا کرہ ہے جو زمین کے بخارات سے صاف ہے۔ ہوائے لطیف میں سورج کی شعاؤں کا ظہور نہیں ہوتا اس لئے وہاں نہار کا تحقق نہیں۔ اور چونکہ لیل صند ہے نہار کی اس لئے نہار کا تحقق بھی نہیں ہے۔ ان دونوں مقدمات سے یہ ثابت ہو گیا کہ فوق سموت تو درکنار یہاں سے اکاون میل اوپر لیل و نہار کا وجود نہیں۔ پس اگر بعد سجد اقصیٰ کے سموت کا ذکر ہوتا مثلاً ثُمَّ مِنْهُ إِلَى السَّمَوَاتِ وَمَا فَوْقَهَا یا مثل اس کے کوئی اور عبارت ہوتی تو وہ بھی لیسلاً کا مظروف ہوتا۔ تو لازم آتا کہ سیر سموت وَمَا فَوْقَهَا لیل میں واقع ہوتی۔ حالانکہ وہاں لیل کا وجود تک نہیں پس اسکی ظرفیت صحیح نہ ہوتی۔ اس لئے یہاں سموت کا ذکر مناسب نہ تھا۔ مگر باوجود اس کے لِئَلْ يَهْتَمُّ الْبَنَاءُ بِهِنَّ بِحُجَّتِ الْآيَاتِ غَايَتُهَا اس کی طرف اشارہ فرمادیا۔ اس طرح کہ آیات سے مراد قبرینہ مقام اور اضافت تعظیمی کے آیات عظمیٰ اور کبریٰ ہیں جس کو سورت وَالنَّجْم میں زیر آیات لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِنَا رَبَّهُ الْكُبْرَىٰ میں صاف طور پر اس عنوان کو ذکر فرمایا۔ کیوں کہ آیات کاملہ وہی ہیں۔ جو آسمان سے اوپر ہیں پس آیات کبرے کے دیکھنے کے ذکر سے سموت کا ذکر بالیقین ہو گیا۔ کیونکہ اصل یہ ہے کہ رانی اور مرتے ایک جگہ میں ہوں۔ اَلَا بَدَلُ لَيْلٍ يَقْتَضِي الْعَدُولَ عَنْ ذَلِكَ الْاَصْلِ ہاں اگر کوئی دلیل قائم ہو جس سے اصل سے عدول کا مقتضی ظاہر ہوتا ہے اور یہاں کوئی عدول کا مقتضی موجود نہیں۔ لہذا ثابت ہو واجب یہ آیات سماویہ ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سموت کی سیر بھی فرمائی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اسری لیسلاً یہاں کس طرح عامل ہوا حالانکہ وہی وجہ عدم صحت کی یہاں بھی ہونی چاہیے۔ تو جواب یہ ہے کہ غایت کے معمول ہونے سے اراۃ کا مظروف ہونا لازم نہیں آتا۔ اور بدول مظروفیت کے اس کا غایت ہونا اس

طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ اسری الی المسجد عروج سموت کا مقدمہ ہے اور عروج کی غایت اراۃ ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ مقصود کی غایت بواسطہ مقصود کے مقدمہ کی غایت ہوتی ہے۔ کیونکہ مقصود باعتبار مقدمہ کے غایت کے بمنزلہ ہے اور غایت کی غایت فی الحقیقت غایت ہوتی ہے۔ (غرائب الرغائب غریبہ منل)

(۲) قال البقاعی و لعل
حذف ذکر المعراج
من القرآن هنا لقصور
افهاهم عن ادراك
ادلتہ لو انکروا بخلاف
الاسراء فانه قام دليله
عليهم بما شاهدوه من
الامارات التي وصفها
لهم وهم قاطعون بانه
صلى الله عليه وسلم
سمرها قبل ذلك فلما
بان صدقه بها ذكر
من الامارات فان خبر
بعد ذلك من اراد الله
تعالى بالمعراج

(تفسیر معراج منیر ج ۲ ص ۲۴۲)

امام بقاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
کہ قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کے
مکہ شریف سے مسجد اقصیٰ تک لے
جانے کے ذکر پر اتنا لیا گیا۔ اور
آسمانی معراج کا بیان نہ کیا گیا۔ تو
اس میں حکمت یہ ہے اگر معراج
آسمانی کا ذکر ہوتا اور مسجد اقصیٰ
کا ذکر نہ ہوتا تو واضح بات ہے۔
کہ انکار کرنے والوں نے آسمان
نہیں دیکھے تھے۔ اور ان کے دل
اور دماغ میں کسی طرح کا تخیل موجود
نہ تھا اس لئے اگر آپ آسمانوں کی
بابت کوئی نشانی بتلاتے تو کفار
کے خالی الذہن ہونے کی وجہ سے یہ
نشانی بتانا بے فائدہ ہوتا اس کے
سمجھنے سے انکی عقل قاصر رہتی۔

حتیٰ کہ واقعہ معراج کی تصدیق کے لئے کوئی ثبوت نہ بن سکتا۔ بخلاف اس

کے جب مسجد اقصیٰ کا ذکر (اسراء کا بیان) کیا گیا لوگوں نے مسجد اقصیٰ دیکھی ہوتی تھی۔ اس کے علامات سے واقف تھے اور یقین تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد اقصیٰ کبھی نہیں دیکھی۔ اس لئے انہوں نے بیت المقدس کے علامات دریافت کیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عجاف صاف سب علامات بیان فرما دیتے تو آپ صحت کی دلیل قائم ہو گئی جب مسجد اقصیٰ تک جانے میں آپ کا سچا ہونا ثابت ہو گیا۔ تو معراج کا واقعہ کی بھی تصدیق ثابت ہو گئی۔ کیونکہ جب مکہ سے مسجد اقصیٰ تک آنا جانا محال نہ رہا۔ تو آسمانوں پر جا کر واپس آنا بھی محال نہ رہا۔

محبت کا رابطہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ایمان کی اصل بلکہ عین ایمان ہے۔ اتنے تک کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا۔ جب تک باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے آپ کے ساتھ زیادہ محبت نہ ہو۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ قیامت کب آئے گی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا قیامت کے لئے تو نے کیا توشہ تیار کر رکھا ہے اس شخص نے عرض کی میں نے قیامت کے لئے نہ بہت نماز کو توشہ بنایا ہے اور نہ بہت روزوں کو اور نہ بہت صدقہ دینے کو لیکن میں توشہ آخرت اسکو سمجھتا ہوں کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت سے حضور

اِنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مَا اَعَدَدْتُ لَهَا قَالَ مَا اَعَدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرَةٍ صَلَوةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلَكِنْ اُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اُحْبَبْتَ

(بخاری شریف ص ۹۱)

مشکوٰۃ شریف
شفاء شریف

علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن
تیرا حشر اس کے ساتھ ہو گا جس کے
ساتھ تیری محبت ہے

چنانچہ حضرت غوث عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات مسیٰ بہ ابریز شریف
میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے مشاہدہ کیا کہ سینہ مبارک سے نہایت باریک دھاگے
نورانی نکلے ہوتے ہیں اور ہر مسلمان کے قلب کے ساتھ ایک ایک دھاگے کا تعلق
ہے۔ اور اس تعلق اور رابطہ کی بنا پر وہ اسلام اور ایمان پر ثابت ہے اگر وہ
رابطہ منقطع ہو جائے تو ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔ اس کشف کا متعدد اہل عصر
نے انکار کیا تو سیدی عبدالعزیز نے کہا کہ اچھا مجھ کو اجازت دو میں تم لوگوں کے
دھاگے توڑ دوں اور تمہارے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان
حائل ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا آپ ضرور یہ کریں۔ چنانچہ حضرت غوث عبدالعزیز نے
ایسا ہی کیا۔ تو وہ لوگ اسلام پر قائم نہ رہ سکے۔ کوئی یہودی، کوئی نصرانی، کوئی
دہریہ ہو گیا۔ العیاذ باللہ۔ (ابریز شریف) صفحہ نمبر ۱۳۵ مطبوعہ مصر

شناختی محبت کی علامت ہے

ومن علامات محبة النبی
صلی اللہ علیہ وسلم كثرة
ذکرہ له فمن احب شیئاً
اکثر ذکرہ قال بعضهم
الحبة دوام الذکر
للمحبوب

(شفاء شریف ج ۲ ص ۱۵)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی
علامات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو بہت یاد کرے اس لئے
کہ جو شخص کسی شے سے محبت رکھتا
ہے اس کو بہت یاد کرتا ہے اور بعض
بزرگوں نے محبت کا معنی یہ کیا ہے۔
کہ محبوب کی یاد ہمیشہ رہتی ہے۔

تو اس کا نام محبت اس لئے کہ حمد و ثناء کی غایت مدح کرنے والے پر مدوح کے برکات کا انعکاس ہے۔ جیسا کہ حضرت حسان رضى الله عنه نے فرمایا:-

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا اَبْقَا لِي	میں نے اپنی کلام سے حضور علیہ
لَكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتهُ بِمُحَمَّدٍ	الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ کی ستائش نہیں
	کی کیونکہ آپ ہماری تعریف کے
	محتاج نہیں بلکہ حضور علیہ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ
	کی تعریف سے اپنی کلام کو زیادت
	دی ہے۔

حضرت مرزا جانان دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:-

خدا در انتظار حمد مانیت	محمد ششم براہِ ثنائیت،
محمد حامدِ حمد خدا بس	خدا مداح مدحِ مصطفیٰ بس،

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فیوض المحرمین میں فرماتے ہیں

کہ میں جب بھی مواجہ شریفہ میں مزار اقدس پر حاضر ہوا روح پر فتوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عظیم الشان نموج میں پایا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ زائرین میں سے صلوٰۃ سلام پڑھنے والوں کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں۔ اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اور اسی طرح پران لوگوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ ہے جو آپ کی مدح کرتے ہیں۔ اور ان سے خوش ہوتے ہیں۔

رَسُول اور نبیوں کو ایک دوسرے پر فضیلت یقینی اور قطعی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

فَضْلُ الرَّسْلِ مَنَا

يَلِكُ الرِّسْلُ فَضْلُنَا

یہ رسول ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ ۚ وَهِيَ

اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ باقی رہا یہ کہ رسل اور انبیاء

کے مراتب میں ایک دوسرے پر فضیلت کا امتیاز اور اسکی تفصیل تو یہ امکاں سے
بشریت سے خارج ہے۔ ہمارا اعتقاد اجمالی اور مبہم طور پر صرف اس قدر ہے کہ
ما بین المرسلین والانبیاء تفاضل ثابت ہے۔ (فتوحات مشرقیہ باب ۳۷۲، ۳۷۳)
اس قدر عقیدہ لازمی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب نبیوں سے
سلام ہو ان پر) افضل ہیں (یواقیت والجواہر ج ۲ ص ۱) حضرت خاتم النبیین

وَيُضَمُّ إِلَٰهَ اسْمِ النَّبِيِّ إِلَى اسْمِهِ
إِذْ قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنِ أَشْهَدُ

وَشَقَّ لَهُ مِنْ اسْمِهِ لِيُجَدِّيَسَهُ
فَذُو الْعَرْشِ مُحَمَّدٌ وَهَذَا الْحَمْدُ

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اپنے نام سے ملایا ہے۔ جب کہ مؤذن پانچ
دقت اذان میں اَشْهَدُ کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے اسکا نام مشتق کیا ہے۔
تاکہ اس کو ظاہر کرے۔ پس عرش کا مالک محمد ہے تو اس کے جی کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہے۔ حقائق بخشش میں ہے۔

مصطفیٰ نور جناب امر کونے	آفتاب برج علم من لَدُنَّ
معدن اسرار علام الغیوب	برزخ بحری امکان وجوب
بادشاہ عرشیاں و فرشتیاں،	جلوہ گاہ آفتاب کن فکآن ،
راحت دل قامت زیبائے او،	ہر دو عالم والہ و شیدائے او،
گشت موسیٰ در طوی جویان او	ہست عینی از ہوا خواہان او
بندگانش حور و غلمان و ملک	چاکرانیش سبز پوشان فلک
مہر تابان علوم لم یزل ،	بجر مکنونات اسرار ازل ،

اف ایہاں بطور مناسبت مقام بعض انبیاء کے سلام ہو ان پر معراجوں کا تذکرہ کر دیا ہے
جس کے بیان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج کی شان ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی معراج | بموجب آیت

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (پ ۴۷) | بے شک میں زمین پر اپنا نائب بنائے لاؤں

جب حضرت آدم علیہ السلام خلعت وجود سے مشرف اور قدس عالم کون کے روحانی کمالات سے آراستہ اور معلومات کے اصولی علوم سے پیراستہ ہو چکے تو تعظیم و تکریم کے واسطے ملائکہ کا قبیلہ سجود بنائے گئے اس کے بعد نہایت عزت و اکرام سے آسمانوں پر بلاتے گئے۔ حتیٰ کہ جب بہشت میں گئے وہاں سدا بہار جنت میں رہنے کی اجازت ہو گئی۔ مگر تقدیر سے وہاں دوام حاصل نہ ہو سکا۔ کیونکہ بہشت میں آپ کو پہلے ہم جنس کی خواہش ہوئی۔ جو حضرت خوا علیہ السلام کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے اسکی تمنا کو پورا کر دیا۔ اس کے بعد ایک ممنوع درخت کا پھل کھانے کے بہ سبب آپ کو بہشت سے باہر جانے کا حکم صادر ہوا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ بہت عرصہ تک زمین پر اترنے کے بعد روتے رہے۔ پھر آپ کی توبہ قبول ہونے کا واقعہ اس طرح ہے۔ جو کہ مستدرک حاکم (ج ۲ ص ۶۱۵) پر مسطور ہے کہ امیر عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام نے توبہ کے لئے دعا کی تو یوں کہا یَا رَبِّ اسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اے خداوند! میں آپ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے تیرے دربار میں توبہ کی درخواست کرتا ہوں۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تجھے میرے حبیب کا کیسے علم ہوا عرض کی! کہ عرش پر لکھا ہوا دیکھا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پھر میں نے سمجھا کہ تجھے بہت پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے سچ کہا کہ وہ مجھے بہت پیارا ہے۔ اور جب تو نے اس کے توسل سے دعا کی تو میں نے تیری توبہ قبول کی۔

اگر نام محمد را بنیاد دے شفیع آدم

نہ آدم یافتہ توبہ نہ نوح از غرق نجات

حضرت ادریس علیہ السلام کی معراج

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

وَذَكِّرْ فِي الْكِتَابِ اِدْرِيسَ
اِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا وَرَفَعْنَا
مَكَانًا عَلِيًّا (پطع ۷۰)

اور قرآن مجید میں حضرت ادریس علیہ السلام
کا قصہ یاد فرمائیے۔ وہ سچا نبی تھا۔ اور
اس کا مرتبہ ہم نے بلند کیا۔

تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام بمقام مہینف علاقہ مصر میں پیدا ہوئے۔ ورد و وظائف اور طاعت و عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ حتیٰ کہ فرشتے جو سراسر عبادت میں مصروف ہیں۔ آپ کی عبادت کا غلطہ علم ملا کہ ہیں سن کر آپ زیارت کو حاضر ہوتے حتیٰ کہ ایک دن فرشتہ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت کیا تو کہاں سے آیا عرض کی کہ سورج پر تین سو ساٹھ فرشتے متوکل ہیں۔ جن میں سے ایک میں بھی ہوں۔ میں نے اللہ جلّ شانہ سے آپ کی زیارت کے لئے درخواست کی تھی اس لئے آج میں وہاں سے زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ سورج کی گرمی جب یہاں زمین پر سخت ہوتی ہے۔ تو سورج میں ہل گرمی کا اندازہ دیکھنا چاہیے۔ کہ کتنی گرمی ہے اللہ جلّ شانہ سے درخواست پیش کی حتیٰ کہ معراج کے سفر کی تیاری ہو گئی۔ جب سورج کے تمام طبقات کا مشاہدہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا اب بھی کچھ آرزو ہے۔ عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں ایک بار میری رُوح قبض کی جائے۔ تاکہ موت کا ذائقہ دیکھ کر تیری عبادت زیادہ کروں۔ اس وقت ملک الموت فرشتہ نے آپ کی روح قبض کی اور پھر روح جسم میں داخل کر دی تب اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا کہ اے میرے نبی! اب بھی کچھ تمنا باقی ہے عرض کی اے اے العالمین اگر دوزخ کی سیر کر لیتا تو اس کے عذاب و عقاب اور درجات و طبقات دیکھ کر تیری عبادت میں لطف حاصل کرتا تب اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوزخ کی سیر کر لی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے میرے نبی! کچھ اور بھی آرزو باقی ہے۔ عرض کیا کہ اگر بہشت دیکھ لیتا تو تیری عبادت بہت ہی سکون حاصل کر لیتا۔ فی الفور رضوانِ جنت

نے حاضر ہو کر بہشت کا دروازہ کھولا۔ آپ نے بہشت میں جا کر ہر قسم کے پھول، میوہ جات، باغات، حُور و قصور، ولدان و غلمان ملاحظہ فرمائے۔ کافی دیر گزرنے کے بعد ایک فرشتہ نے کہا کہ آپ زمین پر واپس جائیں۔ آپ نے جواب دیا

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (پ ۱۰ ع ۱) کے مطابق موت کا ذائقہ چکھا ہے۔ پھر اِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَاْرُدُّهَا رَبُّ (پ ۱۶ ع ۱۰) کے زیر نظر دوزخ سے گزر رہا ہو گیا۔ اب وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِمُنْخَرَجِيْنَ (پ ۱۳ ع ۳) کے مقتضائے ماتحت بہشت سے باہر نہ جاؤں گا۔ فرشتہ نے عرض کی کہ بہشت میں سوائے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے کوئی نہیں جاسکتا۔ تو آپ کس طرح ان سے پہلے بہشت میں مکین ہو سکتے ہیں آپ نے فرمایا یہ کلمہ تیرا درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے بہشت میں حوری، غلمان اور بے شمار فرشتے موجود ہیں۔ میں کس طرح ان سے پہلے نہیں رہ سکتا۔ فرشتے نے کہا۔ کہ وہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام کی حیثیت سے بہشت میں پہلے آپ سے رہ سکتے ہیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا۔ اس طرح میں بھی ان کے غلام کی حیثیت سے بہشت میں پہلے رہ سکتا ہوں۔ ایں کونسا محال لازم آتا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فرشتے کو حکم ہوا کہ میرے بندے کو میری مرضی پر رہنے دو رُخ المعانی (ج ۱۶ ص ۹۷ بطور خلاصہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معراج | قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے

اور اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے آسمان وزمین کے ملک دکھائے تاکہ وہ حق یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

كَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلٰكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ
وَ يَكُوْنُ مِنَ الْمُؤَقِنِيْنَ
(پ ۱۰ ع ۱)

کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معراج ہوئی آپ براق پر سوار ہو کر آسمان دُنیا پر تشریف لے گئے۔ وہاں زمین و آسمان کے حجابات دور ہو گئے اور ہر ایک جگہ نظر آنے لگی حتیٰ کہ تمام مخلوق کے حالات مطلع ہوتے۔ اندریں حالات آپ کے زمین سے پر ایک شخص کو گناہ کرتے دیکھا۔ آپ نے اس گناہ سے نفرت کرتے ہوئے اس گنہگار کی ہلاکت کے لئے بددعا فرمائی مگر تعالیٰ اس گنہگار کو وہیں فنا کر دیا پھر حضرت ابراہیم نے زمین پر نظر دوڑائی تو ایک شخص کو گناہ میں مبتلا دیکھا۔ آپ نے اس کے حق میں بھی بددعا کی وہ بھی خدا کے حکم سے وہیں مر گیا پھر آپ نے اسی طرح ایک تیسرے شخص کے لئے بددعا دی وہ بھی اسی جگہ ہلاک ہو گیا۔ حتیٰ کہ جب چوتھے شخص کے لئے ہلاکت کی دعا کرنے لگے تو حکم نازل ہوا اے ابراہیم! میرے بندوں کے لئے بددعا نہ کرو اس لئے کہ میرا برتاؤ میرے بندوں کے ساتھ تین طرح کا ہے۔ اول یہ کہ توبہ کرے گا تو اس کے گناہ بخش دینگا دوم یہ کہ اس سے نیک اولاد پیدا ہوگی۔ جو میری عبادت کریں گے۔ اور میری زمین کو سجدوں سے معمور کریں گے۔ سوم یہ کہ قیامت کے دن وہ بھی میرے سامنے پیش ہوگا۔ اور اگر میں چاہوں تو اس کے گناہ معاف کر دوں گا۔ اور میں چاہوں تو اسے عذاب میں گرفتار کر لوں۔ اس کے بعد اللہ جل شانہ کا خطاب آیا کہ میرے خلیل! میرے بندوں کے ہلاک ہونے سے پہلے آپ زمین پر اتر جائیں۔ (روح المعانی ج ۷ ص ۱۷۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معراج

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے

اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے وعدے پر کلام سننے کے لئے حاضر ہوئے تو اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کیا اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کریں تجھے دیکھ سکون فرمایا تو مجھے

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا
وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي
أَنْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ نَرَا بِئِ
وَلَكِنْ أُنْظِرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ
اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ نَرَا بِئِ

فَلَمَّا تَخَلَّى رَبَّهُ لِلْجَبَلِ
جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى
صَعِقًا فَلَمَّا أَفَافَ
قَالَ سُبْحَنكَ ثُبَّتْ إِلَيْكَ
وَأَنَا أَقُولُ الْمُؤْمِنِينَ

— (پ ع ۶) —

ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ ہاں اس پہاڑ کی
طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا۔
تو عنقریب مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب
اس کے رُتبے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اُسے
پاش پاش کر دیا۔ اور موسیٰ گرا بے ہوش
پھر جب ہوش ہوا بولا۔ پاک کہ ہم تجھے

میں تیری طرف بھوج لایا۔ اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ (کنز الایمان)

کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معراج کا قصہ یوں ہے کہ آپ نے وضو کیا پاکیزہ لباس
بہنا اور چالیس دن رونے رکھے۔ پھر کوہ طور پر پہنچے اللہ تعالیٰ نے ایک بادل کا ٹکڑا
نازل فرمایا جس کو طوطہ ہر طرف سے لوگوں کی نظریں پوشیدہ ہو گیا۔ پھر ہر قسم کے جانور حتیٰ کہ
چیونٹی بلکہ فرشتے تک وہاں سے سات فرسخ (۲۱ میل) دور ہو گئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی حضرت
موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات اور ہم کلامی پر کوئی دوسرا جاندار اطلاع نہ پائے کہتے ہیں اس
کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے زمین و آسمان کے حجابات دور ہو گئے حتیٰ کہ ملائکہ
کو آپ نے دیکھا کہ ہوا میں قائم ہیں۔ اور آپ نے عرش بریں کا شاہد فرمایا۔ اور صاف
طور پر دیکھا اس کے بعد آپ نے اواح والی قلموں کی آواز سنی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے
حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کلام کریم سن کر اپنے
معروضات پیش کئے۔ اندر میں حالات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام ربانی کے لطف نے اس
دیدار کا اثر و مند بنا دیا۔ اس لئے عرض کی اے رب میرے! مجھے اپنے دیدار کا شرف
عطا کر تاکہ میں تجھے دیکھ لوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ ہاں اس
پہاڑ کی طرف دیکھ۔ میں اس پر اپنے نورانی جلوہ سے تجلی فرماؤں گا۔ اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر
برقرار ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ سکے گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ پر اپنی تجلی
ظاہر فرمائی اور وہ پہاڑ پاش پاش ہو گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ ہوش
میں آنے کے بعد کہا تیرے لئے ہر عیب سے پاکیزگی ہے۔ اور میں نے آپ کی طرف بھوج

کیا۔ اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

وَفِي الْعُرَائِسِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا كَلَّمَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ مُوسَى، كَانَ بَعْدَ
ذَلِكَ يَسْمَعُ دَيْبِيًّا الْخَمْلَةَ
السُّودَاءَ فِي اللَّيْلِ
الظُّلُمَاءِ عَلَى الصَّفَا مِنْ
مَسِيرَةِ عَشْرَةِ فَرَاسِخٍ،
سِيرَتِ حَلِيبِ ج ۱ ص ۲۳۵

تفسیر عرائس البیان میں حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب
موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے
کلام کی تو اس کے بعد آپ میں قوت
شنوائی ہو گئی تھی کہ دس فرسخ (۳۰ میل)
کی مسافت سے اندھیری رات میں
سنا پتھر پر سیاہ رنگ کی چوٹی کے
چلنے کی آہٹ سن لیتے تھے۔

علامہ معین الدین ہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
جب خدا کا جلوہ دیکھا تو اس کے بعد آپ کے چہرہ اقدس پر نگاہ کرنے کی کسی کو مجال
نہ رہی۔ حتیٰ کہ آپ اپنے چہرہ انور کو کپڑے سے اوڑھ رہے رہا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ کے
رُخ مبارک پر نورانیت کے جلوے دیکھنے کی برداشت کسی کو نہ تھی۔

ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اقدس
سے جمال باکمال کا پر تو جب دیوارِ ن پر پڑتا تھا۔ تو وہ دیواریں آئینہ کی طرح روشن ہوجاتیں
جتے کہ ان کے سامنے والے شخص کو اپنی صورت کا عکس ان دیواروں میں نظر آتا تھا۔

باوجود اس کے بھی آپ کے حسن و جمال کی

(لکن اللہ تعالیٰ ستر عن

اکثریت آپ کے صحابہ سے چھپی ہوئی تھی
کیونکہ اگر سارا حسن و جمال ظاہر ہوتا
تو آپ کو کوئی نہ دیکھ سکتا۔ جیسا
کہ بعض اہل تحقیق کا قول ہے۔

اصحابہ کثیراً من ذالک
الجمال الباهر فانه لو برز لهم
لم يطيقوا النظر اليه كما
قال بعض المحققين

فتح المصلح ج ۱ ص ۱۲۱۹

حضرت عیسیٰ کی معراج

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن ممبر پر بیٹھ کر لوگوں سے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں موسیٰ علیہ السلام کیلئے

ہفتہ کا دن مبارک بنایا تھا۔ کہ اس دن میں عبادت کے سوائے سارے کام ناجائز اور حرام ہیں۔ اب حق تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا ہے۔ اور انجیل شریف میں حکم فرمایا ہے کہ اتوار کا دن مبارک ہے۔ اس دن کی عزت کرو اور اس دن میں دنیا کا کوئی کام نہ کرنا۔ پس بنی اسرائیل آپ کا یہ حکم سنکر دل میں کینہ لاتے اور کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت نبی آتے مگر کسی نے شریعت موسیٰ کو منسوخ نہ کیا۔ اور تمہاری کتاب تورات کو منسوخ کہتے۔ اسلئے آپس میں قوم نے طے کر لیا کہ اس کو مار ڈالنا چاہیے۔ حاصل کلام یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کو لیکر ایک مکان پر گئے۔ جس کا نام عین السلوک ہے۔ یہودیوں نے اس مکان کا محاصرہ کیا تب اجبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر اس مکان کی چھت شکاف کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر لے گئے۔ اور فرشتوں کی محبت میں رہ گئے۔ ان یہودیوں کے سردار کا نام یثوع تھا۔ وہ ملعون سب لوگوں سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکان میں گھس گیا۔ بہت ڈھونڈا مگر نہ پایا۔ جب دیر ہو گئی۔ تب یہودی اس کے پیچھے گھس گئے۔ یہودیوں نے یثوع کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت دیکھ کر ہڑ کر قتل کر دیا یثوع ہر چند کہتارہا کہ میں یثوع ہوں۔ مجھے چھوڑ دو مگر وہ ہرگز نہ مانے اور کہنے لگے اگر تو یثوع ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کدھر گئے۔ آخر کار سب کو یہ شبہ ہو گیا اور یثوع کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ لیا گیا۔ اور یہ نہیں جانتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چوتھے آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام معراج کے لئے آسمان پر چلے گئے۔ اور تاہنوز آسمان پر ہی جلوہ گر ہیں۔)

کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یثوع کو پچاس برس ناز و نعمت سے پالاتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فیہ ہو جائے۔ اور فرعون کو چار سو سال تک ناز و نعمت سے پرورش

کی تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بدلہ دریائے نیل میں غرق ہو جاتے۔ اور دُنْبہ کو چار ہزار برس تک فردوس اعلیٰ میں پالا تاکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا قد یہ بنایا جاتے (بطور خلاصہ کے درج کیا ہے۔ قصص الانبیاء ص ۳۸۴)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب اور مدارج میں معراج کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے جو تمام نبیوں سے سُلام ہوان پر صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے۔ اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ فرشتوں کے ایک بڑے بھاری اعزازی جلوس کے ساتھ نہایت شان و شوکت سے براق برق رفتار پر سوار ہو کر مسجد اقصیٰ پہنچے وہاں تمام نبی سلام ان پر آپ کی انتظار میں جمع تھے سب نے آپ کی اقتدار کرتے ہوئے نماز دو گنا ادا کی اس کے بعد آپ نے تمام اسمائون اور سدرۃ المنتہیٰ کو تر بہشت کے وہ عجائب و غرائب دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کان نے سُنے۔ اور نہ کسی انسان کے دہم و گمان کی دہاں تک رسائی ہوئی حجاب کبریا سے پار ہوئے۔ قاب قوسین و ادنیٰ کی شان سے نوازے گئے دیدار الہی سے مشرف ہوئے مازاغ کے لقب سے سرفراز ہوئے مگر پھر عالم ناسوت میں واپس تشریف لائے تاکہ آپ کی اُمت کسی گناہ کے سبب عذاب عامہ میں مبتلا ہو کر فنا نہ ہو جاتے۔

شریعت دیکھتا ہے دیکھ اقوال محمد کو
طریقیت چاہتا ہے دیکھ افعال محمد کو
حقیقت دیکھنی ہے دیکھ احوال محمد کو
جو چاہے معرفت تو دیکھ اشکال محمد کو

اے صلی اللہ علیہ وسلم

زمین و آسمان کے خود بخود اٹھ جائیں گے پردے
حجاباتِ محسوس میں نظر آجائیں گے جلوے

حدیث معراجؐ کے راوی

معراج شریف کی حدیث

بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہے

جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت ابو بکر، حضرت عمر، امیر عثمان، حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، ابی بن کعب، حضرت ابو ہریرہ، انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، بریدہ بن سلمی، ثمرہ بن جندب، حذیفہ بن یمان، شداد بن اوس، صہیبؓ رومی، مالک بن صعصعہ، ابو امامہ باہلی، ابویوب انصاری، ابو ثعبانہ، ابوذر غفاری، ابوسعد خدری، ابوسفیان بن حرب، اسامہ بن زید، عبدالرحمن بن عامر، ابوذر دار، بلال بن سعد، عمر بن تھیب، بلال حبشی، عبداللہ بن زبیر، ابوذر رضی اللہ عنہم

عورتوں میں سے حضرت اسماء، حضرت ام ہانی، حضرت عائشہ، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم و انہن جمعین۔ انتخاب از معارج النبوت ج ۳ ص ۳۳، ونشر الطیب ص ۲۵

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج کے فلسفہ

فلسفہ معراج

میں بہت روایات ہیں۔ چونکہ جب اللہ تعالیٰ

کے کام میں بہت حکمتیں اور رموز ہوتے ہیں۔ بنا بریں علمائے کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معراج کے لئے جانے میں کئی حکمتیں بیان کرتے ہیں۔ بعض ان میں سے یہ ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام متواتر تجلیات الہی کے مشاہدہ کے باعث مقامِ شنید سے مقامِ دید تک پہنچ جاتیں۔ اور علمِ لائقین کی سرحد سے عین لائقین کی سرحد ترقی فرماتیں اور پھر حق لائقین کے زیور سے راستہ، پیراستہ ہو جاتیں۔

یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت تمام کائنات پر ظاہر ہو جاتے۔ چنانچہ اولائیت المقدس میں امام الانبیاء بنایا تاکہ آپ کی شان انبیاء کرام میں "سلام ہو ان پر"

روشن ہو جاتے۔ اس کے بعد بیت المعمور میں فرشتوں کی امامت عطا ہوئی تاکہ فرشتوں پر آپ کی فضیلت متحقق ہو جائے

یا یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حبیب تھے اور حبیب کو مخزنات پر اطلاع ہوتی ہے جس طرح مجازی بادشاہ جب کسی بندہ کو اپنی محبت سے مخصوص کرتے ہیں۔ تمام خزانے اس کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور تمام سلطنت اس کے زیر نگیں کر دیتے ہیں۔ اسی طرح سب سے ممتاز کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمین کے خزانے سے مطلع فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے

زویت لی الاھن فاربت	میرے لئے زمین لپیٹی گئی حتیٰ کہ مجھے اس
مشارقھا ومغار بھا ،	کے مشارق اور مغارب دکھائے گئے

اس کے بعد آپ کو معراج کے آسمان پر لے گئے۔ حتیٰ کہ تمام ملکوت سماوی ارضی کی سیر فرمائی۔ اور آپ کو یہ اختیارات تفویض کیے گئے۔ جس شخص کو آپ شفاعت کی دولت سے شرف عطا فرمائیں۔ وہ سعادت مند ہو جائے۔

یا یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذان کی تعلیم سے بہرہ ور فرمائیں حتیٰ کہ جب آپ سموت سے گذر کر عرش، کرسی، لوح قلم کی دیار سے حجاب خاص کے پاس جلوہ افروز ہوتے وہاں آپ اذان سنی جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا

یا یہ کہ حکمت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہود، نصاریٰ، آتش پرست اور مشرکوں کے مطاعن سے ملول ہو گئے تھے۔ لہذا آپ کی تسکین قلبی کے لئے معراج کا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

یا یہ حکمت ہے کہ تمام تراشیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہو جائیں۔ اور تمام عطا یا کو آپ کی ذات سے نسبت کا فخر ہو اور آپ کو کسی چیز کی احتیاج نہ ہو۔ جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے۔

انا اول من تنشق عنه	میں پہلا شخص ہوں جو زمین سے باہر
الارض ولا فخر و	ہو کر میدان قیامت میں جاؤں گا

لواء الحمد بیدی
ولا فخر وادم ومن
دونه تحت لوائی ولا
فخر وانا اول من
یقرع باب الجنة ولا
فخر ط۔

اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے اور
حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ
بھی کوئی فخر کی بات نہیں۔ حضرت آدم
اور اس کی اولاد سب میرے جھنڈے کے
نیچے ہوں گے اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں
ہے۔ اور سب پہلے میں ہی بہشت

کا دروازہ کھٹکھٹاؤنگا۔ اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ - - - - -

یعنی مجھے ان باتوں سے فخر نہیں ہے بلکہ ان باتوں کو مجھ سے فخر حاصل ہے۔
کیونکہ ادنیٰ چیز اعلیٰ سے فخر حاصل کرتی ہے۔ اعلیٰ کو ادنیٰ سے فخر حاصل نہیں ہوتا
یا یہ حکمت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور تمام مخلوق سے پہلے نور احدیت
سے جلوہ گر ہوا جب وہ روح اس مقام سے عنصری وجود میں آئی تو اس مقام کا اشتیاق
ہوا۔ پس دینی فشدلی کے مقام سے قرار اور سکون پایا۔

یا یہ حکمت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وحی کے تمام اقسام سے شرف پائیں اور
اس کے تمام اقسام سے افضل وہ ہو کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطے کے بغیر ہو اس لئے
مفسرین کہتے ہیں کہ رات امن الرسول :- حضرت جبرائیل علیہ السلام کے
واسطے کے بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ سے سنی تھی
یا یہ حکمت ہے کہ امت کے لئے آپ کو خاص نوازش عطا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ
قیامت کے دن تمام نبی سلام ہو ان پر نفسی نفسی کہتے ہوں گے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
امتی امتی کہتے ہوں گے۔ ظاہر یہ ہے کہ آپ ربی ربی کہتے مگر امتی امتی میں ربی کی زیادت
درج ہے۔ کیونکہ امتی سے مراد یہ ہے کہ وہ عطیہ جو معراج کی رات امت کے لئے کئے
تھے۔ اب مہربانی فرما کے عطا فرمائے۔

یا یہ حکمت ہے کہ سات ستاروں میں مناظرہ اور مجاہدہ تھا۔ کہ ایک اپنے کو
دوسرے پر ترجیح دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کا رتبہ دے کر

ان کو دکھایا کہ تمہارے انوار اس نورِ عظیم کے طفیل سے ہیں بس ذاتِ تم کو ایک دوسرے پر فخر کرنا نامناسب ہے

اے گوہرِ تاج فرستادگان ، تاجِ دہ گوہرِ آزادگان ،
ہرچہ زیبگانہ و سیل تواند ، جملہ دریں خانہ یس تواند
چونکہ بعالمِ علمِ افسرِ سختی ، غلغلہ در کونے در انداختی ،
مہرِ شدایں نامہ بعنوان تو ، ختم شد ایں خطبہ بدوران تو

(ب) دایین حضرات کے لئے تحفہ کے طور پر چند نکات مزید انداج پذیر ہیں۔

نکۃ تفصیل مالا تعلمون

فرشتوں نے جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں

درخواست کی کہ اے خداوند! ایسی مخلوق جس میں مفسد اور خون ریز تک ہوں گے ہم جیسے مطیع اور فرمانبردار طبقہ کے باوجود ان کو خلیفہ بنانے میں کیا وجہ ہوگی تو فرشتوں کو مردست اجمالی طور پر یہ جواب دیا گیا اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ط (پس م) کہ اس کے پیدا کرنے میں جو حکمتیں اور نکات ہیں ہم خوب جانتے ہیں تم کو ابھی تک وہ حقائق معلوم نہیں کہتے ہیں کہ یہ دُجود مسعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلعتِ محبوبی سے نوازا گیا اور اطباق نہ رواق پر دربار الہی میں بلائے گئے تو ملا اعلیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے وابستہ ہونے کا فخر کیا جس طرح ریان بادشاہ کے پانچ خاص آدمیوں نے حاجب ، ساقی ، خباز ، زندان بان ، صاحبِ دواب کی بیویوں نے عین شمس کی جگہ بیٹھ کر ایک دوسری سے بات چیت کی کہ عزیزِ مہر کی عورت اپنے غلام پر فریفتہ ہونے میں ہمارے نزدیک ظاہرِ غلطی ہے جب بی بی زلیخانے یہ سنا تو چائیس عورتوں کو دعوت دی جن میں یہ پانچ بھی شریک تھیں پھر ان کے اعزاز میں کھانے کی مجلس تیار کی اور ہر ایک عورت کے ہاتھ میں ایک ایک چاقو دے دیا تاکہ میوہ تراشنے میں انظار کی تکلیف نہ ہو پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو بلایا تو آپ کے

حسن و جمال کے مشاہدہ میں تمام عورتیں حواس کھو بیٹھیں حتیٰ کہ بیہوش ہو کر میوہ بجات کے بجاتے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہا: مَا هَذَا بَشَرًا اِنْ هَذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (پط ۱۴) اس کا جمال باکمال ایسا ہے کہ بشر نہیں بلکہ نورانی صورت کے لحاظ سے باعزت فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ انتخاب ازکشاف ج ۲ ص ۲۵۲ (ومعارض ج ۲ ص ۱۴۱) یونس فرخ آبادی نے کہا ہے۔

مانا کہ کنیں انگشت زنان عجز از تھا حسن یوسف کا

ہم نام پر تیرے اے آقا سر اپنا کٹا یا کرتے ہیں
جس وقت چھٹے گی بزم جہان دیکھیں گے انکا جلوہ ہان
ایکان ہے یونس تربت میں وہ شکل دکھایا کرتے ہیں

نکذہ عطائے شفاعت

جب علم ازلی میں یہ بات متعین ہو چکی

تھی کہ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی شفاعت کرنے والے ہوں گے، اور اس دن ہیبت اور سیاست بھی اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ ہر شخص اس دن کسی دوسرے حالات پر توجہ دینا بہت مشکل کام ہے اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملکوت سموت کی سیر فرمائی حتیٰ کہ اپنے کائنات کے عجائب و غرائب مناظر و مشاہد، درجات جنت اور درکات جہنم، ثواب نعیم اور عذاب الیم ہر ایک کو مکمل مشاہدہ فرمایا۔ اس مشاہدہ کا مقصد یہ تھا کہ جب قیامت کے ہولناک منظر کے وقت سب نبی نفسی نفسی کہیں گے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امتی امتی فرمائیں گے، اور قیامت کے شدائد اور زلازل سے نہ گھبرائیں گے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو زمین پر ڈالا وہ اژدھا بن گیا اس وقت آپ کو حکم ہوا کہ گھبراؤ نہیں بلکہ اسکو ہاتھ سے پکڑ لیجئے اور یہ پہلی حالت میں ہو جائے گا پھر پانچ آپ نے اس اژدھا کو پکڑا فوراً ہی آپ کے ہاتھ میں عصا بن گیا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ کو یہاں اس معجزہ کا مشاہدہ اس لئے کرایا گیا تاکہ آپ کی طبیعت سے خوف زائل ہو اور فرعون کے سامنے

جب یہ عصا اُڑدھا بن جلتے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پورے عزم و استقلال میں مضبوط رہ جاتیں اسی طرح معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام ارضی، سماوی بلکہ دنیوی اور اُخروی واقعات کا مشاہدہ کرایا گیا۔ تاکہ قیامت کے ہولناک مناظر کے وقت آپ کے قلب مبارک پر کسی طرح ہلال نہ آنے پائے۔ صابر جانندہ ہری نے کہا ہے:

ہو ادل کو شوق وصال محمدؐ بسا جارہے خیال محمدؐ،
ہے آنکھوں میں جاہ و جلال محمدؐ اٹھے جارہے ہیں جہاںات عالم
نظر آ رہا ہے جمال محمدؐ

کہا مصطفیٰ نے کہ اے رب اعزت گناہوں سے لبریز ہے میری اُمت
اسی واسطے مضطرب ہے طبیعت تو عفار ہے بخش دے میرے مولیٰ
یہی آپ ہے سوال محمدؐ

کہا سن کے حق نے کہ اے کھلی والے حقوق شفاعت ہیں تیرے حوالے
بیزارے تو اس غم کو راحت بنا لے جسے تو کہے گا اُسے بخش دوں گا
خدا ہو گیا ہم خیال محمدؐ

نکتہ اطلاع رحمت

ایک رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھ مبارک
نیند میں اور دل مبارک بیدار تھا کہ یکایک حضرت

جبریل علیہ السلام کی پرواز کی آواز سن کر آپ بیدار ہو گئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر صلوٰۃ سلام بھیجنے کے بعد فرماتا ہے کہ میں نے آپ کو محض نیند کرنے کی خاطر پیدا نہیں کیا بلکہ گنہگار رحمت کی شفاعت کے لئے پیدا کیا ہے پھر آپ کو بطحائے مکہ میں لے گئے وہاں اُمت کے تمام گناہ چھوٹے اور بڑے قیامت تک جھٹنے ہونے والے تھے سب وہاں موجود تھے۔ جو کہ احاطہ شمار سے باہر تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں یہ تمام حالات دیکھنے کے بعد مغموم ہو گئے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوا کہ جس نبی کی اُمت اپنی گنہ گار ہو وہ بھی آرام کی نیند سو سکتا ہے۔ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی اے العالمین! اتنے کثیر گناہوں کی معافی کی صورت

کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کی اُمت کے سارے گناہوں کی معافی آپ کی شب بیداری سے وابستہ ہے۔ اگر سارے گناہ معاف کرانے ہوں تو ساری رات جاگو اور اگر آدھے گناہ بخشوانے ہوں تو آدھی رات عبادت کرو۔ اور تہائی گناہوں کی بخشش چاہتے ہو تو تہائی رات عبادت کریں۔ اور اگر دو تہائی گناہوں کی مغفرت چاہتے ہو تو دو تہائی رات کے عبادت سے زندہ کرو۔ بہر حال آپ کی اُمت کے گناہوں کی بخشش آپ کی شب بیداری پر موقوف ہے۔

اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ میں ساری رات جاگوں گا کیوں کہ اُمت کے سارے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس ماجرا کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری راتوں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔
 حَتَّى تَوَرَّ مَتٌ قَدْ مَآءٌ أَوْ سَاقَاةٌ۔ (بخاری شریف) حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک بکے پنڈلیاں مبارک کو درم ہو گیا۔ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

علماء کرام نے اس آیت کا ترجمہ یوں لکھا ہے کہ اے ریاضت کا پکڑا اور ٹھننے والے اس پکڑے کا حق ادا کرو۔ اور ہر رات نوافل پڑھتے رہو مگر رات کا کچھ حصہ آرام کر لیا کرو۔ ساری رات کی بیداری معاف ہے

يَا أَيُّهَا الْمُزْمِلُ قِمِ
 الْبَيْلَ إِذَا قَلِيلًا
 نِصْفَهُ أَوْ لَقْصُ
 مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ
 وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ
 تَرْتِيلًا (پ ۲۹ ع ۱۳)

اور آپ کی شب بیداری آدھی رات یا اس سے کچھ کم ہو کہ تہائی ہو جائے یا اس نصف پر کچھ زیادہ کر دو۔ کہ دو تہائی ہو جائے۔ اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو۔

آپ نے عرض کی اے خداوند! گو آپ نے ساری رات کی بیداری معاف فرما دی مگر جب مجھے اُمت کے گناہ یاد آتے ہیں۔ تو نیند نہیں آتی۔ اس لئے ساری رات عبادت کرتا ہوں۔ اس کے بعد یہ آیت اتری

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا
لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ
مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ
(یٰ ع ۸)

اے میرے پیارے حبیب ہم نے
تیرے لئے فتح ظاہر عطا فرمائی تاکہ
اللہ تعالیٰ تیری امت کی گزشتہ گنہگار
اور آنیوالے سارے گناہ بخش دے

اس آیت کے شان نزول کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حسب دستور سابق ساری رات عبادت کرتے تھے حتیٰ کہ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اب سورت فتح نازل ہو چکی ہے اور آپ کی مغفرت کا وعدہ بھی ہو گیا ہے۔ اب آپ ساری رات کیوں بیدار رہ کر عبادت کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: —
أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا (بخاری شریف) کیا میں خدا تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔ یعنی گواہ امت کی بخشش میری شب بیداری سے وابستہ نہیں رہی لیکن میں چاہتا ہوں کہ اللہ جلّ شانہ کی نعمت کا شکر یہ ادا کروں جس نے میری امت کی بخشش کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد آپ ساری رات بیدار ہو کر عبادت کرتے اور امت کی مغفرت کی دعا کرتے اور اتنا روتے کہ فرشتگان مقرب نے کہا اے اللہ العالین یہ کیا واقعہ ہے کہ گنہگار امت کے لئے یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر بیدار رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے رونے کی آواز آسمان تک پہنچ گئی۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ طہ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ إِلَّا تَذَكُّرًا لِّمَن يُّخْشَىٰ (پا ع ۱۰) اے چودہ طبق کے ایجاد کے باعث (کیونکہ طہ کے بحساب ابجد چودہ عدد ہوتے ہیں) ہم نے قرآن مجید آپ کی تکلیف کے لئے نازل نہیں کیا۔ بلکہ یہ نصیحت ہے۔ اس شخص کے لئے جس کے دل میں خدا کا خوف ہے اس کے بعد معراج کے عطیہ سے نوازے گئے۔ اور یوں ارشاد ہوا کہ آپ بطحاء کے میدان میں امت کے گناہ دیکھ کر مغموم ہو گئے۔ اب ہمارے ملک و ملکوت کی سیر کرو۔ اور ہماری مغفرت کے خزانے مشاہدہ کرو تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کی امت کے گناہ بہت ہیں۔ یا ہماری رحمت کے دریا بہت ہیں۔

آفاق تیرہ گرچہ زروئے سیاہ ماست
دریائے رحمت تو فرزد از گناہ ماست
کہتے ہیں کہ ساری رات کی بیداری کا حکم اس آیت سے منسوخ ہوا ہے۔

اور رات کے بعض حصہ میں آپ تہجد
کی نماز ادا کیا کریں جو آپ کے لئے پانچ فرضی
نمازوں کے علاوہ ایک زائد نماز فرض
کی گئی ہے۔ اس نماز تہجد کی برکت

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ
نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَنْ
يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا
مُّحْمَدًا (پ)

اللہ تعالیٰ آپ کے مقام محمود میں مبعوث فرمادے گا۔

جس میں آپ امت کی شفاعت کی قبولیت بدرجہ اتم پائیں گے۔
(ف) امت کے لئے نماز تہجد پڑھنا مستحب ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے حق فرض
تھا۔ اس لئے علماء کرام نافلہ کے معنی ایک زائد نماز کا فرض ہونا بیان کرتے ہیں۔
عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر،
خدا تے محمد برائے محمد
محمد برائے جناب الہی،
جناب الہی سے برائے محمد

نکتہ حل بحث ملائکہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج
میں ایک نکتہ یہ ہے کہ چار ہزار سال
سے بڑے درجہ کے فرشتوں کی مجلس
میں چار مسائل پر بحث ہو رہی تھی لیکن
اسکو حل نہ کر سکے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی بعثت ہوئی ان فرشتوں کو یقین ہوا کہ
یہ مشکل مسائل آپ ہی حل ہو سکیں گے
تو ان سب فرشتوں نے اپنی مشکل کشائی
کے لئے نیاز اور زاری سے استدعا کی

مِنْ حِكْمَةٍ مَّعْرَاجِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ بِأَنَّهُ اخْتَصَمَ الْمَلَائِ
عَةُ فِي أَرْبَعِ مَسَائِلَ مَقْدَارِ
أَرْبَعَةِ آلَافِ سَنَةٍ وَلَمْ
يُوفَقُوا لِحَلِّهَا فَلَمَّا بُعِثَ نَبِيُّنَا
بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمُوا
خِيَالَ أَنْ هَذِهِ الْمَشْكَلاتِ إِنَّمَا
تَحُلُّ مِنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَضَرْتُ عُو إِلَى اللَّهِ تَعَالَى
لِأَجَلِهِ فَدَعَا اللَّهُ
حَبِيبَهُ إِلَيْهِ مَقَامَ
قَابِ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى
فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا
أَوْحَى وَمِنْ جُمْلَةٍ
هَذَا الْوَحْيِ قَوْلُهُ عَلَيْهِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
رَأَيْتُ رَبِّي بِأَحْسَنِ صُورَةٍ
فَقَالَ فِيهِمْ يَخْتَصِمُ
الْمَلَأُ الْأَعْلَى
فَقُلْتُ أَنْتَ تَعْلَمُ
يَا رَبِّ فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ
كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا
بَيْنَ ثَدْيَيْنِ ثُمَّ قَالَ
يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِي
فِيمَا يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ
الْأَعْلَى فَقُلْتُ نَعَمْ
فِي الْكَفَّارَاتِ وَالْمُنْجِيَّاتِ
وَالذَّرَجَاتِ وَالْمُهْلِكَاتِ
قَالَ صَدَقْتَ يَا مُحَمَّدُ ثُمَّ
قَالَ يَا مَلَأُ عِثِّي وَحَدَّثْ
حَلَّ الْمُشْكَلَاتِ

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ
علیہ وسلم کو اپنی طرف بلایا۔ اور
قَابِ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى
فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا
أَوْحَى کے مقام سے مشرف فرمایا
اور وہاں جو وحی ہوئی آپ سے
ایک یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ
والسلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے
رب کریم کو حسن صورت میں دیکھا
پھر فرمایا وہ کون سے مسائل ہیں
جن میں بڑے مرتبہ والے فرشتے بحث
کر رہے ہیں میں نے کہا اے میرے
رب! تو ہی جانتا ہے پس اللہ تعالیٰ
نے اپنا بے مثل (قدرت کا) ہاتھ
میرے دونوں کندھوں کے درمیان
رکھا حتیٰ کہ انکی ٹھنڈک کا اثر فیضان
خداوندی کا ظہور میں نے اپنے سینہ
میں پایا۔ اس کے بعد فرمایا اے پیارے
محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ جانتے ہو
وہ کونسے مسائل ہیں جن میں بڑے
مرتبہ والے فرشتے بحث کر رہے ہیں
(اور مجھے ہوتے ہیں اسکا حل نہیں پا
سکتے ہیں نے عرض کی ہاں (وہ چاہے

فَاسْأَلُوا أَشْكَالَكُمْ
فَقَالَ إِسْرَافِيلُ
مَا الْكُفَّارَاتُ فَقَالَ
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
إِسْبَاحُ الْوُحُودِ
فِي الْمَكَارِ
وَمَشَى الْأَقْدَامِ
إِلَى الْجَمَاعَاتِ وَ
انْتَظَرَ الصَّلَاةَ بَعْدَ
الصَّلَاةِ ثُمَّ قَالَ
مِيكَائِيلُ مَا الدَّرَجَاتُ
فَقَالَ اطْعَامُ الطَّعَامِ
وَإِفْشَاءُ السَّلَامِ
وَالصَّلَاةُ وَالنَّاسُ
نِيَامٌ ثُمَّ قَالَ جِبْرِيلُ
مَا النِّجَاتُ فَقَالَ
خَشْيَةُ اللَّهِ فِي سِرِّ
السِّرِّ وَالْعَلَنِ
وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ
وَالْغِي وَالْعَدْلُ فِي
الْغَضَبِ وَالسِّرْخَاءُ
ثُمَّ قَالَ عِزُّ رَأْيِلُ
مَا الْمُهْلِكَاتُ فَقَالَ

مسائل ہیں (کفارات اور نجات
اور درجات اور مہلکات۔ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا سچ کہا تو نے اے
پیارے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس
کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو
خطاب کر کے خطاب فرمایا اے
میرے فرشتے! اب تم نے مشکلات
حل کرانے کا موقعہ پایا۔ پس
چاہیے تم اپنے اشکال حل کر لو پھر
حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض
کیا کفارات کیا ہیں (وہ کون سے
کام ہیں جن کے سبب سے اللہ
تعالیٰ بندوں کے گناہوں کو بخش
دیتا ہے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا وہ تین کام ہیں۔ ایک
کہ سخت (سردی وغیرہ) میں وضو
کا پورا کرنا ہے۔ (تمام اعضا وضو
پر پورے طور پر پانی پہنچانا تاکہ وضو
کابل مکمل ہو جائے گناہوں کی
معفرت کا موجب) دوسرا یہ کہ
نماز کو باجماعت ادا کرنے کی نیت
سے پیادہ چل کر جانا تیسرا یہ کہ
ایک نماز کی ادائیگی کے بعد دوسری

شَحَّ مُطَاعٌ وَهُوَ
مُتَّبِعٌ وَاعْجَابُ الْمَرْءِ
لِنَفْسِهِ فَقَالَ اللَّهُ فِي
كُلِّ صَدَقٍ مُحَمَّدٌ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
(بریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ)

(ج ۲ ص ۲۳)

آنے والی نماز کی انتظار کرنا۔ پھر
میکائیل علیہ السلام نے عرض کی
درجات کیا ہیں؟ (وہ کون سے
کام ہیں جن سے انسان کے درجے
بلند ہوں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے
لئے بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ اور سلام

کو لوگوں میں عام کرنا اور رات کے وقت نماز (نوافل) پڑھنا جب لوگ سوتے
ہوں۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی۔ منجیات کیا ہیں۔ (وہ کون سے
کام ہیں جن پر عمل کرنے سے عذاب سے نجات ملتی ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا (وہ کام یہ ہیں) ظاہری اور پوشیدہ حالات میں ہر طرح (اور
ہمیشہ) اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا۔ اور فقر و غنی ہر دو حال میں میانہ روی کرنا
اور غضب اور نرمی میں عدل اور انصاف کرنا۔ پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام
نے عرض کی۔ مہلکات کیا ہیں؟ جن کاموں کے کرنے سے انسان ہلاک
ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا (وہ تین کام ہیں) ایک
یہ کہ بخل کی اطاعت کی جائے۔ کہ بخل جس طرح حکم کرے اس پر عمل
کرے۔ دوم یہ خواہش نفسانی کی اتباع کی جائے۔ سوم یہ کہ انسان
اپنے کو دوسروں سے اچھا گمان کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سب باتوں کے جواب درست بتائے۔
ہیں۔ اور سچ کہا ہے۔

تشریح حدیث اختصام ملا علی۔ اس حدیث کے بارہ میں چند تشریحات ذکر
کی جاتی ہیں۔ الف) اللہ تعالیٰ خود فرشتوں کی مشکل حل فرما سکتے تھے مگر منشاء
ایزدی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کا اظہار مقصود تھا۔ (ب) حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے پہلے اَنْتَ تَعْلَمُ کہا تو ہی سب کچھ جانتا ہے۔ اور پھر دوسری بار سب کچھ بتا دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب نفی اور اثبات میں تعارض ہو جائے تو نفی کو قبل از علم یا علم ذاتی پر محمول کیا جائے۔ (ج) حدیث کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ (یاد رہے اس مثال سے توضیح مقصود ہے تشبیہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے معاملات میں تشبیہ دینا معمولی کام نہیں) وہ یہ ہے سلطان سکندر کی عادت تھی جب ہی کسی ملک پر چڑھائی کرتا تو اس سے پہلے کسی بزرگ کے پاس دعا کیسے حاضر ہوتا۔ ایک دفعہ اس کی فوج نے عرض کی اے بادشاہ سلامت! ہم آپ کی جانثار فوج ہیں، بہادر ہیں، دلاور ہیں، اپنے پاس ہر طرح جنگ کا ساز و سامان رکھتے ہیں ہمارے ہونے کے باوجود کسی بزرگ سے دعا کا کیا فائدہ ہے؟ سلطان سکندر نے سردست تو انکو یہی کہہ کر مال دیا کہ تم اس بھید کو نہیں سمجھ سکتے۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ فوج نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور چھ ماہ متواتر کوشش کے باوجود وہ قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ جب فوج کے سارے بھروسے ختم ہو گئے۔ اس وقت سلطان سکندر ایک بزرگ کے پاس گئے۔ اور دعا کی درخواست کی۔ اور اس دعا کی برکت سے وہ قلعہ فتح ہوا۔ اس وقت آپ نے فوج کو دعا کے اثر سے مفصل طور پر آگاہ فرمایا۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا۔ کہ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں۔ تو فرشتوں نے کہا۔ ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ ہمارے ہونے کے باوجود خلیفہ بنانے کا بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے انکو اجمالی جواب دیا کہ اس بھید کو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ جب چار ہزار سال تک مسائل پر بحث کرتے رہے۔ اور اسکا حل نہ پایا۔ حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی مشکلیں حل ہوئیں۔ تب اِنِّیْ جَاعِلٌ کَا مَعْنٰی فرشتوں کے سامنے روشن ہو گیا۔

ہو عقدہ ملا تک حل نہ کریں کئی مدت سال ہزاروں میں

وہ راز کھلی والے نے بتلادیا چند اشاروں میں

نکتہ ظہار عظمت

تفسیر بجرالد ریں لکھا ہے کہ جب کائنات کا

وجود عالم شہود میں ظاہر ہوا۔ جب سے پہلے

زہن نے فخر کیا۔ اور کہا میں اقوات حیوانات کا معدن ہوں۔ پھولوں اور پودوں کے اگنے کی جگہ ہوں میوہ جات کی پرورش کا مقام ہوں۔ لطف بانی نے

وَالْأَرْضُ حَضْرَتُهَا كَافَرُشْ میرے بساط پر بچھایا ہے۔ آسمان نے کہا خوبصورت

ستارے میرے دم سے روشن ہیں۔ وَ زَيَّنَّهَا لِلنَّظَرِیْنِ کی زینت میرے وجود

سے قائم ہے۔ وَ فِی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ۔ کی غیر تنہا ہی

نعمتوں کی امانت میرے پاس موجود ہے۔ کمرہ نے کہا وَسِعَ کُرْسِیُّہُ

السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ حَضْرَتِہٖ کی آیت میری شان میں نازل ہوئی۔ لوح نے کہا عشق اور

اسرار محبت کا گنجینہ ہوں اہل معرفت کی روحوں کے لئے سکینہ ہوں۔ علوم غیبی کا منظر

اور حکم الہی کا منبع ہوں اور انوار قدسی کا مطلع ہوں۔ قلم نے کہا کہ میں راز دار (نجم)

وَالْقَلَمِ کے حقائق ہوں۔ عرش نے کہا کہ میں رحمت رحمانی کی جلوہ گاہ ہوں اور

عَلِی الْعَرْشِ السُّتُوٰی کی شان میرے حق میں نازل ہے۔ ان سب کو اللہ

تعالیٰ کا فرمان دی شان ہوا۔ کہ ہمارا ایک محبوب برگزیدہ ہے۔ یہ تمہاری عظمت

اس کے سامنے اس طرح ہے جس طرح آفتاب کے پاس ایک ذرہ یا دریا کی نسبت

ایک قطرہ۔ تب تمام ارکان کائنات ملے درخواست کی کہ ہمارے وجود کو اس کے

مبارک قدم سے مشرف فرما۔ اللہ تعالیٰ نے انکی درخواست کو قبول فرما کر حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کو اجرام فلکی پر بلند فرمایا۔ (ف) اس وقت معراج کے نکات کو ادب

سیمائی کی اس رباعی پر ختم کرتا ہوں

دشوار ہے اسرار معراج سے آگاہی،

جب تک نہ کسی کو ہو عرفان شب اسری

جب عرش پہ دنیا کے وہ رفیع رُاں پہنچے

علم کی ہوتی قربان جی جان، شب اسری

دلائل معراج جسمانی

جمہور سلف و خلف کا یہی عقیدہ ہے۔ اور
صحابہ کرام بھی اس بات کے قائل ہیں کہ حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بحالت بیداری اور جسمانی معراج ہوئی ہے۔ اب کوئی شخص
معراج شریف کے محال ہونے پر دلائل قائم کرے تو ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے۔
کیونکہ ہم معراج کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ کہتے ہیں۔ اور معجزہ وہ ہے جس کا
وقوع عادیہ محال ہو اور انکار کرنے والوں کو عاجز کرنے کے لئے وہ کمال ایک
نبی کی ذات سے ظاہر ہو۔ اب یہ بات واضح ہو گئی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات
وصفات، علم و قدرت، عظمت و حکمت پر پوری طرح ایمان لایا ہے۔ اور پھر حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت، صداقت اور کمالات کی دل سے تصدیق
کرتا ہے۔ وہ واقعہ معراج یا اس قسم کے معجزات کا انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قادر
مطلق جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو براق برق رفتار پر سوار کر کے بڑی
راحت اور تکریم کے ساتھ چشم زدن میں زمین سے مقام اَوْ اَدْنٰی سے لے گیا۔
تو اس کی قدرت کے آگے کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی۔ حاصل کلام یہ ہے
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج اور آپ کے کمالات کا انکار قدرت الہی کا انکار
ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے معراج کی آیت کو لفظ سُبْحَانَ سے شروع کیا۔
کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور کمالات کو بے عیب جانتا ہے۔ وہ اس کے
حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو عقل کی کسوٹی سے نہیں جانچتا۔

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں
تیرا محرم راز ہے روح الایں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا
تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

برہان قرآن مجید

اور ان دلائل میں سے ایک یہ بھی
دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
جسمانی معراج ہوئی اور وہ دلیل
اللہ کا ارشاد ہے اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ
اس لئے عبد کا لفظ ہمیشہ روح
اور جسم دونوں سے پر اطلاق
ہوتا ہے۔

وہما یدل علی انہ اسری
بجسدہ صلی اللہ علیہ وسلم
قولہ اسری — بعدہ
ولفظ العبد عبارة عن
مجموع الروح والجسد،
(سراج منیر ج ۲ صفحہ ۲۲۹)

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے فَاسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّکُمْ مُّتَّبِعُونَ
(پ ۱۴ ع ۱۱۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا میرے بندوں بنی اسرائیل کے لوگوں
کو رات کے وقت مصر سے باہر لے چلو کیونکہ دن ہو گیا تو قبطی تمہارا تعاقب کر کے
نہیں جانے دیں گے۔ اب اگر کوئی شخص اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کا یہ معنی کرے کہ
اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے کو خواب کی حالت میں روحانی طور پر مکہ سے بیت المقدس
کی طرف لے گیا۔ تو یہ معنی اس کے مشابہ ہے کہ کوئی شخص فَاسْرِ بِعِبَادِیْ کا
مطلب یوں بیان کرے کہ اے موسیٰ علیہ السلام میرے بندوں کو بحالت خواب محض
روحانی طور پر مصر سے کنعان کی طرف لے چلو لہذا ثابت ہوا کہ یہاں جسمانی معراج مقصود
ہے۔ اگر روحانی اور خواب کا واقعہ ہوتا تو قرآن مجید میں اَسْرٰی بِرُوحِ عَبْدِہٖ
نازل ہوتا۔ (ماخوذ از عمدۃ القاری ج ۷ صفحہ ۲۲۹ اور تفسیر کبیر ج ۵ صفحہ ۵۷۲ اور الروضۃ
الانف ج ۱ صفحہ ۲۴۳)

برہان حدیث شریف

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے قریش نے

ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال لما

بھڑایا تو میں حطیم میں میزابِ حمت
کے نیچے ٹھہر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے
سامنے بیت المقدس کو ظاہر فرمایا۔ پھر
میں انکو اسکی نشانیوں کی خبر دینی شروع کی حالانکہ
میں اسوقت بیت المقدس کی طرف دیکھ رہا تھا

کذبتی قریش قمت فی
الحجر فجلی اللہ لی بیت
المقدس فطفقت اخبرهم
عن آیاتہ وانا انظر الیہ
(بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مسلم ج ۱ ص ۹۶)

کتاہون میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف سے جسمانی معراج ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اگر

خواب کا واقعہ ہوتا تو جھٹلانے کی کیا ضرورت تھی، تفسیر فتح القدیر از شوکانی ج ۲ ص ۳۵
نخا جی بیضاوی ج ۲ ص ۶ یواقیت والحوار ج ۲ ص ۱۲ مزید براں جب مسجد اقصیٰ کے نشانات
بتائے گئے تو صحیح صحیح بتائے گئے، قافلوں کے حالات سنائے گئے، تو سچ سچ سنائے گئے مقام
روح پر پیالہ سے پانی نوش فرمایا تو پیالہ خالی پایا گیا، ذی مروہ کے مقام پر براق کی رفتار
کے فراٹے سے اونٹ ڈر کر کودا، تب شتر سوار اس سے گرا اور اس کے ہاتھ کی کلائی
ٹوٹ گئی، ان تمام واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ معراج بحالت بیداری ہوئی۔

الروض الاف ج ۱ ص ۲۳۲ ہاں اس سے

دیدہ کور کو کیا آنے نظر کیا دیکھے،
آنکھ والا تیرے جلوں سے کا تماشہ دیکھے،

برہانِ قولِ صحابی

کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

سے جسمانی معراج کے وقوع کی دلیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا جو خدا جبریل علیہ السلام کو
ہزار بار آسمان سے زمین پر اتار سکتا ہے وہی خدا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو زمین سے آسمان پر لے جا سکتا ہے اس کے بعد امام فخر الدین رازی اس
قول کی تشریح میں یوں ارقام پذیر ہیں کہ اگر جسم کثیف کا اپنے ارضی مرکز سے عالم
سماوی میں جانا ناممکن ہے۔ تو جسم لطیف کا اپنے سماوی مرکز سے عالم دنیا میں آنا
کس طرح ممکن ہوگا پس چاہیے کہ جو شخص جسمانی معراج کا انکار کرتا ہے،

وہ حضرت جبریل علیہ السلام کے اترنے کا لازمی طور پر انکار کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو خدا تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام کو اس کے ملکوتی مرکز سے دوسرے عالم (ناسوتی مرکز) میں بھیج سکتا ہے تو وہ قادر مطلق اپنی قدرت سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیاوی مرکز سے سماوی مرکز میں بھیج سکتا ہے (حاصل از تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۲۲) یعنی جو شخص قرآن کے نزول کا قائل ہے وہ معراج جسمانی کا انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جو شخص عالم بالا سے عالم سفلی میں ملائکہ کے نزول کا قائل ہے وہ عالم سفلی سے عالم بالا میں حضور سر ایا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج کا قائل ہے۔

برہان روایت درایت

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام سے اس رات عرض کی جس رات میں آپ کو معراج ہوئی کہ میں نے آج رات آپ کو آپکی جگہ پر تلاش کیا اور آپ کو نہ پایا آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حضرت جبریل علیہ السلام مسجد اقصیٰ کی طرف لے گئے تھے

عن شداد بن اوس
انه قال للنبي صلى الله
عليه وسلم ليلة اسرى
به طلبتك يا رسول الله
البارحة في مكانك
فلم أجده فاجابه
انه جبريل عليه السلام
حملني الى المسجد
الاقصى (شفاء شریف ج ۱ ص ۱۹)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی کہ میں نے آپ کو آج رات آپکی

عن ابی بکر رضی اللہ
عنه انه قال للنبي صلى
الله عليه وسلم طلبتك
يا رسول الله البارحة

فِي مَكَانِكَ فَلَمْ أَجِدْكَ	جگہ پر تلاش کیا اور میں نے
فَاجَابَ اَنْ جَبْرِيلَ عَلَيْهِ	آپ کو نہ پایا آپ نے فرمایا کہ حضرت
السَّلَامُ حَمْلُهُ الْحَى	جبریل علیہ السلام مجھے مسجدِ قسطنطنیہ
الْمَسْجِدَ الْاَقْصَى	میں لے گئے تھے

اس کے علاوہ امام برہان الدین حلبی لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ام ہانی کے گھر میں سوئے ہوئے تھے حضرت ام ہانی کا کہنا ہے کہ رات کے ایک حصہ میں میں نے آپ کو گم پایا اور میری نیند اچاٹ ہو گئی اس خوف سے کہ کوئی دشمنوں کی طرف سے لاحق ہو جائے، اور ابن سعد سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے اس رات اپنی قیام گاہ پر نہ پایا تو بنو عبد المطلب آپ کی تلاش میں ادھر ادھر چکر لگاتے تھے کہ حضرت عباس ذی طوی کے مقام پر یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پکارتے تھے حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا لَئِيكَ لَئِيكَ حضرت عباس نے عرض کیا آپ نے اپنی قوم کو تھکا دیا آپ کہاں تھے آپ نے فرمایا بیت المقدس کی طرف گیا تھا عرض کیا آج کی رات وہاں گئے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں آج ہی رات وہاں گیا تھا پھر حضرت عباس نے عرض کیا آپ ہر طرح خیریت سے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں بالکل ہر طرح خیریت سے ہوں کہتے ہیں کہ معراج سے واپسی پر آپ نے ذی طوی براق سے اتر کر حضرت عباس سے یہ بات چیت کی ہوگی۔ (سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۰۵)

برہان تاریخ عالم

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت وحید رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی طرف بھیجا۔ حدیث کی کتابوں میں حضرت وحید کے جانے اور وہاں شاہی دربار میں پہنچنے کا پورا واقعہ موجود ہے اور یہ بھی ہے کہ قیصر روم نے جو بیت المقدس کی زیارت کے لئے شام میں موجود تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مکتوب گرامی پڑھنے کے بعد وہاں عرب کے

تاجروں کو بلایا۔ ابوسفیان (اسلام لانے سے پہلے) اور ان کے ہمراہی قیصر روم کے سامنے پیش کئے گئے۔ قیصر روم نے ان سے چند سوالات کئے جن کا ذکر بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔ ابوسفیان کا قول ہے کہ میں چاہتا تھا کہ ہر قل قیصر روم کے سامنے کوئی ایسی بات کروں جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ شان اس بادشاہ کی نظروں میں گر جاتے مگر مجھے خوف تھا کہ میں ایسا نہ ہو میرا جھوٹ ظاہر ہو جاتے اور میں بدنام ہو جاؤں۔ اور میری سرداری پر بھی داغ آجائے۔ میں اس فکر میں تھا کہ مجھے معراج کے متعلق اس کی بات یاد آگئی میں نے فوراً کہا اے بادشاہ! کیا میں آپ کو ایسی بات بتاؤں کہ جس کے سننے سے تجھے یقین ہو جائے کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ بادشاہ نے کہا وہ کیا بات ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک ہی رات میں مکہ سے چلا اور ایلیا بیت المقدس میں آیا اور اس رات ہی مکہ واپس ہو گیا۔ ابوسفیان نے کہا جس وقت میں یہ بات کہہ رہا تھا اس وقت بیت المقدس کا متولی جو عیسائیوں کا بڑا پادری تھا۔ قیصر روم کے پاس کھڑا ہو کر سب کچھ سن رہا تھا۔ میری بات پوری ہونے کے بعد وہ پادری بولا کہ مجھے اس رات کا علم ہے۔ قیصر روم نے کہا تجھے کس طرح علم ہے۔ پادری نے کہا میری عادت ہے کہ میں ہر روز رات کو سونے سے پہلے مسجد کے تمام دروازے بند کر دیتا ہوں۔ اس رات میں نے تمام دروازے بند کر دیئے مگر انتہائی کوشش کے باوجود ایک دروازہ بند نہ ہو سکا میں نے اپنے کارندوں اور تمام حاضرین سے مدد لی سب نے پورا زور لگایا مگر دروازہ نہ ہل سکا۔ بالاخر میں نے سوچا کہ اوپر کی عمارت نیچے آگئی ہے جس کے سبب سے اوپر کی چوکھٹ کا اس پر دباؤ پڑ گیا ہے اب رات کو کچھ نہیں ہو سکتا۔ صبح دیکھیں گے جو خرابی بھی ہے درکھانوں کو بلا کر درست کرا لی جاتے گی۔ پادری نے کہا دروازہ کے دونوں کواڑ کھلے چھوڑ کر ہم لوگ واپس چلے گئے صبح ہوتے ہی میں وہاں آیا اور یکایک دیکھتا ہوں کہ مسجد کا وہی دروازہ بالکل ٹھیک ہے

اور مسجد کے کونے میں جو پتھر پڑا تھا اس کے سوراخ سے سواری باندھنے کا نشان نظر آیا۔
 یہ منظر دیکھ کر میں سمجھ گیا آج کی رات انتہائی کوشش کے باوجود کواڑوں کا بند نہ ہونا۔
 اور پتھر کے سوراخ کا واضح ہو جانا اور پھر اس میں جانور باندھنے کا نشان ہونا
 حکمت سے خالی نہیں تب میں نے سوچا کہ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ایک
 آنحضرت زماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس سے آسمان پر جانا تھا آج رات
 وہ تشریف لے جا چکے ہیں۔ پھر سب لوگوں کو بلا کر حقیقت سے آگاہ کیا۔

(در منثور ج ۳ ص ۱۵۱) (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۱۲) (روح البیان ج ۱۲ سیرت ج ۱۲ ص ۱۱۲)

برہان فقہی

شرعیات کا قاعدہ یکہ ہے جب دو چیزیں جمع ہو جائیں اس
 طرح کہ ایک ان میں غالب ہو اور دوسری مغلوب ہو تو حکم غالب

کا معتبر ہے۔ مثلاً دودھ اور پانی ملا کر کسی شیر خوار بچہ کو پلائیں اگر دودھ غالب ہے
 رضاع ثابت ہے اگر پانی غالب ہے تو رضاع ثابت نہیں۔ اسی طرح اگر خون آلودہ
 لعاب منہ سے خارج ہو۔ اگر خون غالب ہے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر لعاب
 غالب ہے۔ تو وضو برہاں رہ جاتا ہے۔ اسی طرح کھوئی چاندی ہے اگر خالص چاندی
 غالب ہے۔ تو حکم چاندی میں ہے۔ اگر کھوٹا پن غالب ہے تو حکم کھوٹے پن میں
 ہے۔ اسی طرح جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت مبارکہ عنصرت مظہر
 پر غالب آئی تو اس کے پرواز میں کوئی تعجب نہیں ہے اس لئے صوفیاء کرام
 کا مقولہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بلحاظ نورانیت زمین سے آسمان پر
 جانا تعجب کا باعث نہیں بلکہ آسمان سے زمین پر اترنا تعجب خیز ہے چنانچہ
 اس بارہ میں حضرت امیر خسرو دہلوی کا قطعہ ملاحظہ ہو۔

چہ پوشی رفعت خود را بکنج مسکنت ایں جا

کہ شد از مقعد صدقت براں سو صد ہزار اوطان

کرم بر خاکیاں داری و گرنہ کتے بگل خسید

تنے زان گونہ کش اعلا را اودنی است خانومان

برہان اہل کشف

حضرت محی الدین شیخ اکبر رضی اللہ عنہ
جسمانی معراج کی دلیل یوں تحریر فرماتے ہیں

وكان الاسراء بروحه وتكون رويأراها كما ير النائم في نومه كما انكره احد ولا نازعه احد وانما انكر واعليه كونه اعلمهم ان الاسراء كان بحسبها في هذه المواطن كلها فتوما يجهل	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج اگر روحانی ہوتی جیسا کہ کوئی شخص خواہ میں کوئی واقعہ دیکھتا ہے۔ تو اس بات کا کوئی انکار نہ کرتا اور نہ کوئی آپ سے تنازع کرتا۔ کفار نے معراج کا انکار اس لئے کیا تھا کہ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتلایا تھا کہ تمام مواقع میں سے معراج جسمانی ہوا ہے۔
--	---

حیراتی کی بات ہے کہ کفار کو تو یقین ہے کہ آپ جسمانی معراج کا دعویٰ پیش کر
رہے ہیں۔ اس لئے انکار کر دیا مگر اسلام کے دعویٰ دار آپ کی معراج کو روحانی قرار
دیں تو مقام حیرت ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں

اب گلشن دین کی لیجے منبر بتل نے پھری گل سے نظر
ہر گل ہے پریشاں اے آقا انجام گلستاں کیا ہوگا
رہن بھی چلا بن کر رہبر، ڈاکو بھی چلا بن کے لینڈر
جو شمع بجھانے آیا ہے وہ شمع شبستان کیا ہوگا

برہان مشاہدہ

مشہور ہے کہ ایک دفعہ کوئی فلاسفر لیچر کر رہا

تھا اور معراج کے مضمون کا انکار کرتے ہوئے کہہ

رہا تھا کہ جسم عنصری کا آسمانوں سے پار چلا جانا عقل باور نہیں کر سکتی ایک مسلمان نے اس سے

دریافت کیا کہ آپ کو عینک لگانے کے بعد بھی آسمان کے ستارے نظر آرہے ہیں یا نہ۔ فلاسفر کہنے لگا اس میں بھی کوئی شک کر سکتا ہے کیونکہ شیشہ آنکھوں کی بینائی کے سامنے آڑ نہیں بن سکتا۔ مسلمان نے جواب دیا کہ تیری آنکھوں کی نگاہ عینک کے شیشہ سے نہیں رک سکتی اور ستاروں تک پہنچ گئی تو بتاؤ کہ خدا کے نور کے سامنے یہ آسمان کیسے آڑ بن سکتے ہیں۔

مخالف کہتے ہیں کیسے نبی افلاک پر پہنچے!
فلک پر کون سے درتھے کہ عرش پاک پر پہنچے
مخالف کی یہ کیسی بے دھنکی گفتار ہوتی ہے
رسول پاک کے آگے فلک کی آڑھ ہوتی ہے
خدا کے نور کے آگے کہیں دیوار ہوتی ہے
نظر پڑتی ہے جب شیشہ پہ فوراً پار ہوتی ہے

(ف) یہ جواب مخالفین کے لئے حجت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سراپا نور ہیں۔ اس لئے کہ متعدد آیات قرآنی مثلاً: قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ (پ ع ۱۷) اور مَثَلُ نُورٍ كَمِشْكُوهٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ (پ ع ۱۱) اور يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ (پ ع ۱۹) میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت مبارکہ کا ذکر ہے۔ علامہ اقبال نے خوب کہا۔

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردہ میم امھا کر
وہ بزم طیبہ میں آ کے بیٹھے ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

معراج منافی کے جواب

اب یہاں ان شبہات کا جواب

دیا جاتا ہے۔ جن سے منافی معراج معلوم ہوتا ہے
فقولہ فخلالہ یل یقظہ
حضرت رجب بن احمد رحمۃ اللہ علیہ

إشارة الى الرد على من
 زعم ان المعراج كان
 في المنام على ما روى
 عن معاوية انه سئل
 عن المعراج فقال
 كانت روى سالحة
 وروى عن عائشة رضي
 رضى الله عنها انها قالت
 ما فقد جسد محمد صلى
 الله عليه وسلم ليلة
 المعراج وقد قال
 الله تعالى وما
 جعلنا الرؤيا التي
 اريناك الا فتنة للناس
 واجيب بان المراد
 الرؤيا بالعين والمعنى
 ما فقد جسده عن
 الروح بل كان مع روح
 وكان المعراج للروح
 والجسد جميعاً وقوله
 بشخص إشارة الى
 الرد على من زعم
 انه كان للروح فقط

سنوئی ۱۳۳۳ھ اپنی تصنیف مبارک
 میں یوں تحریر فرماتے ہیں طریقہ محمدیہ
 کا لکھنا اس کا جواب مطلوب
 ہے جو کہتے ہیں کہ معراج خواب
 کی حالت میں تھا جیسا کہ امیر معاویہ
 سے روایت ہے جب اس سے پوچھا
 کیا معراج کیسے ہوئی کہا کہ یہ ایک
 اچھے قسم کا خواب تھا اور حضرت
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
 ہے وہ فرماتی ہیں معراج کی رات حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسم مبارک
 کہیں گم نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا کہ ہم نے تیرے خواب کو
 جو تجھے دکھایا تھا لوگوں کو آزمائش
 میں ڈال دیا تھا۔ ان سب باتوں
 کا جواب یہ دیا گیا کہ روایہ سے
 خواب کا معنی مراد نہیں بلکہ آنکھ
 کا دیکھنا مراد ہے اور حضرت عائشہ
 رضی اللہ عنہا کی حدیث کا مطلب
 یہ ہے کہ آپ کے جسم مبارک کو
 روح سے الگ اور گم نہیں پایا گیا
 بلکہ جسم بھی روح تھا معراج روح
 اور جسم ہر دو کو جمیعاً ہوئی۔

وَلَا يَخْفَىٰ أَنْ الرُّوحَ فِي
النَّامِ أَوْ بِالرُّوحِ
لَيْسَ مِمَّا يَنْكَرُ عَلَيْهِ كُلُّ
الْإِنْكَارِ وَالْكَفَرَةِ
انْكُرُوا أَمْرًا مَعْرَاجًا
غَاثَةُ الْإِنْكَارِ بَلْ كَثِيرٌ
مِّنَ الْمُسْلِمِينَ
ارْتَدَوْا بِسَبَبِ ذَلِكَ ،
وسيلة احمدیہ والذریعہ السردیہ
شرح طریقہ محمدیہ ج ۱ ص ۱۸۰

اور ماتن نے لِشَخْصٍ کہا اس
شخص کے خیال کا جواب ہے جو
کہتا ہے معراج صرف رُوح کو ہوتی
ہے اور مخفی نہ رہے معراج اگر خواہ
کی حالت میں ہو یا صرف رُوح
کے لئے ہو انکار کے قابل نہیں
حالانکہ کفار نے معراج کی اصلیت
کا پورا پورا انکار کیا بلکہ بہت سے
خام عقیدہ کے اس واقعہ کی دستبرد
ہو گئے۔ (نعوذ باللہ)

(۲) وقوله في حديث آخر
بين النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ
وقوله ايضاً وهو نَائِمٌ
وقوله ثم استيقظت
فلأجبة فيه إذ قد
يحتمل أن أوّل دخول
الملك إليه كان وهو
نائِمٌ أو أوّل حمله
والإسراء به وهو نائمٌ
وليس في الحديث أنه
كان نائماً في القصة
كلها إلا ما يدل عليه

اور قول اسکا کہ دوسری حدیث میں
ہے بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ
اور قول اس کا بھی وَهُوَ نَائِمٌ
اور اسکا ثُمَّ اسْتَيْقَظْتُ
اسمیں روحانی معراج کی دلیل قائم نہیں
ہو سکتی اس لئے کہ احتمال ہو سکتا ہے
کہ جب پہلے فرشتہ آپ کی خدمت
میں پہنچا آپ نیند میں تھے اور قد
میں یہ کہیں نہیں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام معراج کے سارے واقعات
نیند کی حالت میں تھے۔ ہاں ایک
لفظ ہے جو بظاہر اس پر دلالت

قوله ثم استيقظت وانا
في المسجد الحرام فلعل

قوله استيقظت بمعنى
اصبحت او استيقظ

من نوم اخر بعد
دخوله بيته (شفا شريف ج ۱ ص ۱۹۲)

ووجه رابع وهو ان
يعبر بالنوم ههنا عن

هيئة النائم من
الاضطجاع ويقويه

قوله في رواية عبد بن
حميد عن همام بن

انا نائم وربما قال مضطجع
وفي رواية هدية عنه

بيننا انا نائم في الحطيم
وربما قال في الحجر

مضطجع وقوله في
الرواية الاخرى بين

النائم واليقظان فيكون
سني هيئته بالنوم

لما كانت هيئة النائم
غالبًا

(۱۳) امام ابن حجر عسقلاني رحمه الله

کرتا ہے وہ یہ کہ ثم
استيقظت وانا في

المسجد الحرام بن شاید
استيقظت کا معنی اصحت

ہے۔ یا گھر میں پہنچنے کے بعد جو
نیند آپ نے فرمائی۔ اس سے

بیدار ہونا مراد ہے۔ اور چوتھی
وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کروڑ

کے بل لیٹنے کو نوم سے تعبیر کیا گیا
ہو جسے عربی میں اضطجاع کہتے

ہیں۔ اور عبید بن حمید جو ہمام سے
روایت کرتے ہیں کبھی سونے کا لفظ

کہتے ہیں۔ اور کبھی لیٹنے کا ذکر کرتے
ہیں۔ اور حضرت ہدیہ کی ہمام سے

روایت میں بھی یوں ہے کہ میں حطیم
میں سویا تھا۔ اور کبھی فرمایا کہ میں

حجر حطیم میں لیٹا ہوا تھا۔ اور ایک
دوسری روایت میں ہے کہ میں

نیند اور بیداری کے درمیان تھا
تو نیند کی حالت کو نیند

سے تعبیر کیا گیا۔
(شفا شریف ج ۱ ص ۱۹۳)

کم از کم روایت کرنے والے کا

فاستيقظ وهو بالمسجد
الحرام کے تحت اقام فرماتے
ہیں۔ واقله قوله
فاستيقظ وهو عند
المسجد الحرام
فان حمل على
ظاهرة جاز ان
يكون نام بعد ان
هبط من السماء
فاستيقظ وهو عند
المسجد الحرام
وجاز ان يوءول
قوله استيقظ اى
افان مما كان
فيه فانه كان اذا
اوحى اليه
يستغرق فيه فاذا
انتهى رجع الى
حاله الاولى فكفى
عنه بالا استيقاظ

افتح الباری

رج ۱۲ ص ۱۴۱

یہ قول ہے کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
بیدار ہوتے تو آپ مسجد حرام میں
تھے اس قول کو ظاہر پر بھی حمل کرنا
جائز ہے اور اس کی تاویل بھی کی
جاسکتی ہے۔ ظاہر پر حمل کریں تو یہ
کہیں گے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے آسمان سے واپس تشریف لا کر
مسجد حرام میں سو گئے پھر جب
بیدار ہوئے تو مسجد حرام ہی میں تھے
اور اگر تاویل کریں تو یہ معنی ہونگے
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب
معراج کے حال سے افاقہ ہوا تو آپ
مسجد حرام میں تھے۔ کیونکہ جب حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی ہوتی تھی
تو آپ اس میں مستغرق ہو جاتے جب
وحی ختم ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو حالت استغراق سے افاقہ ہو جاتا
تھا یہی کیفیت معراج کے لئے ہوتی
تھی کہ جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
معراج میں رہے آپ پر استغراق طاری
رہا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد
حرام میں واپس آئے آپ وہ استغراق

زائل ہوا جس کو راوی بیدار ہونے سے تعبیر کرتا ہے۔

(۴۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

معراج کی رات میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک
گم نہیں پایا۔

ما فقدت جسد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ليلة المعراج

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو معراج ۱۲ھ میں ہوئی اور حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی مبارک ہجرت کے بعد ہوئی ظاہر ہے کہ اس وقت حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور علیہ السلام کے پاس پایا جانا مشکل ہے۔ پھر ان کا فرمانا کہ میں
نے جسم مبارک کو معراج کی رات گم نہ پایا کیوں کہ تصویر میں آسکتا ہے؟ سوا اس کے
اور کوئی صورت نہیں بن سکتی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعدد روحانی معراجوں سے
کسی روحانی کا ذکر فرما رہی ہیں اس حدیث میں معراج متعارف کے جسمانی ہونے کا
انکار ثابت نہیں ہو سکتا۔

(۴۵) اب رہا یہ شبہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے

اور نہیں کیا ہم نے اس روایا کو جو
آپ کو دکھائی۔ لیکن لوگوں کے
لئے آزمائش تھی۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي
أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ
(پ ۱۶ ع ۶)

(الف) بعض لوگوں نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے معراج منافی
کا قول کیا ہے اور کہا ہے کہ روایا کا معنی خواب کا ہے لہذا ثابت ہوا کہ آپ کو
خواب میں معراج ہوئی۔ حالانکہ اس آیت کو صلح حدیبیہ یا جنگ بدر کی خواب میں مفسرین نے
جب محمول کیا ہے۔ تو اس آیت کا معراج پر محمول کرنا حتمی اور یقینی نہ رہا۔ کیوں کہ
إِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطُلُ اسْتِدْلَالٍ جب احتمال آجائے تو استدلال
باطل ہو جاتا ہے

(ب) روایا بمعنی روایت بھری میں مستعمل ہے۔ علی الخصوص رات کو آنکھ سے

سے معراج نہ ہوئی اس میں بہت راز اور مجید ہیں۔ گوان رازوں کو اللہ جانتا ہے
مگر عشق و محبت کے مستانوں کے لئے کچھ اشارے لکھے جاتے ہیں

(الف) مکہ سے مدینہ تک نزول انوار اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ مکہ سے پندرہ منور
تک جو زمین ہے اُس پر انوارِ معراج کا ورد ہو اور ان انوار سے برکت حاصل ہو
اس لئے مکہ شریف سے معراج ہوئی اگر مدینہ منورہ سے معراج ہوتی تو مکہ اور مدینہ
کے درمیان والی زمین معراج کے انوار و برکات سے مستفیض نہ ہو سکتی۔

(ب) شعب ابی طالب کا صلہ، ابو طالب کی گھائی میں پورے تین سال حضور
صہور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام اس حال میں رہنے پر مجبور کیا گیا کہ زندگی کے
تمام ذرائع ان سے روک لئے گئے۔ حتیٰ کہ کھانا بند کر دیا گیا اور پانی بھی بند کر دیا گیا
ایسے سخت دباؤ ڈال کر بایکھاٹ کیا گیا جس سے زیادہ بایکھاٹ ممکن نہ تھا قاعدہ
ہے جس چیز کو ایک طرف دباؤ لگے تو دوسری طرف اس کا ابھرنا ناگزیر ہے یہی وجہ
ہے شعب ابی طالب کی تکالیف کا آپ کو وہ صلہ ملا جو حراً کے واقعہ سے زیادہ
ندرت رکھتا ہے۔ جو کسی مکتب میں نہیں گئے اور اس کو کتاب دی گئی وہی فرماتے
ہیں کہ ایک رات کی ایک آن میں مجھے وہ عروج حاصل ہوا جو آج تک کسی کو نہ ہوا
اور نہ ہوگا۔ (النبی الخاتم)

(ج) دنیوی اور اخروی برکات کے دو چشمے، جس طرح بچہ کو ماں کے پیٹ
میں ناف سے غذا ملتی ہے اسی طرح تمام روتے زمین کو ساری برکتیں بیت اللہ
سے ملتی ہیں۔ اس لئے اس کو نافِ زمین بھی کہتے ہیں جیسا کہ ریاضِ تحقیق نادر میں
لکھا ہے۔ اور بیت المقدس قیامت کے دن لوگوں کے وقوف کی جگہ ہے۔
اس دن جتنی برکتیں ان لوگوں کو ملیں گی جو اس کے مستحق ہوں گے وہ بیت المقدس
سے ملیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ اسرار کی ابتدا مکہ شریف سے اور اس کی انتہا
بیت المقدس میں ہوئی تاکہ دنیا اور آخرت کے برکات کے دو چشمے رسالت
کے ان انوار سے مستفیض ہوں جو معراج میں جلوہ گر تھے۔

(د) ابتدا اور انتہا میں مساوات | آپ کو مکہ شریف سے اس لئے معراج ہوئی تاکہ اسرار کی ابتداء اور انتہا میں مساوات ہو جائے یعنی معراج وہ سفر جس کا زمین سے تعلق ہے

ایک بیت اللہ (خانہ کعبہ) سے شروع ہوا۔ اور دوسرے بیت اللہ (بیت المقدس) میں ختم ہوا۔ گویا بعنوان دیگر یوں کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا مہمان اللہ تعالیٰ کے گھر سے چلا اللہ تعالیٰ کے گھر میں گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف جارہا ہے۔ مِنْهُ الْبِدَايَةُ وَإِلَيْهِ الْبِهَايَةُ اس سے شروع اور اسی تک مقصود کی انتہا ہے۔

(ھ) تسلی دادن فاطر عاظرا، | مکہ شریف سے معراج ہونے کا سبب یہ ہے کہ جتنی مکہ میں ایذا دی گئی اتنی کہیں بھی نہیں دی گئی۔ جب کفار نے ایذا میں نہایت کر دی تو رب کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو تسلی دی اور قدرت کے وہ عجائب اور غرائب دکھائے اور سنائے جو نہ کسی نے دیکھے اور نہ کسی نے سنے ہیں۔

(و) اسماء شریف میں جزوی تناسب، | جب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العالمین کی بارگاہ کا قصد فرمایا تو آپ کا یہ مقدس معراج اس مقدس مقام سے شروع ہے جس کا نام ہدی للعالمین ہے۔ کیوں کہ ان اسماء شریفہ میں ایک قسم کا جزوی تناسب تھا۔

بھنے حضرات نے سیر معراج کی توجیہ سرعت سیر سے کی ہے یہاں تک

کیفیت سیر معراج

کہ مکان اور زمان ہر دو اپنے استعداد پر باقی تھے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ وہ مسافت جس کو حضور علیہ السلام نے معراج کی رات طے فرمایا نہایت دراز تھی حتیٰ کہ حقائق محقائق میں ہے کہ مکہ شریف سے مقام اڈیجی تک تین سے لاکھ سال کی مسافت تھی۔ اور بعض نے پچاس ہزار وغیرہ ذالک کا قول کیا ہے۔

اور بعض نے زمان اور مکان بحالہ مان کر مسافت کی طیّ رسمٹ جانے کا قول کیا ہے۔ جیسا کہ روح المعانی میں ہے ایسی کرامات بہت بزرگوں سے ظاہر ہوتی ہیں۔ معتبر اور ثقہ لوگوں کی حکایات کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ فقہانے بھی اولیاء کرام کی کرامات کے سلسلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اور یہ امر شرعاً ممکن ہے۔ فلا سفر اس کو طفرہ سے تعبیر کرتے ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ ایک مکان سے دوسرے مکان تک اس حیثیت سے پہنچنا کہ وہ مسافت ہو بیدار اور منتہی کے درمیان واقع ہے۔ اس سے محاذات واقع نہ ہو۔ اور بعض حضرات نے مسافت بر حال اور زمان کی نشر دپھیل جانے کا قول کیا ہے اور اس سے قائل کا قول ہے۔ کہ ازل سے ابد تک ایک نقطہ ہے حتیٰ کہ ازل اور ابد دونوں میں اس لحاظ سے اعتباری فرق ہے۔ کیونکہ ایک نقطہ میں تجزیہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وَلَيْسَ يَفْقَهُمْ ذَلِكَ عِنْدِي إِلَّا لِمُتَجَرِّدُونَ مِنْ جَلَدٍ يَبْ أَبَدًا إِنَّهُمْ وَقِيلَ مَا هُمْ (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱) امام محمد آلوسی مفتی بغداد فرماتے ہیں کہ اس عبارت اور مطلب کی حقیقت کو اجسام کے لباس سے متجرد حضرات سمجھ سکتے ہیں۔ اور وہ بہت قلیل لوگ ہیں خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو کرامات اور معجزات کی حقیقت پر یقین رکھنا چاہئے اور کیفیت کا معاملہ ہماری سمجھ سے بالا ہے اسکو باری تعالیٰ جانتا ہے۔ وَاللَّهُ السُّوَفُ لِلصَّوَابِ اور طی مکان، نشر مکان کی طرح نشر زمان اور طی زمان بھی ہیں تمام تر واقعات کو صوفیائے کرام نے تسلیم کیا ہے جب کہ معراج کے واقعہ سے یہ تحقیق مناسب تھی۔ اس لئے ہم نے اس مقام پر مسائل بیان کر دیئے ہیں۔ اور اللہ جلّ شانہ ہی ہر کام کی حقیقت اچھی طرح جانتے ہیں

سکون نظم عالم | مالک الملک کے عرشی مہمان صلی اللہ علیہ وسلم

جب معراج سے واپس آئے تو وہی آن باقی تھی حتیٰ کہ بستر مبارک مہنوز گرم تھا وضو کا پانی نہہ رہا تھا۔ اور حجرہ کی زنجیر

اہل رہی تھی۔ اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ کہ فی الحقیقت آپ کو معراج
 میں کتنا عرصہ لگا۔ ہاں ایک مشہور قول ہے کہ اٹھارہ سال کے عرصہ تک
 نظام عالم میں سکون رہ گیا۔ گو جدید اور قدیم فلسفہ میں منہمک اور نئی
 روشنی کے خیال کے لوگ اس کو بعید از عقل کہہ دیں۔ مگر معجزات کو عقل کی
 کسوٹی پر پرکھنا بیکار ہے۔ کیونکہ معجزہ وہ ہے جس کے مقابلہ میں انسان عاجز
 ہو جاتے۔ اور عقل حیران رہ جاتے۔ خاص کر معراج کے واقعات اول سے
 آخر تک افوکھے اور نرالے ہیں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت عجائبات
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھائے کہنے کو پھر بھی کہا جاتا ہے کہ اتنی مدت
 گزرنے پر نظام عالم کس طرح بدستور رہا۔ نہ پورے اپنی مقدار سے بڑھ
 گئے نہ درختوں کی جسامت میں اضافہ ہوا نہ کسی رہرو مسافر کی قطع مسافت
 میں زیادتی ہوئی نہ سونے والے اتنے طویل زمانہ بیدار ہوئے نہ ناخنوں اور
 بالوں میں تغیر اور تراخی زمان کے باوجود نہ کسی چیز میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی
 اگر وہ آسمیں غور کرتے تو شبہ نہ رہتا کہ جس طرح گھڑی کئی سال بند پڑی رہے
 تو اس کی سوئیاں اور پُرزے برقرار رہتے ہیں۔ یا کسی کارخانہ کا مالک اپنے
 دوست کی آمد پر کارخانہ بند کر دیتا ہے اور ملاقات کے بعد کارخانہ کو چالو
 کر دیتا ہے۔ اسی وقت سب پرزہ جات چلنے شروع ہو جاتے ہیں (ریاض اللہ) ۲۰۲
 ص ۲۰۲ پر اسی طرح لکھا ہے کہ اس رات کو رب العظیم کا خطاب مستطاب ہوا۔
 کہ جبریل علیہ السلام تہلیل موقوف کر کے زاویہ طاعت کو چھوڑ دے۔ اور
 میکائیل علیہ السلام بندوں کی قسمت اور رزق کا پیمانہ ہاتھ سے دھرے۔ اور
 اسرافیل علیہ السلام صُور اٹھانا موقوف کر دے اور عزرائیل علیہ السلام روحوں
 کے قبض کرنے سے ہاتھ بند کر دے۔ رضوان جنت کو چاہے کہ بہشت کو
 آراستہ و پیراستہ کرے۔ دریا بہنے سے، ہوا چلنے سے، افلاک سیر و گردش
 سے باز رہ جائیں حتیٰ کہ جب قرب تمام جنابِ جالوتِ انام و حصول کلام و

دیدار و دیگر جلیل نعمتوں کے حصول کے بعد حضور علیہ السلام نے مراجعت فرمائی تو مہنوز و ضو کا پانی بہہ رہا تھا۔ حجرے کی زنجیر ہل رہی تھی۔ بستر بدستور گرم تھا۔ علامہ اقبالؒ کا کلام سنئے۔

ہو نہ یہ پھول تو بُلْبُل کا ترنم بھی نہ ہو چمن دہریں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو مئے بھی ہو خم بھی نہ ہو بزمِ توحید بھی دنیا بھی ہو خم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے

فیض ہستی کی تیش آمادہ اسی نام سے ہے

تمثیل و قیاس

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد کو فرمایا کہ مصر سے جب کمنغان واپس جانے کا ارادہ ہو تو چلتے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانا کیونکہ انکی وصیت تھی کہ ان کو آباد اجداد کے گورستان میں دفن کیا جائے۔ اور اس وصیت کو مصری لوگوں نے پورا نہ ہونے دیا۔ آپ جب تک اس کو ہمراہ نہ لو گے۔ تم کو کمنغان کا راستہ نہ ملے گا۔ اور سارا قافلہ اسیں پریشان رہ جائے گا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ کوئی واقف ہو جو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشان دہی کر دے تو اس کو انعام ملے گا۔ ایک بڑھیا حاضر ہو کر کہنے لگی۔ میری چند شرائط قبول ہوں تو میں قبر کا نشان بتلا دوں گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شرائط دریافت کئے تو کہنے لگی ایک تو میں نابینا ہوں۔ میری بینائی درست ہو جائے۔ دوسری بات یہ

ہے کہ میں جوان ہو جاؤں تیسری بات یہ ہے کہ ہشت میں مجھے اپنی رفاقت میں شامل حال رکھنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکی سب شرائط کو قبول فرمایا۔ وہ بوڑھی جوان اور بینا ہو گئی۔ دریاے نیل کے کنارے پر جا کر درمیان دریا کے ایک جگہ کی نشان دہی کی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا صندوق یہاں ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جس کنارے دفن کیا جاتا تھا وہ کنارہ آباد و شاداب

ہو جاتا۔ اور دوسرا کنارہ بالکل برباد اور خراب ہو جاتا تھا۔ اس لئے یہ طے ہو گیا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دریا کے درمیان مدفون کیا جاتے۔ تاکہ دریا کے دو ٹوکنا رے آباد ہو سکیں۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام تا حال دریا کے درمیان میں مدفون ہیں۔ بڑھیا کے کہنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کے صندوق کی تلاش ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی الا عالمین! چاند کو اسی جگہ ٹھہرایے۔ اور غروب ہونے سے روک دیجئے۔ تا وقتیکہ ہم اس کام سے فارغ ہو لیں۔ کیونکہ بنی اسرائیل سے ہمارا وعدہ ہے کہ چاند غروب ہوتے وقت سب اکٹھے ہو کر مصر سے کنعان کو چل پڑیں گے۔ اگر چاند پہلے غروب ہو گیا تو لوگوں کو چلنے کے وقت میں ایک تشویش لاحق ہو جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے چاند غروب ہونے سے باز رہ گیا۔ حتیٰ کہ دریائے نیل کے پانی کو ایک طرف کر کے خشکی ظاہر کی گئی پھر کھدائی ہوئی۔ تو ایک ستون برآمد ہوا۔ اس کے ساتھ ایک زنجیر بندھا ہوا نظر آیا پھر اس زنجیر کے بعد ایک آہنی صندوق ظاہر ہوا۔ ایک کے بعد سنگ مرمر کی صندوق نمودار ہوئی جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا وجود مستود و دلالت تھا۔ پھر وہ صندوق اٹھا کر چلے۔ تب چاند غروب ہونے لگا۔ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۲۵)

(ف) یہ دس محرم کی رات تھی چاند غروب ہونے سے موقوف رہا۔ اتنی ہی مقدار تک بقایا تہائی رات برقرار رہی۔ کیونکہ دسویں کا چاند دو تہائی رات کے وقت غروب ہوتا ہے۔ صبح دیر سے نمودار ہوئی۔ سورج اپنی حرکت سے باز رکھا گیا اہل زمین نیند کے نشہ میں مخمور رہ گئے۔ گویا تمام نظام عالم ہی سکون پذیر تھا۔

تمثیلِ علسِ شمس

حضرت یوشع علیہ السلام میدانِ اریحا میں عمالقہ سے چھ ماہ جہاد کر رہے تھے جب فتح کے آثار نمودار ہونے لگے۔ تو جمعہ کا دن تھا۔ اور سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ اس زمانہ میں اس زمانہ کی شریعت کے مطابق ہفتہ کی رات اور جمعہ کے دن شکار اور جہاد حرام

تھا۔ اور پھر سورج غروب ہونے کے بعد جہاد بند کر دیا جاتا تو دشمن کے غلبہ کا اندیشہ تھا۔ اس لئے حضرت یوشع علیہ السلام نے دعا کی اے خداوند! ہم پر بقایا دن کو زیادہ کر تاکہ ہم جہاد کر کے فتح حاصل کریں اللہ تعالیٰ نے سورج کو وہیں روک دیا حتیٰ کہ جہاد ہو تمام مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اور بنی اسرائیل کی فوجوں نے اریحا پر قبضہ جمایا۔ دشمنوں کو ہلاک کیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔ اس کے بعد سورج غروب ہوا۔

(ف) اتنی دیر تک سورج غروب ہونے سے مجبوس رہا۔ اتنی دیر کے بعد مغرب کی سیاہی چھائی۔ ستاروں کے ظہور میں تاخیر ہوئی چاند نے اپنی منازل طے کرنا موقوف کر دیا۔ بلکہ سارا نظام عالم ہی بند رہا۔

ممثل بحال ماندن غذا

بخت نصرا یک کافر بادشاہ تھا یو بنی اسرائیل پر غالب ہوا۔ شہر بیت المقدس کو غراب کیا تمام

لوگوں کو پھر مکررہ بنایا۔ تب حضرت عزیر علیہ السلام بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے۔ اس شہر پر گزرے۔ دیکھ کر تعجب کیا۔ کہ یہ شہر پھر کیوں کر آباد ہو گا۔ خدا کے حکم سے اس جگہ اسکی روح قبض ہوئی۔ پھر سو برس کے بعد وہ زندہ ہوتے اسکو اللہ تعالیٰ نے کہا تو کتنی دیر رہا وہ بولایں ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم عرصہ یہاں ٹھہرا رہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلکہ تو سو برس تک۔

فَانْظُرْ اِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ

لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلَى

حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ

اٰیَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ

اِلَى اَعْضَاہِ

کَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ

تَنْكُسُوْهَا لِحَمٰی (پ ۳۶۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب دیکھ اپنے

کھانے یعنی زیتون کے پھلوں کو اور

اپنے پینے کے پانی یعنی انگوڑوں کے پتوں

کو کہ نہیں مٹے اور نہیں بدلے ہوں

کے توں تازہ دھرے ہیں۔ اور دیکھ

اپنے گدھے کو اور تجھ کو ہم نمونہ بنانا

چاہتے ہیں۔ لوگوں کے واسطے اور دیکھ

ہڈیاں کس طرح جڑتی ہیں۔ پھر ہم ان کو گوشت پہناتے ہیں

پھر جب اس پر یہ سب قصہ ظاہر ہوا۔ کہا میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام وہاں سے گدھے پر سوار ہو کر چلے آپ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ اور سو سال گزرنے کے باوجود آپ کی عمر وہی رہی جب گھر گئے آپ کا بیٹا جس کو دس سال کی عمر کا چھوڑ کر گئے ایک سو دس سال کا بوڑھا ہو گیا۔ اور آپ کی ایک لونڈی جس کو بچھریس سال دیکھا بعد ایک سو بیس سال ہو گئی تھی۔ حالانکہ حضرت عزیر علیہ السلام نے نئے سرے سے شادی کی اور اس بیوی سے اولاد بھی ہوئی۔ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ (تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۰۰)

(ف) سو برس گزرنے کے باوجود انگوڑوں کا پھوڑ ویسے ہی تازہ دھرا ہے۔ اور زیتون کا پھل بالکل تازہ ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ کائنات پر سو برس گزر گئے مگر زیتون اور انگوڑے کے پھوڑ پر ایک آن بھی نہ گزری

تمثیل عبادت طے زمانی

علامہ سبکیؒ نے تحریر فرمایا کہ معراج کا سارا واقعہ ایک لمحہ میں ہونے میں کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہیں تو تھوڑے وقت کو بہت کر دیتے ہیں۔ اور اگر چاہیں تو بہت وقت کو تھوڑا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ حقی علیہ الرحمۃ کے مرشد کابل قدس سرہ فرماتے ہیں کہ یہ سچی بات ہے اور میں نے بذریعہ کشف بھی اسے درست پایا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت موسیٰ سدانیؒ کے مناقب میں لکھا ہوا ہے۔ وہ جو کہ حضرت ابی مدینؒ کے اکابر اصحاب میں سے تھے کہ آپ ہر دن رات میں ستر ہزار مرتبہ قرآن مجید کا از اول تا آخر ختم کر لیتے تھے اگر اس پر محمول کیا جائے کہ دن کو ۳۵ ہزار ختم اور رات کو ۳۵ ہزار ختم کر لیتے تھے۔ جیسا کہ عادت ہے۔ کہ ایک ختم دن کو اور ایک ختم رات کو کر لیا جائے تو اس حساب سے ایک دن کی مقدار ستا نوے سال دو ماہ بیس دن ہوتی ہے۔ گو تلاوت کرنے کرنے والے کی تیز لسانی کے لحاظ سے اس سے کم مدت کا بھی احتمال ہے۔ حاصل

کلام روح البیان ج ۲ ص ۱۲

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک رکاب میں قدم رکھتے تھے۔ اور دوسری تک پیر جلتے جلتے قرآن ختم کر دیتے تھے۔ (شما تم امدادیہ ص ۱۳)

حضرت عماد الدین احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت شیخ شہاب الدین

تمثیل کرامت طے زانی

سہروردی سے اس راز کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا طے زانی اور سبط زانی ایک مخصوص شان ہے۔ جو بعض اولیاء کرام پر ظاہر ہوتی ہے۔ پھر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے اس واقعہ کی تصدیق میں یہ قصہ سنایا اور فرمایا کہ شیخ الشیوخ حضرت ابن السکینہ کے ایک دھلیا مرید تھا۔ ان کے ذمہ یہ خدمت تھی کہ جمعہ دن مشائخ کرام کے لئے مصلے بچھایا کریں اور بعد نماز جمعہ کے لپیٹ کر خانقاہ شریف میں واپس لائیں ایک جمعہ کے موقعہ پر انہوں نے مصلے لپیٹے تاکہ جامع مسجد میں آج اور چلا کہ اول دریا دجلہ پر غسل کرے۔

چنانچہ دریائے دجلہ پر پہنچ کر کپڑے اتارے۔ تب بند

باندھادریا میں اتر کر غوطہ لگایا جب پانی سے باہر آیا دیکھا نہ وہ کنارہ ہے نہ وہ کپڑے ہیں۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کونسا شہر ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ دریائے نیل ہے۔ اور اس کے قریب شہر مصر ہے۔ انہیں سخت تعجب ہوا اور پانی سے باہر نکلے اور وہی تہہ بند باندھے ہوئے شہر میں چلے گئے وہاں ایک ڈھلے کی دوکان ملی اس پر کھڑے ہو گئے۔ دوکاندار نے فراست سے جانا کہ یہ اہل فن ہے۔ انہیں عزت اور اکرام سے بٹھایا اور گھر لے گیا۔ مختصر یہ کہ اپنی لڑکی سے اس کی شادی کر دی۔ سات سال تک یہاں رہا۔ تین بچے ہو گئے ایک روز پھر دریائے دجلہ پر گئے اور غوطہ لگایا جب پانی سے باہر ظاہر ہوئے تو اپنے کو اس جگہ پایا جہاں سات سال قبل غوطہ لگا چکے تھے اور دیکھا کہ کپڑے بھی اسی جگہ پڑے ہیں جہاں اتارے تھے۔ آپ نے کپڑے پہنے اور خانقاہ شریف میں آئے تو مصلیٰ جیسے لپیٹ گئے تھے ویسے ہی

بعض لوگ کہنے لگے کہ آپ تو دجلہ سے بہت جلدی واپس لوٹ آئے عرض کہ یہ مصلے مسجد میں لے گئے۔ اور نماز جمعہ پڑھی پھر انہیں خانقاہ شریف میں لائے جسکے بعد حیرت و استجاب میں جلدی جلدی گھر چلے گئے وہاں بیوی نے کہا: جن مہمانوں کی خاطر مچھلی تلنے کو کہہ گئے تھے۔ میں نے مچھلی تل رکھی ہے انہوں نے مہمانوں کو بلا کر کھانا کھلایا۔ پھر شیخ طریقت حضرت ابن السکینہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا سنایا۔ تو شیخ طریقت نے فرمایا کہ تو مصر سے اپنی بیوی اور بچے لے آ چنانچہ یہ وہاں گئے اور تینوں بچے اور بیوی کو لے آئے جب ابن السکینہ نے دیکھا تو تصدیق فرمائی اور فرمایا

بے شک اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے بعض بندوں کے لئے بسط زمان فرماتا ہے اور بعض کیلئے زمان مقصور رہتا ہے

إِنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ زَمَانًا
لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ
عِبَادِهِ مَعَ قَصْرِ
لِقَوْمٍ آخَرِينَ

شرح قصیدہ بردہ شریف

تمثیل عجوبہ سیمپائی

سلطان ہمایوں کے زمانہ میں ایک شخص شمس آباد میں فن سیمیا کا ماہر رہتا تھا۔ لوگوں کو بڑے بڑے عجائبات دکھاتا تھا۔ ایک دن شیخ احمد فرملی اور شیخ احمد استاذ جو اپنے وقت کے مشہور اکابر علماء میں تھے۔ دونوں نے مشورہ کیا۔ اور اس مکان پر تشریف لے گئے۔ اور کہا ہمیں کچھ دکھاؤ اس نے تینوں کا گول چہرہ بنایا اور شیخ احمد فرملی سے عرض کی کہ آپ اس چہرے سے پیچھے سے گزریں۔ آپ نے جوں ہی قدم مبارک رکھا سب کچھ خیال ذہن سے محو ہو گئے۔ خیال ذہن میں آگیا کہ اپنے وطن سے گجرات جا رہے ہوں۔ عرضینکہ قطع منازل کرتے ہوئے اور طے مراحل کے بعد ایک مدت کے بعد گجرات پہنچے وہاں ایک باغ دیکھا آپ نے وہاں سے کچھ پھل توڑے اچانک

باغبان آگیا اور اس نے پکار کر کہا۔ کہ یہ پھل تو نے توڑے ہیں کیونکہ یہ تو سرکاری باغ کے میوہ جات ہیں حتیٰ کہ آپ کو گرفتار کر لیا اور سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے دیکھا۔ اور فرماست سے جانا کہ یہ کوئی شریف آدمی ہے۔ باغبان کو زبرد تو بیخ کی اور نہایت تشیع کر کے کہا کہ تو نے ایک شریف آدمی کو ناحق ستایا ہے۔ اور پریشان کر دیا ہے۔ پھر شیخ سے پوچھا آپ کون ہیں۔ اور یہاں کیوں آئے۔ آپ نے فرمایا میرا نام فرطی ہے اور میرا وطن قنوج ہے میں تیرے شہر میں ملازمت کے لئے آیا ہوں بادشاہ نے کہا۔ آپ شوق سے رہ سکتے ہیں۔ میں آپ کو ملازمت دے دیتا ہوں۔ پھر دو گھوڑے دیئے سامان رہائش وغیرہ مل گیا۔ حتیٰ کہ شیخ فرطی یہاں چند سال رہ گئے شادی کی اولادیں ہوئیں اور بادشاہ کی ملازمت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ پچاس برس گزر گئے۔ موتے سیاہ کی بجائے سفید بال ہو گئے۔ کہ اچانک ایک دن سیر و سیاحت کے دوران میں ایک جگہ وہی جھونپڑا نظر آیا۔ اس کی طرف چند قدم بڑھے۔ تو شیخ احمد اساذ کو دیکھا بڑے تپاک سے آگے آئے اور معافہ کر کے فرمانے لگے آپ کب گجرات آئے اساذ فرمانے لگے ایں گجرات انسا نحن فی شمس اباد فی بیت السیمادی وانت الساعة دخلت الخضر ورجعت فالان تذکر گجرات کہاں ہم تو شمس اباد میں سیمادی کے گھر میں۔ اور آپ ابھی تنکوں کے جھونپڑے میں داخل ہوئے اور ابھی واپس آگئے۔ لہذا ابھی سوچ سمجھ کر بات کرو۔ تو معافیہ بات سنتے ہی شیخ احمد فرطی کو یاد آگیا کہ یہ سب کچھ سیمادی نے عجوبہ دکھایا ہے۔

(شرح قصیدہ بردہ شریف) حضرت مولانا ابوالحسنات صاحب

ایک دن ایک شخص ابوالمعانی نام
حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر

تمثیل کرامت مکانی

جیلانی قدس سرہ کی مجلس وعظ میں حاضر تھے چنانچہ اثنائے مجلس میں اسے ایک بڑا

تقاضا پیش آیا۔ اور باہر جانے بلکہ کثرتِ انبوء خلقت کے باعث ملنے جلنے کی طاقت نہ رہی۔ مجبور ہو کر استغاثہ کے طور پر حضرت غوث پاک کی طرف متوجہ ہوئے، حضرت پاک منبر کے ایک پایہ سے اترے اور پہلے پایہ پر ایک سرمانند ان کے سر مبارک کے ظاہر ہوا جب حضرت صاحب دوسرے پایہ پر اترے۔ دمنچے کا سر مبارک مجمع ہر دو کندھوں کے ظاہر ہوا۔ اس طرح حضرت صاحب جب اترتے وہ صورت زیادہ ہوتی جاتی۔ یہاں تک کہ وہ صورت بعینہ مثل صورت غوث الاعظم کے بن گئی اور وعظ کہنا شروع کیا۔ آواز مثل آواز غوث الاعظم کے تھا۔ اور کلام اس کی مثل کلام غوث پاک کے تھی۔ اور اس کو اس شخص کے سوا یا جس کو اللہ جلّ شانہ نے چاہا کسی شخص نے نہ دیکھا۔ پھر غوث الاعظم اس کے سر پر کھڑے ہو گئے اور اپنی آستین مبارک یا رومال مبارک سے اس شخص کو چھپا لیا۔ اس شخص نے اپنے کو ایک کشادہ جنگل میں پایا۔ وہاں ایک ندی میں پانی بہتا تھا۔ اور ندی کے کنارہ پر درخت تھے۔ ایک درخت پر چابیوں کا دستہ لٹکا دیا اس کے بعد وضو کیا دو رکعت نماز ادا کی اور ہر دو طرف سلام پھیر کر ناگاہ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اس سے اپنا رومال اٹھایا تو اس نے اپنے کو مجلس وعظ میں دیکھا اور اپنے اندام کو وضو کے پانی سے تر پایا اور حضرت غوث الاعظم منبر پر وعظ میں مشغول تھے۔ گویا ہر گز نیچے ہی نہیں اترے وہ شخص خاموش رہ گیا اور کسی کو نہ بتایا۔ چابیوں کا کچھ تلاش کیا جیب میں نہ پایا بڑی مدت کے بعد عم جانے کا قصد کیا سفر کرتے ہوئے چودہ دن بغداد سے سفر کیا ہوا تھا۔ کہ ایک جنگل میں گزر رہا۔ وہاں ندی کے کنارہ وضو کا اوارہ کیا۔ دیکھا تو اس جنگل کا نقشہ اس جنگل کی طرح نظر آتا ہے۔ جہاں پہلے آیا تھا۔ اور ندی بھی وہی ہے جہاں وضو کیا تھا۔ کچھ تھوڑی دور ندی کے کنارہ پر چلا تو اس کو وہ جگہ نظر آئی جہاں وضو کیا تھا۔ اتنے میں اس درخت کو دیکھا جس پر چابیوں کا کچھ لٹکا ہوا تھا جب بغداد واپس آیا۔ اور غوث الاعظم قدس سرہ کے سامنے تذکرہ کیا۔ تو آپ نے بہت

معراج کی تاریخ اور سن | اقوال ہیں۔ ان کو مرتب طور پر

بیان کیا جاتا ہے الف معراج کس سن میں ہوئی اس میں چھ اقوال ہیں اِنْ اِلَّا سُرَّاءُ
قَبِيلٍ اَنْ يُّوْحَىٰ اِلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تحقیق حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو وحی آنے سے (بعثت سے) پہلے معراج ہوئی (بخاری شریف)

۲۔ ہجرت سے ایک سال پہلے سنہ نبوی میں ۳۔ ہجرت سے دو
سال پہلے سنہ نبوی میں ۴۔ ہجرت سے تین سال پہلے سنہ نبوی (سیرت علیہ)
۵۔ ہجرت سے پانچ سال پہلے سنہ نبوی میں (ماثبت بالسنۃ) ۶۔ بعثت کے
پانچ سال بعد سنہ نبوی میں ہوئی۔ (معارض)

اب (معراج کس میہنہ میں ہوئی اس میں ساٹھ اقوال ہیں۔ اور سب کے سب سیرت حلبیہ میں مذکور ہیں۔

ع ۱۷ ربیع الاول - ع ۲۷ ربیع الاول - ع ۲۹ رمضان ع ۲۷ ربیع الآخر
ع ۲۷ رجب شریف ع ۶ بعض کا کہنا کہ شوال اور بعض نے کہا کہ ذی الحجہ میں
معراج ہوئی

(ج) معراج کس رات کو ہوتی اس میں تین اقوال ہیں۔

ما جمعہ کی رات ہفتہ رات ، پر کئی رات اور یہ اقوال بھی سیرتِ حللیہ سے نقل کئے ہیں ۔

(ح) معراج کون سے وقت میں ہوئی۔ اسمیں دو قول ہیں۔ بقول عمار بن یاسر تین ساعت رات باقی تھی اور بقول عائشہ دہب بن مہنبہ چار ساعت رات باقی تھی

و فی زین القصص کان
 زمن ذهابه صلی اللہ علیہ
 زین القصص میں نکھایے کہ آپ
 معراج کو جب گئے اور جب آئے

رات سے تین گھنٹے باقی تھے
اور بعض نے کہا چار گھنٹے
باقی تھے۔
(سیرت حبیبہ ج ۱ ص ۱۲۱)

وَسَلَّمَ وَمَجِئُهُ ثَلَاثَ
سَاعَاتٍ وَقِيلَ أَرْبَعُ
سَاعَاتٍ أَيْ بَقِيَتْ
مِنْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ

تطبیق روایات

اِنَّ اسْرَآئِئْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
عَلِیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتْ اَرْبَعًا

وَتَلْثَیْنِ وَاحِدًا خَمْسَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْبَاقِیَ بِرُوحِہِ
ریواقت والجواہر ج ۲ ص ۲۵۱ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پچونتیس مرتبہ معراج ہوئی
ایک بار جسمانی معراج اور باقی روحانی ہیں۔ اسی طرح مدارج النبوت ج ۱ ص ۱۵۱

پر بھی لکھا ہے سبب مسجد اقصیٰ میں جانے کا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ سے بیت المقدس گئے اور وہاں سے آسمان
کی طرف روانہ ہوتے اس کا سبب ہے حالانکہ مکہ شریف سے سیدھے آسمان کی
طرف چلے جائے بیت المقدس میں جانے کی کیا وجہ ہے

(الف) مشاہدہ برکات

مسجد اقصیٰ

سے معراج کے شروع ہونے کا یہ
سبب ہے کہ وہاں آیات کبریٰ
ہیں جو کہ نبیوں اور ان جیسے
لوگوں کی رسوخ کی تجلی کے
انوار کی برکات ہیں اور وہاں

وسبب بدأۃ المعراج
الذہاب الی المسجد
الاقصى لان هناك الايات
الکبری من بركة النوار
تجلیتہ لا روح الانبیاء
واشباہہم وهناك بقربہ

طور سیناء و طور زیناء
و المصیصة و مقام ابرہم
و موسیٰ و عیسیٰ فی تلك
الجمال مواضع کشف
الحق لذلك قال بارکنا
حولہ لنریہ من آیتنا
من علامات شواہد
مشاہدتنا حتی

یتعود برویتہ
شہودنا فی آیات
و یقوی برویتہا
حتی یطلق بان تری
آیات عظام الملکوت
(عرائس البیان ج ۲ ص ۱۵۴)

مسجد اقصیٰ کے قریب ہی طور سینا
سے اور طور زینا ہے اور
حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ
علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام
اور ان پہاڑوں میں ایسے مقام ہیں
جہاں حقیقت کا مکاشفہ ہوتا ہے
اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے
اس کے آس پاس برکتیں رکھی ہوئی
ہیں تاکہ ہم اپنے حبیب صلی اللہ
علیہ وسلم کو معراج کی رات لہجے
قدرت کی بڑی نشانیاں دکھائیں
جو ہمارے مشاہدہ پر دلالت کرتی
ہیں حتیٰ کہ قدرت کی نشانیاں دیکھنے
کے بعد ہمارے مشاہدہ کو دیکھنے کے
عادی ہو جائیں اور ان قدرت کی نشانیوں کے دیکھنے سے اس کو قوت
حاصل ہو جائے حتیٰ کہ ملکوت کی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرما سکیں

یہ عادت اللہ کے مطابق ہے ورنہ اللہ جل شانہ کو ہر طرح قدرت ہے چاہیں
دفعی طور پر سب کچھ دکھا سکتے ہیں۔

اب اظہار الحق برائے معاند

ان الحکمة فی الاسراء
الی بیت المقدس
اظہار الحق للمعاند
لانه لو عرج من مكة

بیت المقدس تک سیر کرانے میں
یہ حکمت تھی کہ معاند کے لئے حق
واضح ہو جائے اس لئے کہ اگر
مکہ سے آسمان کی طرف آپ

کو معراج ہوتی تو دشمن کی ضد و
منع کرنے کے لئے کوئی بیان
اور وضاحت کا راستہ نہ ہوتا۔

الى السماء لم يجد معاندة
الاعداء سبيلا الى البيان
والايضا حواہب للنبی ج ۲ ص ۱۴۱

جب بیت المقدس سے معراج ہوئی تو دشمن نے کہا بیت المقدس کی علامات
کیا ہیں؟ تو آپ نے سب کو بتا دیا۔ دشمن نے کہا قافلوں کے حالات کیا ہیں؟
آپ نے سب حالات ارشاد فرمائے تو دشمن لاجواب ہو گیا۔ اگر براہ راست آسمان پر
جلتے تو دشمن کو ان سوالوں کا موقع نہ مل سکتا جس سے وہ لاجواب ہو جاتا۔

(ج) اجابت دعا ستون شریف

بے شک مسجد اقصیٰ کے ایک ستون
شریف نے کہا اے ہمارے رب!
ہم کو ہرنی کی (سلام ہوان پر) برکت
سے شرف ملا ہے۔ اب ہم کو حضرت محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
کا شوق ہے پس ہماری یہ دعا قبول
فرما کر انکی زیارت کا شرف عطا
فرما اس ستون شریف کی دعا قبول
ہوئی اور حضور علیہ السلام کی معراج

ان اسطوانة المسجد
قالت ربنا حصل لنا
من كل نبی حظ وقد
اشتقنا الحی محمد
صلی اللہ علیہ وسلم
فارزقنا لقاءه فبدی
بالاسراء تعجیلا
لاجابتہ
(روح المعانی ج ۱ ص ۱۵۱)

آسمانی بیت المقدس سے شروع کی گئی۔

(د) برکت اثر قدم شریف

بیت المقدس سے اس لئے
معراج ہوئی تاکہ آپ کے قدم
شریف کے اثر سے برکت آ
جاتے اور اس برکت کا سبب ہے

لانه محشر الخلائق
فیطوؤا بقدم
الشریف لیسرقل علی
امتہ یوم القیامة

وقوفهم ببركة

اشرقدم

الشريف

تفسير فتح المنان ج ۵ ص ۲۹۶

(ھ) حصول ثواب دو ہجرت ،

حصول الہجرتین

لان بیت المقدس کان

هجرة غالب الانبياء

فحصل له الرحيل في

الجملة ليجمع بين

اشتات الفضائل

خصائص كبرى ج ۱ ص ۱۸۷

کے سبب سے مختلف انواع کے فضائل کو جمع کر لیں۔

قیامت کے دن آپ کی امت

کو وہاں آسانی ہو جائے۔ کیونکہ

وہاں مخلوق کے جمع ہونے کا

مقام ہے

بیت المقدس سے معراج کا مقصد

آپ کو دو لوگوں ہجرتوں سے سرفراز کرنا

ہے کیونکہ بیت المقدس اکثر نبیوں

کی (سلام ہو ان پر) ہجرت گاہ ہے

اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو وہاں کا سفر معراج کی رات

درپیش ہوا۔ تاکہ آپ اس سفر

کے سبب سے مختلف انواع کے فضائل کو جمع کر لیں۔

(۱) : محاذات دروازہ آسمانی کہتے ہیں کہ آسمان کا دروازہ بیت المقدس

کی محاذات میں واقع ہے۔ اس لئے بیت المقدس سے معراج ہوئی۔ اور واپسی پر وہاں

گزر فرمایا چنانچہ امام برہان الدین حلبی لکھتے ہیں۔

وقيل في ذلك ايضا

ان باب السماء

الذي يقال له

مصعد السلائكة

يقابل بيت المقدس

فيحصل في العروج

اور کہا گیا ہے کہ بیت المقدس سے

معراج ہونے میں ایک حکمت یہ

بھی ہے کہ آسمان کا دروازہ جہاں

سے فرشتے آسمان پر چڑھتے ہیں۔

جس کو مصعد ملائکہ کہتے ہیں۔ وہ

بیت المقدس سے سیدھا اوپر ہے

پس ثابت ہوا کہ وہاں سے راستہ
سیدھا ہے اور ٹیڑھا نہیں ہے۔

مستویاً من غیر تعویج
(سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۹۳)

سبب معراج آسمانی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کو

زمین پر معراج نہ ہوئی۔ بلکہ آسمان پر معراج

ہوئی اس کا سبب یہ ہے کہ جب آپ عنصری وجود کے ساتھ زمین پر جلوہ گر ہوئے
تو زمین نے آسمان پر فخر کر کے کہا کہ میری شان تجھ سے زیادہ ہوگئی۔ اس کے بعد
آسمان نے دعا کی اے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو میرے پر بلندی دے تاکہ مجھے
شرف حاصل ہو تب اللہ تعالیٰ نے دونوں کو برابر درجہ دینے کے لئے حضور علیہ
الصلوة والسلام کو آسمان پر معراج کرائی یا یوں کہو آسمان پر کروڑوں فرشتے
ایسے ہیں جو زمین پر نہیں آسکتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے شائق تھے
اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور حضور علیہ السلام کو آسمانوں پر معراج سے نوازا
(وعظ بے نظیر ص ۱۲۲)

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم

اس خاک پہ قربان دل شیدا ہے ہمارا

خم ہوگئی پشت فلک اس طعن زمیں سے

سن ہم یہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

یا آسمان کو حضور علیہ السلام کی زیارت کا اس لئے شوق دامن گیر ہوا کہ یہ
ستاروں کی زینت بلکہ آسمان کا وجود ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدولت
ہے حضرت شیخ عبدالکریم جیلی قدس سرہ لکھتے ہیں۔

ہر وہ کمال جو محسوسات میں تم

دیکھتے ہو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی ظاہری صورت

کل کمال تشہد

بالمحسوسات فہو

من فیض صورتہ

الظاہرۃ وکل کمال تعقلہ
 من المعنویات فہو من
 فیض معانیہ الباطنۃ فہو
 فی المثل معدن کمالات
 العالم تستمد من باطنہا
 وظاہرہا فمحسوسات
 العالم تستمد من ظاہرہ
 ومعقولات العالم تستمد من
 باطنہ فہو الہیولی للقبورۃ
 والمعانی والوجودیۃ فعالم
 اشہادۃ فیض ظاہرہ وعالم
 الغیب فیض باطنہ وعالم الفیض
 عبادۃ عن حقیقۃ صلی اللہ علیہ وسلم

کے فیضان سے ہے اس طرح
 وہ باطنی کمال جو عقل سے ادراک
 ہوتا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کے باطنی فیضان سے
 ہے۔ گویا آپ عالم کے کمالات
 ظاہری اور باطنی معدن ہیں
 حتیٰ کہ عالم محسوسات آپ کے
 ظاہر سے مدد طلب کرتے ہیں
 اور عالم معقولات آپ کی
 روحانیت سے مدد طلب
 کرتے ہیں

(کمالات الہیہ)
 (ج ۱ ص ۲۵۵)

پس ثابت ہوا کہ آپ صوری اور معنوی وجود کے لحاظ سے آپ ہر شے
 کی اصل ہیں۔ پس عالم شہادت آپ کے ظاہری فیض سے اور عالم غیب آپ
 کے باطنی فیض سے وابستہ ہے۔ اور عالم فیض دراصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی حقیقت سے عبارت ہے

مے ندانی عشق وستی از کجا است
 ایں شعاع آفتاب مصطفیٰ است
 حق تعالیٰ پیکر آماں سرید ،
 وز رسالت در تن ما جاں دمید

حرف بے صورت دریں عالم بدیم
 وز رسالت مصرع موزوں شدیم
 از رسالت در حجابان تکوین سے ما
 وز رسالت دین ما آئین سے ما

رجب کے فضائل

وَعَنْ مَقَاتِلٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ
 خَلْفَ جَبَلٍ قَافَ أَرْضًا
 بَيْضَاءَ مَلْسَاءَ كَالْفَضَّةِ
 قَدْرَ الدُّنْيَا سَبْعَ مَرَّاتٍ
 مَمْلُوءَةً مِنَ الْمَلَائِكَةِ
 مَا لَوْ سَقَطَتْ أَسْبَرَةٌ
 سَقَطَتْ عَلَيْهِمْ بَيْدٌ كُلُّ
 وَاحِدٍ لِّوَأَعْرَ مَكْتُوبٍ
 عَلَيْهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
 يَجْتَمِعُونَ كُلَّ لَيْلَةٍ مِنْ
 شَهْرِ رَجَبٍ حَوْلَ الْجَبَلِ
 يَتَضَرَّعُونَ إِلَى اللَّهِ
 وَيَدْعُونَ بِالسَّلَامَةِ
 لِأَمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَيَقُولُونَ يَا رَبَّنَا
 أَرْحَمْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى

اور حضرت مقاتل رضی اللہ عنہ سے روایت
 ہے کہ انہوں نے کہا قاف پہاڑ کے
 پیچھے سفیدی اور ہمواری چاندی کی طرح
 چمکدار زمین ہے جو زمین سے سات
 گنا بڑی ہے ایسی اس قدر بکثرت
 فرشتے ہیں حتیٰ کہ سوئی وہاں گرے تو
 سوئی کو زمین پر گرنے کی جگہ نہ ملے گی
 کیونکہ فرشتوں سے تمام زمین بھری
 ہوئی ہے ان تمام فرشتوں کے ہاتھ
 میں ایک جھنڈا ہے جس پر کلمہ طیبہ
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ
 لکھا ہوا ہے رجب کے مہینے کی ہر رات وہ
 فرشتے پہاڑ کے ارد گرد جمع ہو کر اللہ تعالیٰ
 کے آگے زاری کے ساتھ حضور علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کی امت کے لئے سلامتی
 کی دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے
 ہمارے رب! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ علیہ وسلم ولا تعذب
امۃ محمد صلی اللہ علیہ
وسلم ویبکون ویضرعون
فیقول لہم اللہ تعالیٰ ماذا
تریدون فیقولون نرید
ان تغفر لامۃ محمد صلی
اللہ علیہ وسلم
فیقول اللہ لہم قد
غفرت لہم
(مصابح الظلام ج ۱ ص ۱۲۱)

کی امت پر رحم فرما اور حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کی امت کو عذاب
نہ دے۔ پھر روتے ہیں۔ اور
تضرع زاری سے دعا کرتے ہیں۔
یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم
کیا چاہتے ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم چاہتے
ہیں کہ آپ حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بخش
دیں پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں
نے ان کو بخش دیا ہے۔

شبِ معراج کی شان

امت کے حق میں معراج کی رات سے
لیلۃ القدر کو زیادہ فضیلت حاصل ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں معراج کی رات لیلۃ القدر سے زیادہ افضل ہے۔
(مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۱۲)

معراج کی رات ستائیس رجب کی
تاریخ اور سوموار کی رات ہے۔
اسی پر لوگوں کا عمل ہے۔

وہی سابع وعشرین من رجب
لیلۃ الاثنین وعلیہ عمل
الناس (روح البیان ج ۲ ص ۱)

جاننا چاہیے کہ دیارِ عرب میں لوگوں
میں مشہور و معروف ہے کہ حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج شریف
ستائیس رجب کو ہوئی اور

اعلم انہ قد اشتہر
بديار العرب فيما بين الناس
ان معراجہ صلی اللہ علیہ وسلم
كان لسبع وعشرین من رجب

وموسم الرجبية فيه | اور حجبی کا موسم عرب والوں
متعارف بینہم (ماثبت بالسند ص ۱۹۱) | میں سے متعارف ہے۔

معراج نبی کے ذکر سے وہ حاصل ہے عروج فکر ہیں
جب چاہیں نظر ہم کو تو بھی عرشِ اعلیٰ کا زینہ آجاتے
کیا کہنا تیرے ایمان کا گستاخ رسالت کیا کہنا،
وہ دل کب رہتا ہے توں جس دل میں کینہ آجاتے -

رات کو معراج ہونے کے وجوہ

معراج کے لئے رات

کی تعیین ایک خاص حکمت پر مبنی ہے۔ گویا ظاہر نظریں دن رات سے افضل ہے کہ
دن زیادہ روشن ہے جس سے سب حال بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ تمام نظم
انسانی اور حصول معشیت انسانی اس سے وابستہ ہے۔ مگر شرعی نکتہ نگاہ سے پچند وجوہ رات
کو دن پر فوقیت حاصل ہے۔ مثلاً ۱۔ ایک رات کی عبادت سے ہزار مہینہ کی عبادت کا
ثواب ملنا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ **يَسْأَلُ الْقَدْرُ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ**
(پ ۳ رکوع ۱۲۲) شب قدر ہزار ماہ سے افضل ہے۔ ۲۔ جو دو سناجب نظر اعیان سے مخفی ہو
اور سبب رضامندی الہی ہو وہ بھی رات میں دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔
الَّذِينَ يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ اور وہ لوگ جو صدقات کو رات
میں خرچ کرتے ہیں۔ ۳۔ اہل سعادت کو عبادت کے خزان رات میں حاصل ہوتے ہیں۔
قرآن مجید میں ہے۔ **أَمَّنْ هُوَ قَائِمٌ أَنَاءَ اللَّيْلِ** اور وہ شخص جو رات کے
اوقات میں خشوع و خضوع سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے ۴۔ مقربانِ شہیں گناہ
کو قرأت کا ذوق رات کو حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ **يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ**
أَنَاءَ اللَّيْلِ وہ لوگ جو قرآن مجید کی آیتوں کو رات کے اوقات میں پڑھتے ہیں۔
۵۔ زینت، تجل اور سکون، صدق اور توکل کو دوم و اہم رات میں ہوتا ہے۔
جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ **وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ سَاكِنًا** اور ہم نے رات کو سکون

کا سبب بنایا ۷ قرآن مجید ۸ ہے چار دفعہ اللہ تعالیٰ کی قسم کی دولت رات کو حاصل ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَاللَّيْلُ وَمَا رَسَقَ وَاللَّيْلُ إِذَا عَسَعَسَ وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَى
وَاللَّيْلُ إِذَا سَبَحَ ۝ ۸ رکوع اور سجود کرنے والوں کو بسط اور اطمینان
کی دولت رات کو ملتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبَّحَهُ
اور رات کے وقت آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں ۹ حقائق و اسرار الہی کی
معرفت حاصل کرنے والوں کو آیات قدرت میں تفکر و تدبر کا موقع رات کو ملتا
ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ وَمِنَ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ اور اللہ تعالیٰ کی
قدرت کی نشانیوں میں سے تمہاری رات کی نیند ہے ۹ بندگان پروردگار جو
تجدد میں ان کے جبین مبین میں نورانیت کا ظہور رات کی عبادت کے سبب ہوتا
ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ مَنْ كَثُرَ صَلَاتُهُ بِاللَّيْلِ حَسُنَ
وَجْهُهُ بِالنَّهَارِ جو شخص رات کو نماز نوافل بہت پڑھے گا دن کو اس کا
چہرہ نور عبادت سے روشن ہوگا ۱۰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کرنے
کی میعاد راتوں کی تعداد میں ارشاد فرمائی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَرَأَيْنَا
مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ لَيْلَةً اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا
وعدہ کیا تھا ۱۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فتح اور نصرت کی بشارت اور بنی
اسرائیل کی فلاح رات سے وابستہ ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرمایا فَاسْرِ
بِعِبَادِيَ لَيْلًا میرے بندوں کو رات کے وقت لے جاؤ

۱۲ یمن اور برکت سفر سید ابراہیم و سند اخیار و محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم حریم
حرم پروردگار میں بوقت رات کے واقع ہوئی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا (پ ۱۵ ع ۱)

پاک اور منزہ ہے ہر نقص و عیب اور کذب و ریب سے وہ ذات
اعلیٰ صفات جس نے سیر کرانی اپنے انحصار و بندہ محبوب ترین و رسول امین

صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے قلیل تر حصہ میں (معارج النبوت کن سوئم ص ۱۱۶ مختصراً)
وجہ رزبہ حبیب | حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کی
 اِلٰہی جَعَلْتَنی کَلِیْمًا وَجَعَلْتَ مُحَدًّا

حَبِیْبًا فَمَا اَنْفَرَقُ بَیْنَ الْکَلِیْمِ وَالْحَبِیْب (رزبہ الجاس ج ۲ ص ۳۴)
 اے خداوند! مجھے کلیم بنایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب بنایا پھر آپ ہی
 ارشاد فرماتے کہ کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے حق تعالیٰ نے فرمایا کلیم وہ ہے جو ایسا کام
 کرے جس میں میری رضا ہو اور حبیب وہ ہے جس کو میں خدا دوست رکھوں کلیم وہ ہے
 جو دن کو روزہ رکھے رات کو نوافل پڑھے چالیس دن اس طرح گزارنے کے بعد طور سینا
 پر آتے تاکہ مجھ سے کلام کرے اور حبیب وہ ہے جو اپنے بستر پر اطمینان سے سویا ہوا
 ہو جبریل علیہ السلام جاتے اور بادل پر سوار کر کے براق پر سوار کر کے دربار الہی میں
 لے آتے تاکہ میں اس کو ایسے مراتب سے نوازوں کہ کسی کا اور اک اسکی حقیقت نہ
 پاسکے

رات کو معراج کے لئے اس لئے
 مخصوص فرمایا کہ رات مقام محبت
 سے مخصوص ہے چونکہ اللہ تبارک
 و تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کو اپنا حبیب اور خلیل بنایا اور
 رات دوستوں کو جمع کرنے کیلئے
 بنائی گئی ہے۔ اور مقام خلوت
 جو رات کو حاصل ہوتا ہے دن
 کو حاصل نہیں ہوتا۔

اِنَّمَا جَعَلَهُ لِيْلًا تَمْكِیْنًا
 لِلتَّخْصِیْصِ لِمَقَامِ الْمَحَبَّةِ
 لِاَنَّهُ تَعَالٰی اَتَّخَذَهُ
 عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
 حَبِیْبًا وَخَلِیْلًا وَ اِلِیْلٍ
 اَخْصَرَ زَمَانٍ
 لِّجَمْعِ حَبِیْبِیْنَ فِیْهِ
 الرَّاحَةُ فِی الْخَلْوَةِ
 مُتَحَقِّقَةً بِاَللَّیْلِ

(طیب الوردہ ص ۱۳۹)

وجہ ایمان بالغیب

بعض فاضل علماء نے فرمایا کہ معراج کا خاص طور پر رات کو مقرر ہونا اس لئے ہے تاکہ ایماندار لوگوں کے ایمان بالغیب میں زیادتی ہو جائے اور کافروں کے اندر فتنہ کی مرض زیادہ ہو جائے۔

قال بعض الفضلاء لعل
تخصیصه باللیل لیزداد
الذین امنوا ایمانا بالغیب
ولیفتن الذین کفرو و زیادة
علی فتنهم اذ اللیل اخفی
حالا من النهار (طیب الوردہ ص ۳۹)

اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کے معاملات دن کے اعتبار سے مخفی ہوتے ہیں اس لیے جو مان لیں گے۔ ان کا ایمان بالغیب زیادہ ہو جائیگا۔ اور جو انکار کریں گے ان کا کفر ظاہر ہو جائیگا، گویا اس معراج کے قصہ سے صدیق اور زندیق میں امتیاز ہو جاتا ہے

وجہ پاس خاطر شب

اور بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ دن نے رات کو کہا مجھے آپ پر فضیلت ہے کہ مجھ میں سورج ظاہر ہوتا ہے پھر اللہ جل شانہ کی طرف سے رات کو اطمینان دینے کے لئے دن کو خطاب ہوا کہ تجھے فخر نہ کرنا چاہیے کہ اگر دنیا کا سورج تیرے اوقات میں طلوع ہوتا ہے تو کائنات کے وجود اور ظہور کا سورج رات کی وقت آسمان پر جلوہ گر ہوگا۔

وقیل انه افتخر
النهار علی
اللیل بالشمس
فقیل لا تفتخر
ان کان شمس
الدنیا تشرق
فیک فسیخرب
شمس الوجود فی
اللیل الی السماء
(طیب الوردہ ص ۳۹)

وجہ دل جوئی شب

وقال بعض اهل
المعارف حكمته آية
لما مح الله اية
الليل وجعل اية النهار
مبصرة كان الليل محزوناً
ومنكر افكان الاسراء
بعهد صلى الله عليه
وسلم في الليل
بعد الته

(ایک اورہ ص ۳۹)

بعض اہل عرفان کا قول یہ ہے کہ
رات کو معراج ہونے میں یہ حکمت
محفوظ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رات
کی رات نشانی مٹا دی اور دن
کی نشانی کو دیکھنے کے لئے باقی
رکھا۔ اس لئے رات مغموم تھی اور
پریشان تھی۔ بنا بریں اللہ جل شانہ
نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
رات کے وقت معراج کرائی تاکہ
دن اور رات میں عدالت ہو جائے

(ف) علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر اتقان میں لکھا ہے کہ اللہ جل شانہ نے
سب سے پہلے سورج اور چاند کو یکساں روشن پیدا فرمایا تھا پھر دن اور رات میں
پیچان مشکل ہو گئی تب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیجا کہ اس نے چاند پر
اپنے پر کے ذریعہ روشنائی زائل کر دی اور اس پر کے اثر سے چاند میں ایک داغ بھی
نظر آتا ہے۔ حتیٰ کہ جب چاند کی چاندنی سورج کے مقابلہ میں کمزور ہو گئی تب دن رات
میں فرق واضح ہو گیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا

اور ہم نے رات اور دن کو قدرت
کی دو نشانیاں بنایا جو کہ صانع کی صنعت
پر دلالت کرتی ہیں پھر رات کی نشانی کو

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ
فَسَخَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا
آيَةَ النَّهَارِ مُبْطِلَةً

(پ ۲۷)

کو ہم نے کچھ مٹا دیا اور دن کی نشانی کو باقی رہنے دیا۔

اور لغت میں دراصل مخوایے ازارہ کو کہتے ہیں جس میں اثبات باقی رہے جیسا کہ اوجہ الیہاں

ج ۲ ص ۲۱۳ پر مرقوم ہے

وجہ تسکین امت

اگر معراج دن کو ہوتی اور حضرت جبریل علیہ السلام فرشتے لیکر حاضر ہوتے تاکہ براق پر سوار کر کے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کے لئے لے جائیں تو صحابہ کرام جو آپ کے حسن و جمال کے پروانہ تھے وہ آپ کے بغیر کسی طرح صبر و سکون نہ کر سکتے بلکہ دامن رسالت سے وابستہ ہو کر التجا کرتے کہ ہم آپ کی فرقت برداشت نہیں کر سکتے حضور علیہ السلام اپنے صحاب کرام کو اپنے دامن وصال سے دور کرنا گوارا نہ فرماتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَبِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ الرَّحِيمِ (پ ۵۶) اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ایمانداروں پر بہت مہربان اور رحم کرنے والے ہیں۔

چند اور وجوہ

بعض علماء کہتے ہیں کہ رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو دھویں کے چاند تھے۔ اور چاند

رات کو آسمان پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ اس لئے آپ بھی رات کو آسمان پر تشریف لے گئے۔ یا یہ کہ رات کی پیدائش بہشت سے ہوتی اور دن کی پیدائش دوزخ سے ہوتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج رات کو کرائی کیونکہ رات کو بہشت سے با این معنی مناسبت ہے۔ یا یہ کہ رات کو دن پر قرآن مجید میں مقدم بیان کیا اور فرمایا۔ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ (پ ۲۶) اور قرآن مجید میں رات کو دن پر اسلئے مقدم بیان کیا کہ ہم مسلمانوں کا سال اور ماہ کا حساب قمری طریقہ پر ہے نہ کہ شمسی طریقہ پر ہے۔ یا فرقہ ثنویہ کی تردید مطلوب ہے۔ کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ دن بھلائی کو پیدا کرنے والا ہے۔ اور رات برائیوں کو پیدا کرنے والی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں معراج کی کرامت فرما کر بتلادیا کہ بھلائی اور برائی دونوں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اور جس رات معراج ہوتی وہ سوموار کی رات تھی یہ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ سوموار کی رات کی شان جمعہ کے ہم پلہ ہو جائے یہ مضمون

دو کتابوں سے چن کر بیان کیا۔

(روح البیان ج ۲ ص ۴۱۳ اور مدنیہ ص ۳۵)

اسرار اور معراج

علماء کی اصطلاح میں مکہ شریف سے بیت المقدس تک کے سفر کو اسرار اور وہاں سے اُپر سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیاحت کو معراج کہتے ہیں۔ اور بسا اوقات ان دونوں سفروں کے مجموعہ کو ایک ہی لفظ اسرار یا معراج سے تعبیر کر لیتے ہیں اور حضرت خواجہ نظام الاولیاء قدس سرہ اس مبارک معجزہ کو تین قسم اور تین ناموں سے بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد حرام سے بیت المقدس تک اسرار ہے۔ اور وہاں سے آسمانوں تک معراج ہے۔ اور آسمانوں سے مقام قاب قوسین تک اعراج ہے (فوائد الفوائد ج ۴ ص ۳۵) حتیٰ کہ کہا گیا ہے سُبْحَنَ الَّذِیْ فِیْہِ اَلَّذِیْ بُرْکَتُنَا حَوْلَہُ تک اسرار کا تفصیلی بیان ہے۔ اور لِتُرِیَہُ مِنْ اَیَّتِنَا میں تمام آسمانی سفر کا اجمالی ذکر ہے۔ اور اِنَّہُ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ میں اللہ تعالیٰ کی کلام سننے اور اس کے دیدار دیکھنے کا بیان ہے۔

آیت کریمہ کی دلالت مکہ مکرمہ سے
مسجد اقصیٰ کے اسرار میں نص قطعی ہے
یعنی کتاب اللہ سے یقینی ثابت ہے
حتیٰ کہ اسکا انکار کرنے والا کافر
ہوگا۔ اور زمین سے آسمان تک
معراج مشہور ہے یعنی حدیث مشہور
سے ثابت ہے۔ اس کا انکار کرنے
والا کافر نہ ہوگا۔ بلکہ گنہگار ہوگا
اور آسمان سے بہشت و عرش
وغیرہ تک ان احادیث سے

فَاَلَسَرَاءُ وَهُوَ مِنْ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى
بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَطْعِي
اَوْ يَقِيْنِي ثَبَتَ بِالْكِتَابِ
اِی الْقُرْآنِ وَيَكْفُرُ مَنْكِرُہُ
وَالْمَعْرَاجُ مِنَ الْاَرْضِ
اِلَى السَّمَاءِ مَشْهُورٌ
اِی ثَبَتَ بِالْحَدِیْثِ الْمَشْهُورِ
فَلَا يَكْفُرُ مَنْكِرُہُ بَلْ
يَفْسُقُ وَمِنْ السَّمَاءِ اِلَى

ثابت ہے جن کو خبر واحد کہا جاتا ہے۔

الجنة او العرش او غير ذلك احاد (براس ص ۴۷)

اور کہتے ہیں کہ سفر معراج کے تین حصے اس لئے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی تین صفتیں ہیں ہر صفت کی معراج کا مستقل ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ تفسیر عرائس البیان میں مسطور ہے کہ حضرت شیخ رکن الدین علامہ الدولہ سمنانی قدس سرہ کو مواہب الہی سے یہ مسئلہ امام ہوا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صورتیں ہیں۔ ایک صورت بشری جس کو قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں بیان فرمایا ہے۔ دوسری صورت ملکی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اِنِّیْ لَسْتُ كَاَحَدِكُمْ اِنَّ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ میں تمہاری کسی ایک کی مثل بھی نہیں ہوں میں اپنے رب تعالیٰ کے پاس رہتا ہوں۔ وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے تیسری صورت حقیقی جس طرح حدیث شریف میں وارد ہے اِنِّیْ مَعَ اللّٰهِ وَقَدْ لَیْسَ عِنْدَیْ فِیْهِ مَلَكٌ مُّقْرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسِلٌ میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ کا ایک خاص وقت ہے جس میں مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کی بھی اس مقام میں گنجائش نہیں۔ اور تیسری صورت کے لئے اس سے واضح دلیل وہ حدیث شریف ہے جس میں وارد ہوا ہے مَنْ رَاَنِیْ فَقَدْ رَاَ لِحَقَّ جِسْمِیْ مجھے دیکھا اس نے اللہ جل شانہ کو دیکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی ہر صورت کو قرآن مجید میں علیحدہ خطاب سے نوازا ہے حتیٰ کہ صورت بشری میں کلمات مرکبہ مثل قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور ملکی صورت میں حروف مفردہ سے کلام کیا جیسے کَفَّیْعَصَّ اور صورت حقیقی میں کلام مبہم سے سرفراز فرمایا جس کو فَاَوْحٰی اِلَیْ عِبْدِهِ مَا اَوْحٰی سے تعبیر فرمایا (تفسیر سینی ج ۲ ص ۲۱)

آغاز بیان معراج

سوموار کی رات ستائیسویں رجب المرجب۔
(روح البیان ج ۳ ص ۳۹)

ہجرت سے ایک سال قبل جب بعثت کا سالہ تھا اور علامہ ابن حزم اندلسی

نے یقین کے ساتھ دعویٰ کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۰۵)
 جب کہ آپ کی عمر شریف اکاون برس چار ماہ انیس دن تھی اور سوموار کی
 رات رجب کے مہینے کی ستائیس اور نبوت کا بارہواں سال تھا۔ جب کہ افق عالم پر ہواں
 دھار بادل چھایا ہوا تھا۔ بادل گر جتے تھے بجلی چمکتی تھی۔ بارش کے قطرات کا
 ترشح ہو رہا تھا (اخبار القرآن ص ۲۵۲)

اور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جسمانی معراج جو کہ بیداری میں ہوتی ہے
 بعثت کے بعد ہوتی ہے اور بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے
 إِنَّ الْأَسْرَاءَ كَانَتْ قَبْلَ أَنْ يُتَوَحَّحَ إِلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 بے شک معراج بعثت سے پہلے ہوتی ہے تو اسکا مطلب یوں ہے ،
 لِأَنَّ ذَٰلِكَ كَانَ فِي تَوَحُّدِهِ بِرُوحِهِ

اس لئے کہ بعثت سے پہلے والی معراج بحالت خواب روحانی طور پر ہوتی ہے۔
 حضرت ابن وحیہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج سوموار کو ہوئی۔ اور
 ولادت باسعادت سوموار کو، بعثت سوموار (یعنی غار حرا میں پہلی وحی بھی سوموار
 کو ہوئی۔ ہجرت کے لئے مکہ سے روانہ ہونا سوموار کو۔ مدینہ منورہ میں پہنچنا سوموار
 کو اور وفات سوموار کو (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۰۵)

حدائق بخشش میں شب معراج کی شان یوں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے بیان کی ہے

دوعالم میں سرگوشیاں ہو رہی ہیں
 فضاؤں نے چھپڑا سلاموں کا سہرا
 زمین سے جہاں تک جہاں سے مکان تک !
 اُجالا اُجالا، سنہرا سنہرا
 اخق تافق چاند تاروں کے بر لبط ،،
 یہ آواز آتی تھی صسل علی کی

ادلے نظر قدسیوں نے پہچانی تے

جہت تا جہت چاندنی کا پھر ریا،

براق کی زین وری

حضرت جبریل کو اللہ جل شانہ کا حکم ہوا کہ

آج کی رات بہشت سے ایک براق چن کر ستر ہزار فرشتوں کو شامل کر کے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر جاؤ اور ادب ملحوظ رکھ کے اسے بیدار کر کے لے آؤ تاکہ میں اسے قرب و وصال کی دولت سے مشرف کروں جبریل علیہ السلام جب بہشت میں آئے دیکھا کہ چالیس ہزار براق جنت کی چراگاہ میں جمے ہیں جنکی پیشانی پر لکھا ہے

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

ان میں ایک براق غمگین صورت میں ایک گوشہ میں سر جھکائے ہوئے رو رہا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے پوچھا تو بتایا کہ میں نے چالیس ہزار سال سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سنا ہے، اس کی محبت اور اس کے شوق میں زندگی بسر کرتا ہوں یہاں تک کہ کھانا اور پینا موقوف کر دیا ہے۔

چہ مے پر سی ز حال من دل غم دیدہ است چوں شد

دل شد بخوں و خوں شد آب و آب دیدہ بیرون شد

حضرت جبریل علیہ السلام نے تمام براقوں سے اس براق کو پسند فرمایا کیونکہ اس کے دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت موجزن تھی پھر براق کو زین و رکاب کے دولت سرا کا ارادہ کیا (روضہ الاظہار ص ۲۰۷) شاد عظیم آبادی کا کلام سنئے۔

جاتے ہیں سوئے عرش بریں خاتم رسل

لئے ہیں راستہ میں ستاروں کے آج گل

حاضر ہیں انیس سلف آستان پیکل

ہے قدسیوں میں علامہ مصطفیٰ کا کاغل

مہتاب رخ سوئے دولت کے ہوتے
 استاد وہ ادب سے مشعل کئے ہوئے
 ہر دم فلک پکار رہا ہے زہے عز و شرف!
 روحانیوں نے آج جمائی ہے آ کے صف،
 خود کہکشاں نے راہ بنادی ہے اک طرف،
 زہرہ لئے کھڑی ہے بجانے کو چنگ و دوف
 رکھا ہے زین روح الامین نے براق سے پر
 جاتیں گے آپ گنبد نیلی رواق سے پر

ادب کے بیدار کرنا

آفتاب علم تاب اپنی روزانہ مسافت طے کر چکا اور
 وہ اپنی چمکدار شعاعوں کو سمیٹ کر غروب کر چکا

تھا کہ آفتاب نبوت کے جلوہ افروز ہونے کا وقت آیا کتابوں میں لکھا ہے کہ حضور
 علیہ السلام کو حضرت جبریل علیہ السلام نے دیکھا کہ آپ ملکی اور خفیف نیند میں ہیں، صے
 سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت کہا جاتا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے
 أَنَا بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ أَنَا فِي الْمَلِكِ حَتَّىٰ كَذَبَ حَضْرَتُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ آتَىٰ تَوَّابَ اس خفیف نیند سے بیدار ہوئے اور بیداری کی حالت میں آپ کو
 معراج پر لے گئے (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۴۱) عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۱۴۱

کہتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام چونکہ بارگاہ ایزدی سے مامور تھے کہ اے
 روح الامین! میرے مہاجرین کو خادمانہ آداب ملحوظ رکھ کے بیدار کرنا اس لئے
 حضرت جبریل علیہ السلام سوچ رہے تھے کہ آقا کو کس طرح بیدار کروں۔ تو الہام
 ہوا کہ اے جبریل! ٹھہریے کہ اپنے پیارے دوست کو میں خود بیدار کروں گا جس
 طرح اے بیدار کرنا شایان ہے بس الہام ہونے کے بعد دیکھا تو آپ بیدار ہیں
 نیز حضرت جبریل علیہ السلام سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے حکم اپنی معلوم تھا
 کہ میرے وجود کی سرشت کا فورس ہے لیکن اسکی حکمت سے بے خبر تھا جو کہ معراج کی

رات مجھے معلوم ہوئی۔ اور وہ اس طرح معلوم ہوئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیدار کرتے وقت میں تامل کر رہا تھا کہ آپ کو کس طرح بیدار کروں حتیٰ کہ مجھے الہام ہوا کہ آپ کے پاؤں مبارک کی تیلیوں کو بوسہ دے دوں، جب میں نے اپنے لب آپ کے پاؤں مبارک کی کھن پر رکھے کا فوراً کی بروقت آپ کی کھن پاؤں کو محسوس ہوئی اور آپ بیدار ہو گئے۔ میں نے اس وقت معلوم کیا کہ کافر سے میری سرشت کا سبب یہ تھا۔ تاکہ معراج کی رات آپ کو نہایت ادب سے بیدار کر سکوں۔

(الف) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سرکاریں حضرت جبریل علیہ السلام نے ان الفاظ سے درخواست پیش کی

اِنَّ اللّٰهَ جَلَّ جَلَالُهُ
يَقْرُؤُكَ السَّلَامَ وَهُوَ
يَدْعُوكَ وَاَنَا حَامِلُكَ
اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنَّ
اللّٰهَ يَرِيْدُ اَنْ يَّكْرِمَكَ
بِكِرَامَاتٍ لَّمْ يَكْرَمْ بِهَا
اَحَدًا قَبْلَكَ وَلَمْ يَكْرَمْ
بِهَا اَحَدًا غَيْرَكَ وَلَا
سَمِعَهُ اَحَدٌ وَلَا خَطَرَ
عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ

(مصابیح النبوة ج ۳ ص ۱۱۲، ۱۳۳)

بے شک اللہ تعالیٰ آپ پر سلام
پڑھتا ہے، اور وہ آپ کی عزت
ہے، اور میں حاضر ہوا ہوں تاکہ
آپ کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاؤں
آج کی رات اللہ آپ کو ایسے اعزاز
کا شرف عطا فرمانے کا ارادہ رکھتا
ہے، جو اعزاز آپ سے پہلے نہ کسی کو
حاصل ہوا نہ ہوگا اور آج تک
ایسی نرالی شان و عظمت نہ کسی نے
سنی ہے اور نہ کسی انسان کے
دل میں خیال تک گزرا ہے۔

(ب) ”آپ کو کس جگہ سے معراج ہوتی“ اس بارہ میں بہت روایات ہیں۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ حطیم میں لیٹے ہوئے تھے جیسا کہ بخاری شریف میں روایت ہے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ شعب ابی طالب میں تھے

جیسا کہ واقعی کی روایت ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ بی بی اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں آرام فرما رہے تھے۔ جیسا کہ طبرانی نے روایت کی ہے۔ اور ایک روایت ہے کہ آپ اپنے ہی گھر میں تھے۔ اور مکان کی چھت کھول کر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں وارد ہے۔ ان روایات کا تعارض یوں دفع کرنا چاہئے کہ بی بی امہانی رضی اللہ عنہا کے گھر کو جو کہ شعب ابی طالب کے پاس تھا۔ آپ کے بوجہ سکونت کے اپنا گھر فرما دیا اور وہاں سے آپ مسجد شریف کی حطیم میں گئے اور پھر حطیم سے معراج ہوئی۔

وضو اور طواف

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سیدار

ہو کر چاہا کہ وضو کر لوں۔ میں نے ابھی آستین نہیں سکڑی تھی کہ رضوان جنت نے دویا قوتی کوڑے جو آب کوثر سے لبریز تھے پیش کئے اور زمرہ خضر کا ایک طشت بھی حاضر کیا جو عجیب تر تھا۔ اس کے چار گوشے تھے اور اس کے ہر گوشے پر ایک چمکدار موتی جڑا ہوا تھا کہ اس کی روشنی اپنے نورانی پر تو سے آسمان کو منور کرتی تھی۔ اس پانی سے وضو اور غسل فرمایا اس کے بعد نورانی لباس زیب فرمایا اور نورانی عمامہ سرمبارکت باندھا ایک روایت میں آیا ہے کہ رضوان جنت نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سات ہزار برس پہلے وہ دستار مبارک نہایت حفاظت سے پلیٹ کر رکھی ہوئی تھی اور چالیس ہزار فرشتے تعظیم کی نیت سے اس دستار مبارک کے ارد گرد کھڑے ہو کر تسبیح و تہلیل ادا کرتے تھے اور ہر سچ کے بعد درود شریف پڑھتے تھے جب حضرت جبریل علیہ السلام وہ دستار مبارک لے آئے چالیس ہزار فرشتے بھی اس کے ہمراہ حاضر ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے نورانی چادر آپ کے دوش مبارک پر ڈالی نہ برجہ کی نعلین پاؤں مبارک میں پہنائی اور ایک یا قوتی ٹپکا آپ کی کمر پر باندھا زمرہ خضر کا چابک آپ کے ہاتھ میں دیا جو چار سو دریدہ ناسفتہ سے جڑا ہوا تھا پھر آپ خانہ کعبہ میں آئے وہاں سات بار طواف کیا اس کے

بعد تھوڑی دیر حطیم میں استراحت فرمائی (معارج النبوة ج ۳ ص ۱۲۲)

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ حسب معمول عادت اپنا لباس اور اپنی پاپوش مبارک جو پہلے پہنا کرتے تھے وہی پہن کر معراج پر تشریف لے گئے اور یہی درست ہے اور معارج میں جو کچھ لکھا ہے کسی کتاب میں نظر سے نہ گذرا۔

قد غمت لکی ادا جامہ زیبای کی پھین

سرگیں آنکھ غضب ناز بھری وہ چتون

وہ عمامہ کی سجادٹ وہ جبین روشن

اور لکھڑے کی تحبلی وہ بیاض گردن

وہ عبائے عربی اور نچپا دامن

دلبر بایانہ رفتار وہ بے ساختہ پن

مردہ بھی دیکھے تو کمرے چاک دامن

اٹھ قبر سے بے تاب زبان کو یہ سخن

مرحب اسیدی مکی مدنی عسربی

دل و جان باد فداست چہ عجب خوش لقی

شرح صد مبارک

فرشتوں کی ایک جماعت ہوئی جن کے

پاس ایک سنہری طشت زمزم کے پانی سے بھرا ہوا تھا اور ایک طشت ایمان اور

حکمت سے لبریز تھا۔ جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ

الصلوة والسلام نے فرمایا کہ میرا سینہ اوپر سے نیچے تک شق کیا گیا (یعنی کھول دیا گیا)

اور میرا قلب نکال کر ایک سنہری تھال میں آب زم زم سے دھویا گیا پھر ایک اور

تھال آیا جس میں ایمان اور حکمت رکھی ہوئی تھی تب میرے دل کو ایمان اور حکمت

سے بھر دیا گیا۔ اور دل کو پھر اصلی مقام پر رکھ دیا گیا۔ اور اوپر سے درست کر دیا

گیا (مسلم شریف ج ۱ ص ۹۲) الف وجہ استعمال آب زم زم، حضرت ابن ابی جبرہ

ایک نکتہ لکھتے ہیں کہ وضو اور غسل کے لئے منہ کوثر کا پانی استعمال فرمایا اور شرح صدر مبارک کے وقت زم زم کا پانی استعمال فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ زم زم کے پانی کی اصل بہشت ہے۔ اس کا قرار زمین پر ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت بھی زمین پر باقی رہ جائے یہی وجہ ہے کہ زم زم کا پانی منہ کوثر کے پانی سے افضل ہے۔ اس لئے شوق صدر میں یہ پانی استعمال کیا گیا اور مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۱۱۱ (ازرقانی شریف ج ۶ ص ۲۱) اب اقبلی آنکھوں کا اور جب حضرت حیرتیل علیہ السلام آپ کا دل مبارک دھو چکے تو کہا۔

قلب سدید فیہ عینان	آپ کا دل مبارک عزم اور استقلال
تبصران و آذنان	والا ہے سمیں دو آنکھیں ہیں اور دو
تسمعان (شفا شریف ج ۱ ص ۱۱)	کان ہیں جو سنتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وجہ استعمال آب زم زم

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ا تليت	وجہ استعمال آب زم زم حضور علیہ
فالطلقوا لى الى	صلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے پاس
زم زم فشرح عن صدرى	ایک فرشتہ آیا اور وہ زم زم کے پاس
ثم غسل بماء زم زم رسول شريف	گیا۔ اور میرا شوق صدر کیا اور میرے
شوق صدر میں حکمت :-	دل کو آب زم زم سے دھویا۔
شوق صدر :- الشریف	حضرت محمد بن اسماعیل حقی فرماتے ہیں کہ
جبریل عليه السلام اى	حضرت جبریل علیہ السلام نے جو شوق صدر
اشأمر الى ذلك فانشق	مبارک کا کیا ہے اسکی کیفیت صرف
فلم تكن الشق بالة ولم	استقدر ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ
يسل دم ولم يحد له عليه	السلام نے اشارہ کیا آپ کا سینہ
الصلوة والسلام ،	مبارک کھل گیا حتیٰ کہ آپ کے سینہ
	مظہرہ کسی ہتھیار سے نہ چیرا در نہ

کسی قسم کا وہاں خون بہا اور نہ
ہی کسی قسم کا درد محسوس ہوا،

الْمَا (روح البیان)
(ج ۲ ص ۳۹۳)

(د) مد عظمت شان رسالت، ایمان اور حکمت اگرچہ ذی اجسام اور ذی صورت
نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ غیر جسمانی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرمائے
اور ایمان اور حکمت کا تمثیل ایک طشت میں نمودار ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
عظمت شان پر دلالت کرتا ہے۔ علامہ شہاب الدین خجندی فرماتے ہیں کہ بعض لوگ یہ
خیال کرتے ہیں کہ شوق مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کے منافی ہے تو یہ
ایک دھم ہے جو غلط ہے۔ اور خیال ہے جو بالکل ہی باطل ہے۔

وَكُونُهُ مَخْلُوقًا مِنَ النُّورِ لَا يَنَافِيهِ

اور آپ کا نور سے مخلوق ہونا اس کے منافی نہیں

(نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۳۸)

(ھ) تعداد شوق صدر مبارک کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کا شوق صدر طفولیت
کے عہد میں ہوا جب کہ آپ بنی سعد کے ہاں دانی حلیمہ کے پاس رہتے تھے۔ اور
دوسری دفعہ بعثت کے بعد ہوا جس طرح کہ دلائل النبوت میں ابو نعیم صہبانی نے
نے بیان کیا ہے اور تیسری مرتبہ معراج کے آغاز میں ہوا۔ اور بعض نے چوتھی مرتبہ
کا قول بھی کیا ہے جب کہ آپ کی عمر مبارک بیس برس کی تھی۔ اور درمنثور میں ایک
روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ دفعہ شوق صدر ہوا جب کہ آپ کی عمر
شریف دس سال کی تھی۔ مگر یہ پانچویں روایت درست نہیں کیونکہ راوی نے غلطی سے
بیس کی بجائے دس کا لفظ کہہ دیا۔ اسیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۲۱

(و) سونے کے برتن استعمال، اور چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت
میں سونے کے برتن کا استعمال حرام ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ سونے کا استعمال دنیا
میں حرام ہے لیکن آخرت میں مومنوں کے لئے خالص استعمال ہوگا۔ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا۔

لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

هُوَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُنَا فِي الْآخِرَةِ

کہ سونا کافروں کے لئے دنیا میں ہے اور ہمارے لئے آخرت میں ہوگا اور اسرار کا قصہ درحقیقت عالم آخرت سے ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ سونے کے تھال کا استعمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ فرمایا بلکہ فرشتوں نے استعمال کیا جو شریعت کے احکام کے مکلف نہیں ہیں زمیرا جواب یہ ہے کہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ تحریم سے پہلے ہوا اور اصل واقعہ بھی اسی طرح ہے کہ سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال مدینہ منورہ میں حرام ہوا اور یہ تحریم کا واقعہ معراج کے بعد ہے۔ (مدارج النبوة ج ۱ ص ۱۹۴)

پوچھا جواب یہ ہے کہ معراج کا سارا قصہ خدا کے حکم سے ہوا جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین کا استعمال ہوا تو حرمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اس طشت کے لانے میں اور اس کے استعمال میں بحسب عرف و عادت بھی ایک تکریم کا نوع تھا۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام عالم میں مکرم اور معظم ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ شریف کے باہر بطحائے مکہ میں سے لائے۔

بطحائے مکہ

وہاں حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام منتظر تھے اور ہر ایک کے ساتھ ستر نزار فرشے مقرب صف بستہ موجود تھے آپ کو دیکھتے ہی تعظیم و تکریم کی اور صلوٰۃ و سلام کے تحفے پیش کئے آپ نے بھی ان کے حالات کے مناسب ان پر کرم فرمایا۔ اس کے بعد فرشتوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رضائے الہی اور کرامت غیر متناہی کی خوشخبری سنائی (معراج ج ۲ ص ۱۲۵)

تبارک اللہ شان تیری کبھی کو زیبا ہے بے نیازی

کہیں تو جوشش لب ترا فی کہیں تقاضے وصال کے تھے۔

براق کے اوصاف

آپ کے سامنے ایک سفید جانور لایا گیا جس کا نام براق ہے جو بجلی کی مانند تیز رفتار

اور چمک دار ہے فرشتوں کی طرح تذکیر اور یتائیت سے پاک ہے جس کا سینہ مثل یاقوت سرخ کے اور پیٹھ مثل چمکدار سفید موتی کے اور ٹانگیں مثل زمرد سبز کے اور دم اس کی مرجان خالص کی طرح ہے اس کے ماتھے پر: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ لکھا ہوا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ اس براق کی خوبی ہے کہ پہاڑ پر چلتے وقت پاؤں لمبے ہو جاتے ہیں اور اترتے وقت ہاتھ لمبے ہو جاتے ہیں تاکہ سوار کو ہر طرح آسانی ہو جائے۔ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۸

حدیث شریف میں ہے وَهُوَ ذَابَّةٌ أَيْضٌ طَوِيلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ دُونَ الْبَغْلِ يَضَعُ خَافِرَهُ عِنْدَ مُنْتَهَى طَرْفِهِ (مسلم شریف ج ۱ ص ۹۱) اور وہ جانور سفید رنگ کا ہے گردے سے قدرے بلند ہے اور خچر سے قدرے چھوٹا ہے (یعنی درمیانہ قدر رکھتا ہے نہ بہت پست قامت ہے اور نہ بہت لمبا قد اور ہے۔) جہاں اس کی نظر کی انتہا ہے وہاں اس کا قدم پڑتا ہے۔ بیان میرٹھی فرماتے ہیں ۷

ایا براق برق سے رم لے برق بھی جس کے قدم ہستی سے تاملک عدم اس کی روش کی ایک دم تھا نرم روپوں موج یم گرمی میں بجلی اس سے کم تھی شان رب زد کرم اس کی روش اس کا چلن تو سن میں یہ قدرت کمان

صر صر میں یہ سرعت کہان آہوں میں یہ ہودت کہان شہباز میں رفعت کہان

جن میں یہ طاقت کہاں ، یہ برق میں صولت کہاں
گھوڑوں کی یہ صورت کہاں پرلوں کا منہ رشیم سا تن

لے شاہ کو مرکب یوں اڑا

دل بے کے جیسے دل ربا
اور جوہری جوہر اٹھا! پا کر مہوش کیمیا!

لے کر خضر آب بفتا،

گوہر کو لے کر شب چرا لے کر اڑے باز صبا
بوتے عبیر و یاسمن ،

آفتا چلا مولے چلا عالی سوئے عسلی چلا!
ماہ جہاں آرام چلا

وہ عرش کا تارا چلا اللہ کا پیا را چلا!

پیساری ادا والا چلا

نوری سوئے بالا چلا حوریں تکیں جس کی پھین

ایک روایت میں ہے کہ براق کے دائیں اسی ہزار فرشتے اور براق کے
بائیں اسی ہزار فرشتے استادہ تھے ہر ایک کے ہاتھ میں نورانی شمع تھی حتیٰ کہ انکی
چمک سے بظلم کا دلائل روشن تھا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں تشریف لے گئے
آپ کی ذات بابرکات کے نور کے پرتو سے وہ روشنی نمودار ہوئی کہ ان تمام شمعوں
پر غالب آئی بلکہ اگر ہزار ہا سورج اور چاند ہوتے تو آپ کے نور کے سامنے ماند پڑ جاتے۔
اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ اے جبریل! میں نے اپنے حبیب
صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کو ستر ہزار حجاب میں پوشیدہ کیا ہوا ہے اس وقت صرف
ایک حجاب اٹھایا جو کہ تمام شمعوں پر غالب آیا جو عرش بریں سے روشن کر کے لائے
تھے (معراج النبوة ج ۳ ص ۱۲) اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلی نے کس ترکیب حسن
سے اس کی نقشہ کشی فرمائی ہے۔

اتار کر ان کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا !
 کچھ چاند و سورج محل محل کو جیس کی خیرات مانگتے تھے
 وہی تو ایک جھلک رہا ہے وہی تو جو بن ٹپک رہا ہے
 ہناتے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے
 بچا ہوا تلووں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
 جنہوں نے دولہا کی پانی اترن وہ پھول گلزار فرستے تھے

اُمّت کی یاد حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ وسلم براق

مقربان علم بالا آپ کے قدم فیضِ نروم کی انتظار میں ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 سوار ہونے میں توقف فرمایا اور سر مبارک نیچا کر لیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام کو خطاب
 ہوا کہ اے جبریل! میرے دوست سے اس توقف کا سبب دریافت کیجئے۔
 چنانچہ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ وسلم اس توقف کا کیا سبب
 ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ میں آج کی رات نوازشات الہی سے سرفراز ہوا ملائکہ مقربین میرے
 اعزاز و اکرام کو جمع ہوئے اور براق برق رفتار میری سواری کے لئے ہمراہ لائے۔
 اب یہ سوچ رہا ہوں کل قیامت کے دن جب میری اُمّت کے لوگ اپنی قبروں سے
 باہر آئیں گے اور اطرط کی پچاس ہزار سال کی مسافت سواری کے بغیر پیدل کس طرح
 طے کریں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ مغموم نہ ہوں کیونکہ آپ کی اُمّت
 سے جس شخص کو میں اپنی عنایت سے مخصوص کروں گا، اس کو براق پر سوار کر کے پل
 صراط پر سلامتی سے گذار کر بہشت میں پہنچا دوں گا۔ (ریاض الانوار ص ۲۹)

جیسا کہ قرآن مجید میں آیا۔

يَوْمَ نَخْشِ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا (پ ۹ ع ۹)

قیامت کا وہ دن ہے جس دن پر ہمیز گاروں کو براق پر سوار کر کے اپنے پاس
 لائیں گے۔ جلالین شریف ص ۲۶ پر ہے۔

وَفِدُّ جَمْعُ وَافِدَائِي أَيُّ سَرَاكِبٍ

یعنی وفد و افد کی جمع ہے اور اسکا معنی راکب کے ہیں۔ یعنی سوار ہونے کے۔

براق کی درخواست

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چاہا کہ براق پر سوار ہوں۔ تب براق کو نے لگا حضرت جبریل

علیہ السلام نے فرمایا اے براق تو کیوں کو دتا ہے۔ حالانکہ تجھ پر ایسا شخص سوار ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب کائنات سے زیادہ مرتبہ والا ہے براق نے کہا آپ نے درست کہا مگر میں حاجت مند ہوں حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا تیری کیا حاجت ہے۔ براق نے عرض کیا قیامت کے دن بے شمار براق برق آسا عالم آراء، فلک پیمایا، آپ کے سامنے حاضر ہوں گے میں چاہتا ہوں کہ اس دن بھی آپ مجھے سواری کا شرف بخشیں۔ جیسے آج کی رات شرف عنایت فرمایا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براق کی درخواست کو قبول فرمایا اور سوار ہوئے (معارج النبوة ج ۲ ص ۱) کہتے ہیں کہ براق اس جسارت کے بعد شرمندہ ہو کر لرزہ باندھام ہو گیا اور اسے پسینہ آگیا۔ اور اپنے کو اس قدر زمین کے نزدیک کر لیا کہ آپ آسانی سے براق پر سوار ہوا گئے مولانا بلگرامی فرماتے ہیں

بگرم دامن چہ سید لولاک در محشر

کہ محشر در نسابد تاب حسن نیم تابش را

شبہ در خانہ زین آن امام انبیاء آمد

قضا گیر دعائش را قدر گیر رکابش را

حضرت جبریل علیہ السلام نے رکام تھامی اور میکائیل علیہ السلام نے رکاب

پکڑی اور اسرافیل علیہ السلام نے زین پوش اٹھایا۔ کہتے ہیں کہ سفید گلاب حضرت جبریل

علیہ السلام کے ہاتھ میں پیدا ہوا اور زرد گلاب براق کے پسینہ سے پیدا ہوا۔ حضور

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب مجھے معراج کے لئے بلایا گیا میرے بعد زمین رونے

لگی۔ تو اس کے رونے سے زرد گلاب پیدا ہوا اور جب میں واپس ہوا اور میرا پسینہ

زین پر گرا تو اس سے سرخ گلاب پیدا ہوا خبردار؟ جو شخص میری خوشبو سونگھنا چاہے تو وہ سرخ گلاب کو سونگھے (روح البیان ج ۲ ص ۳۹۲) (۱) اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس سے پہلے گلاب ہی نہ تھا بلکہ گلاب تھا مگر ان وجہ مذکورہ سے بھی گلاب پیدا ہو گیا جیسا کہ حضرت حوا کے آنسو سے تو لو پیدا ہوئے حالانکہ تو لو پہلے بھی موجود تھے اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بہشت سے کافر لائے وہ زین پر ڈالا تو نمک ہو گیا اسکا یہ مطلب نہیں کہ نمک پہلے موجود نہ تھا۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ گنہگاروں کا ایک گروہ بند ہو گیا اس سے لازم نہیں آتا کہ پہلے بند موجود نہ تھے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صحابی کو لاٹھی دی وہ اس صحابی کے ہاتھ میں تنواریں لگتی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تنواریں کا وجود اس سے پہلے نہ تھا بلکہ مقاصد حسنہ میں امام سخاوی لکھتے ہیں کہ یہ کمالات نبوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بطور معجزہ عطا فرمائے۔

قدوسی جلوس | کہتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو لاکھوں سال کی عبادت کے صلہ میں براق کی زین وری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک لگام بٹھانے کی شرافت ملی اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زین پوش اٹھانے کا انعام عطا ہوا۔ جب آپ کی سواری روانہ ہوئی بطنی کا میدان آپ کے نور سے روشن ہو گیا اور بہشت سے خوشبودار ہوا چلی صلوٰۃ و سلام کی صدا گونجی ہر طرف سے مرجبا کے غریبے لگے۔ بہشتی حوروں نے اس انداز کے ترانے گائے۔

دونوں عالم ہیں نور علی نور کیوں
یسی رونق فزا آج کی رات ہے
یہ مسرت ہے کس کی ملاقات کی
عید کا دن ہے یا آج کی رات ہے

طور چوٹی کو اپنے جھکانے لگا
چاندنی چاند ہر سو بچھانے لگا
عرش سے فرش تک جگ مگانے لگا
ریشک صبح و صفا آج کی رات ہے

چار پکاریں

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی اگر کوئی راستہ میں آواز
سنائی دے تو آپ اس کی طرف توجہ نہ فرمادیں حضرت

ابو سعید خدری سے کسی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو
دائیں طرف سے پکارنے والے نے پکارا کہ میری طرف نظر کیجئے کہ میں آپ سے کچھ پوچھنا
چاہتا ہوں مگر میں نے اس کی آواز کی طرف توجہ تک نہ کی اس کے بعد بائیں طرف سے
اسی طرح ایک آواز آئی مگر میں نے اصلاً اس کی طرف التفات نہ کی اس کے بعد سامنے
سے ایک عورت نے سنگار کئے ہوتے پکار کر کہنے لگی آپ ٹھہریتے میں نے آپ
سے کچھ دریافت کرنا ہے مگر میں نے اس کی طرف کوئی خیال نہ کیا حضرت جبریل علیہ
السلام نے کہا کہ پہلا پکارنے والا یہودیت کا داعی تھا اگر آپ اس کی طرف توجہ
فرماتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی اور دوسرا پکارنے والا نصرا نیت کا داعی
تھا۔ اگر آپ التفات فرماتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی اور آگے پکارنے والی
دنیا تھی۔ اگر آپ اس کی طرف خیال مندوں فرماتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت
ترجیح دے دیتی۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ پیچھے سے بھی اس طرح آواز نہی گئی
مگر آپ اس کی پرواہ تک نہ کی حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ شرک اور آتش پرستی
کا داعی تھا۔ اگر آپ اس سے بات کرتے تو آپ کی امت مشرک اور آتش پرست
ہو جاتی۔ کہتے ہیں کہ ان چار پکاروں میں یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے دل مبارک میں خیال گزرتا تھا کہ میرے بعد میری امت کا کیا حال ہوگا
اس لئے ان چار پکاروں کے نتائج کے بعد گویا آپ کو تسکین دی کہ حق تعالیٰ اپنے
کرم سے آپ کی امت کو دین اسلام پر ثابت قدم رکھے گا۔ اس طرح نہ ہوگا۔

جس طرح پہلی امتوں کا حال کہ ایک بھی ان سے اپنے مذہب کا صحیح پروکار نہیں
 رہ گیا (ریاض الاذنہ ص ۲۱)

مَدِیْنَةُ مَنُورٍ

آپ کا ایک زمین پر گذر ہوا جس میں کجھو
 کے درخت بکثرت تھے حضرت جبریل علیہ

السلام نے کہا کہ آپ یہاں اتر کر دو گانہ نفل نماز ادا فرمائیے چنانچہ آپ نے وہاں اتر کر
 دو رکعت نفل نماز ادا فرمائی اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ جہاں
 آپ نے نماز پڑھی ہے یہ آپ کی ہجرت گاہ مدینہ منورہ ہے (زرقانی شرح مواہب ج ۴ ص ۱۲۹)
 چونکہ کعبہ شریف کا دروازہ مشرق کی طرف ہے اس طرح شمالی سمت کعبہ کے بائیں طرف
 ہوتی ہے اور مدینہ منورہ کا وقوع بھی شمال میں ہے۔ بنا بریں اس راز کی حقیقت
 سمجھنے کیلئے حدائق بخشش نگار باغی پیش کی جاتی ہے۔

کعبہ سے اگر تربت شاہ افضل ہے
 کیوں بائیں طرف اس کے لئے منزل ہے
 اس فکر میں جو دل کی طرف دھیان کیا
 سمجھا کہ وہ جسم ہے یہ مرقد دل سے

طُورِ سِیْنَاءِ

پھر ایک سفید زمین پر آپ کا گذر ہوا حضرت جبریل علیہ السلام
 نے کہا کہ آپ یہاں اتر کر دو رکعت نماز نفل ادا

فرماتیں حضور علیہ السلام نے وہاں اتر کر دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی حضرت جبریل علیہ
 السلام نے کہا یہ وہ طور سیناء ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کو کلام کا شرف بخشا تھا (مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۱۱۱)

کلیم بریل طور عتبہ ار گرفت
 میح بر فلک چہ سارم ترار گرفت
 غلام ہمت آنم کہ فوق کونے و مکان
 براق عزم دو انیس دست یار گرفت

بیت المقدس

پھر ایک پہاڑ پر گزر ہوا جس کا رنگ سفید اور چمکیلا تھا۔
اس جگہ فرشتوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی حضرت جبریل
علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ یہاں اتر کر نماز ادا کیجئے مہنور

علیہ السلام وہاں اترے اور دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی حضرت جبریل علیہ السلام نے
عرض کی کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے تھے اور اس جگہ کا
نام بیت الحم ہے (در منثور ج ۲ ص ۱۳۷) اللہ تعالیٰ نے ایک قبلہ آسمان پر بنایا جس کا
نام بیت المعمور ہے۔ اور زمین قبیلہ زمین پر بناتے ایک قبلہ کا نام بیت اللہ ہے۔ جو
مکہ معظمہ میں ہے۔ اور دوسرے قبلہ کا نام بیت المقدس ہے جو ایلیا میں ہے تیسرے قبلہ
کا نام بیت الحم ہے جو یروشلم کہلاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اے نبی کریم! اگر آپ اہل کتاب کو وہ تمام
معجزات دکھائیں جو آپ کے کعبہ کحیرف منہ
مکہ کے نماز پڑھنے کے لئے رہنمائی کریں
پھر بھی یہود اور نصاریٰ تیرے قبلہ کحیرف
منہ مکہ کے عبادت نہیں کریں گے اور نہ تو
ہی ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں
اور اہل کتاب کا آپس میں اختلاف
بھی ہے کہ انکا بعض ایک دوسرے کے قبلہ
کی طرف اتباع نہیں کرتا۔

وَلَنْ أَتَّبِعَ الَّذِينَ
أَوْفُوا لَكْتُبَ بَكْلِ آيَةٍ
مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ وَمَا
أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ
وَمَا لَبِغُضُّهُمْ
بِتَابِعٍ قِبْلَتَكَ
بَعْضُ

(پ ۲۴۲)

القرآن

اس لئے کہ نصاریٰ کا قبلہ مشرق میں واقع ہوتا ہے اور اس کے مغرب
نیں یہود کا قبلہ ہے یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے قبلہ کی طرف منہ کر کے عبادت
نہیں کرتے۔

بختِ دولتِ عافیت

اس کے بعد تین شخص سامنے ظاہر ہوئے ان میں سے ایک بوڑھا،

اور ایک ادھیڑ عمر کا اور ایک نوجوان تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جوان کی طرف نگاہ کی اور بوڑھے اور ادھیڑ عمر والے کو نہ دیکھا حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بہت اچھا کیا ہے کہ آپ نے عافیت کو پسند فرمایا۔ کیونکہ بوڑھا بخت اور ادھیڑ دولت اور جوان عافیت ہے، بخت اور دولت ہر دو ناپائیدار ہیں۔ اور عافیت ہر دو جہاں کی نعمت کا سبب ہے۔ اس لئے آپ کو مبارک ہو کہ آپ کی امت عافیت سے بہرہ ور ہو جائے گی (معارج النبوة ج ۳ ص ۱۲۹) گویا نوارِ دہمان کی میزبانی کے لئے یہ ایک قسم کی خوش آمدید تھی جس کو عربی میں اَهْلًا وَ سَهْلًا وَ مَرْحَبًا کہتے ہیں جو عافیت پر نظر فرمانے سے رُخسما ہوئی جس کے بعد آپ کو اور آپ کی امت کو دین و دنیا کی بہتری کی خوشخبری سنائی گئی۔

ایک شخص پر گزر رہا تھا جس نے لکڑیوں کا ایک بڑا گٹھ بنا رکھا ہے۔ اور اس کو سر پر اٹھانا چاہتا ہے مگر

حرصِ آدمی

نہیں اٹھا سکتا۔ تو اس میں دوسری لکڑیاں جمع کر دیتا ہے پھر جب گٹھ کو نہیں اٹھا سکتا تو اس میں اور لکڑیاں فراہم کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ کیسا شخص ہے جب لکڑیوں کا گٹھ بھاری ہے تو اس میں لکڑیاں کم کرے تاکہ سر پر اٹھا سکے۔ مگر یہ شخص گٹھ کو اور وزنی بناتا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ آپ کی امت سے ایسا شخص ہے کہ بہت لوگوں کے حقوق اس کے ذمہ ہیں جب ان کے ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تو زیادہ حقوق اپنے ذمہ میں جمع کرتا ہے اور حرص کرتا ہے۔ لوگوں کے حقوق اور ان کی امانتیں ایک قسم کا وزنی بوجھ ہے جس کو انسان نہ اٹھا سکے تو اسکے اندر زیادتی نہ کرے۔ (تفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۱۵)

بات پر نادم

ایک چھوٹے پتھر پر گذر ہوا جس میں سے ایک مجمع پیدا ہوتا ہے اور وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا

ہے۔ لیکن نہیں جاسکتا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے اور شرمندہ ہو جائے مگر اس کے واپس کرنے پر قادر نہیں ہے۔ (مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۱۵۱)

ایک شخص کو دیکھا جو کنویں میں ڈول لٹکاتا ہے جب ہی باہر نکالتا ہے اسے پانی سے خالی پاتا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا

یہ ریاکار ہے۔ جو شخص دکھلاوے کی عبادت کرتا ہے وہ محنت بھی کرتا ہے مگر قیامت کے دن اس کا ثواب نہ پائے گا۔ (معارج النبوة ج ۲ ص ۱۲۹)

ایک جگہ پاکیزہ اور مٹھنڈی ہو اچلی مرجان بکثرت ہوتے ہیں۔ اب اس وعدہ کو پورا کر دو مجھ سے کیا ہے۔

جس میں سے کستوری کی خوشبو آتی تھی اور ایک آواز سنی تھی حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ جنت کی خوشبو ہے۔ اور اس کی آواز ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی اے میرے رب! میرے بالا خانہ پر استبرق، حریر، سندس اور عبقری بہت ہو گئے۔ چاندی سونے کے گلاس اور برتن اور کوزے زیادہ ہو گئے۔ شہد، پانی، دودھ اور شراباً طہورا بہت کافی ہو گئے ہیں موتی، مونگے اور وہ لوگ بھیج جو ان چیزوں کو استعمال کریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تیرے لئے نیک لوگوں کو مقرر کیا ہے۔ اور وہ ایسے لوگ ہیں جو مرد یا عورت ایمان اور اسلام لائے اور میرے ساتھ شرک نہ کرے اور جو میرا خوف دل میں رکھے میں اسے امن دوں گا۔ اور جو کوئی مجھ سے مانگے گا میں اسکو دوں گا۔ اور جو مجھے قرض دے گا۔ میں اسکو اسکا نیک صلہ دوں گا اور جو مجھ پر توکل کرے گا۔ میں اسکی کفایت کروں گا۔ اور میں ایک ہی عبادت کے لائق ہوں میرے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں میں وعدہ خلافی نہیں کرتا بے شک ایمانداروں کو فلاح ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ بہت ہی برکت والا ہے۔ بہشت نے کہا کہ

میں رضا مند ہو گئی (ابن کثیر ج ۳ ص ۱۵۷)

دوزخ کو آواز | ایک وادی پر گزر رہا جہاں ایک وحشت ناک آواز سُنی اور بدبو محسوس ہوئی حضرت جبریل

علیہ السلام نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے کہ وہ کہتی ہے اے رب! جو مجھ سے وعدہ کیا ہے مجھ کو عطا فرما کیونکہ میری زنجیریں، طوق، شعلے، گرم پانی، پیپ اور عذاب کثرت سے ہو گئے ہیں۔ میری گہرائی بہت وسیع ہو گئی ہے میری گرمی بہت سخت ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے ہر شرک کرنے والا مرد اور ہر شرک کرنے والی عورت اور کفر کرنے والا مرد اور کفر کرنے والی عورت اور تکبر و عناد کرنے والے لوگ اور قیامت کا انکار کرنے والے تجویز کئے ہیں۔ دوزخ نے کہا میں راضی ہو گئی (درمنثور ج ۴ ص ۱۴۲)

پتھر گرنے کی آواز | ایک وادی میں وحشت ناک آواز سننے میں آئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اے جبریل! یہ کیا آواز ہے جس سے انسان گھبرا جاتا ہے اور لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ ایک پتھر جو عرصہ ایک ہزار سال ہوتے دوزخ میں ڈالا گیا تھا آج وہ پتھر دوزخ کی تہ میں پہنچا ہے۔ اس کے گرنے کی آواز تھی جو سنی گئی۔ (اخبار القرآن ص ۲۵۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز میں | حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات ریت کے سرخ ٹیلے کے پاس میرا گزر ہوا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اگر کوئی دریافت کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے کس طرح دیکھا ہے؟ حالانکہ عالم برزخ میں عبادت کے وہ مکلف نہ رہے۔ تو مسند ابوالعلیٰ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔
 الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يَصَلُّونَ ط
 کہ تمام انبیاء سلام ہوان پر اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔

حدیث اولیائیں لکھا ہے کہ ثابت بنانی نے حضرت حمید سے پوچھا کیا آپ نے سنا ہے کہ نبیوں کے سوا کوئی دوسرا شخص اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے تو حضرت حمید نے فرمایا صرف نبیوں کا خاصہ ہے کہ وہ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں علامہ عبد الوہاب شمرانی تحریر فرماتے ہیں۔

صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر شریف میں زندگی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں اور آپ اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے نبیوں کی سلام ہوان پر خبر دی ہے کہ آپ نے ان کو معراج کی رات نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

وقد صحت الأحادیث
 انه صلى الله عليه وسلم
 حي في قبره يصلي باذان
 وإقامة كما أخبر
 بذلك في حق موسى
 وغيره من
 الأنبياء عليهم
 السلام ليلة
 المعراج
 (منح المدة ۹۲)

براق کا باندھنا

بیت المقدس کے پاس آسمان کے بے شمار فرشتوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استقبال کیا۔ اور

عزت و احترام کے ساتھ صلوٰۃ پڑھے (معراج النبوة ج ۳ ص ۱۲۹) وہاں ایک پتھر تھا جس کے ساتھ پہلے نبی (سلام ہوان پر) اپنے براقوں کو باندھا کرتے تھے۔

لیکن اس وقت کافی عرصہ گزرنے کے باعث اس پتھر کا سوراخ بند ہو گیا تھا۔ جس میں رسی ڈال کر براق کو باندھ دیا جاتا تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے انگلی سے اشارہ فرمایا وہ سوراخ ظاہر ہو گیا۔ ریشم کی ڈوری سے براق کو وہاں باندھ دیا گیا۔ (زرقاتی ج ۶ ص ۵۷) (ف ۱) اس بارہ میں ترمذی شریف کی دو روایتوں میں تعارض نظر آتا ہے۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں جس براق کو اللہ تعالیٰ نے مسخر کر دیا تھا اس کو باندھنے کی کیا ضرورت ہے؟ ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۴۲)

دوسری جگہ یوں لکھا ہے۔ کہ حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے اشارہ سے پتھر کا سوراخ ظاہر ہوا جہاں براق کو اس سے باندھا گیا۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۴۲) تو ان دونوں روایتوں میں تطبیق کی یوں صورت ہوگی کہ مثبت حدیث کو نافی پر مقدم مانا جائے گا۔ ویسے بھی حضرت بریدہ کی حدیث مرفوع ہے جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اور حضرت حذیفہ کی روایت ہے۔ حدیث نہیں ہے۔ تو ان دونوں اقوال میں تعارض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جس میں تطبیق کی ضرورت ہو۔ اس لئے کہ اصول حدیث کے قاعدہ کے لحاظ سے تعارض کے لئے درجہ میں مساوات ضروری ہے۔

خوڑن کا استقبال | تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام نے کہا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ کو خوڑیں۔ دکنلات آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ ان خوڑوں کے پاس جائیے کہ استقبال کے لئے حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا تم کس لئے ہو انہوں نے کہا۔ ہم نیک ہیں اور خوبصورت ہیں۔ ایسے نیک مڑوں کی پیٹیاں ہیں جو پاک ہیں اور صاف ہیں۔ اور میں نے نہیں ہوں گے۔ اور ہمیشہ رہیں گے۔ اور کبھی نہ مرتیں گے (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۴۲) 'خوڑ' کا معنی یاد رہے کہ 'خوڑ' عین

لغت عربی میں اس خوبصورت ٹور کو کہتے ہیں جو اپنے حسن و جمال کے کمال کے باعث دوسرے کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے اور اپنی خوبصورتی پر اس کو تازہ ہو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب
فرشتوں کا استقبال

میں بیت المقدس میں پہنچا تو میں نے فرشتوں کی ایک جماعت کو دیکھا کہ میرے استقبال کو آتے ہیں۔ اور مجھے رب العزت کی طرف نہایت اعزاز و احترام کی بشارت سنائی اور مجھے یوں سلام کہا اَلَسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اَوَّلُ يَا اٰخِرُ یا حَاشِر میں نے جبریل علیہ السلام سے کہا ان ناموں کے ساتھ سلام میں کیوں مخصوص کیا ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں اور آپ سب سے آخری بنی ہیں۔ اور قیامت کے دن مخلوقات کا حشر آپ کے قدموں کے نیچے ہوگا۔ (معراج النبوة ج ۳ ص ۱۲۹)

قصیدہ مرابعہ پہ قربان جاتیں کیا شستہ لب و لہجہ ہے

تجلی حق کا سہرا سرِ صلوٰۃ و تسلیم کی پنچھاور

دردیہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کی واسطے تھے

جو ہم بھی داں ہوتے خاک گلشنِ لہجہ کیوں سے لیتے اترن

مگر کریں کیا نصیب میں یہ تو نامرادی کے دن نکھے تھے،

مسجد اقصیٰ میں نماز
 حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اور

جبریل علیہ السلام دونوں مسجد میں داخل ہوئے

تو انبیاء علیہم السلام کو میں نے پہچانا۔ کوئی صاحب قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجدہ میں ہے۔ پھر ایک اذان کہنے والے نے اذان کہی اور پھر اقامت کہی گئی۔ اس وقت ہم صفیں درست کر کے اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ کون امامت کرتے ہیں۔ سو حضرت جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا

دیا اور میں نے ان سب کو نماز پڑھائی

بیسان میرٹھی نے کہا ہے

شاہنشاہ امی لقب، مہ پارہ کی قصب وہ سید عالی نسب، وہ سرور و صاحب
 اشراف سے اترے تعب، زینت کے اقصیٰ میں جب
 پیغمبران منتخب، بہرمن از مستحب
 استادہ تھے با صد ادب، نور تجلی کے سبب،
 روشن ہوئے روم و حلب، انجم کو ہے اب تک عجب،
 وہ روز روشن تھا کہ شب، تھی عرش پر زم طرب
 تھا جلوہ گر حسن طلب، بے پردہ تھے انوار سب
 تھا کشف نور محجب، تحت شعاع بہر رب
 تھا گردہ ماہ عرب، کیوں چھپ نہ جاتا بے گہن

تفسیر قرطبی میں ہے کہ تمام نبیوں نے ”سلام ہو ان پر، حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کو امام بنانا چاہا کہ ہمارے اندر بھی اسکی اقتدار کرنے میں خوبی کا اثر ہو جائے
 اور محبوبیت کی خوشبو حاصل ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی میں
 ایک خاص تعلق ہوتا ہے جس کی بنا پر امام کی نماز مقتدی کی نماز کو مستعمل ہوتی ہے،
 حتیٰ کہ امام کی خوبیاں مقتدی میں سرایت کرتی ہیں

نماز قضیٰ میں یہی تھا سر، عیاں ہو معنی اول و آخر،
 کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر، جو سلطنت آگے کر گئے تھے،
 اس مقام پر مسلمانوں کو جس بات کا عقیدہ رکھنا لازمی ہے وہ یہ ہے کہ یہ
 مقدس اجتماع نبیوں کا ”سلام ہو ان پر“ محض روحانی نہ تھا بلکہ جسمانی تھا اور
 سب کے سب مجسم اور اپنی شکل و شہادت میں تھے جو ان کو دنیا میں عطا ہوئی ہے
 اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص روحانی وجود کے ساتھ نماز پڑھے اور اصلی
 وجود اسکا اس میں شامل نہ ہو تو شرعاً نماز نہیں ہوتی۔ پچنانچہ ملا علی قاری اپنی کتاب
 مرقاة المفاتیح ج ۵ ص ۴۲ میں فرماتے ہیں

فَإِنَّ حَقِيقَةَ الصَّلَاةِ وَهِيَ الدِّيتَانُ بِالْأَفْعَالِ الْمُخْتَلِفَةِ

إِنَّمَا لِجَسَامٍ لَا لِلْأَرْوَاحِ ، اس لئے نماز افعال مختلفہ قیام ، رکوع سجود ، قعدہ کی ادائیگی کا نام ہے اور یہ اجسام سے ہو سکتی ہے ارواح مجرودہ نماز کے ارکان ادا نہیں کر سکتے

(الف) حجت انبیاء کا بیان -

<p>امام بیہقی نے فرمایا کہ تمام نبی (س) ہواں پر زندہ ہیں حتیٰ کہ جب انکی روحیں وفات کی وقت نکال جاتی ہیں تو پھر وہ روحیں ان سب کے جسموں میں واپس لوٹا دی گئی ہیں ، پس سب نبی خدا کے نزدیک زندہ ہیں جیسے کہ شہید زندہ ہیں ۔</p>	<p>قَالَ الْبَيْهَقِيُّ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ بَعْدَ مَا قَبَضُوا رَدَّتْ إِلَيْهِمْ أَرْوَاحُهُمْ فَهُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ كَالشَّهَدَاءِ ،</p> <p>زرقاتی شرح مواہب لدینہ</p>
--	--

(ج ۵ ص ۲۸۲)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔

انبیاء کو کجاہل آنے سے ہے ؛
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی وفات
مثلاً سابق وہی جسمانی ہے ،
روح تو سب کی سے زندہ ، ان کا
جسم پُر نور بھی روحانی ہے
اوروں کی روح ہو کتنی لطیف
ان کے اجسام کی کب ثانی ہے

پاؤں جس خاک پہ رکھ دیں وہ بھی

روح ہے پاک ہے نورانی ہے

(ف) علامہ اقبالؒ کا مکتوب گرامی مطالعہ فرمائیے جو انہوں نے
خان نیازالدین احمد کو بمورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۲۱ء کو تحریر فرمایا۔ میرا عقیدہ ہے
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی اسی طرح
مستفید ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں تو
اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہو گا۔ اس لئے خاموش رہتا
ہوں۔“

(ب) دو موتوں کا بیان :- یاد رکھئے! انسان پر دو موتیں وارد ہوتی
ہیں۔ ۱۔ ایک وہ موت جو دنیوی حیات کے اختتام پر ہوتی ہے۔ اور
متعارف ہے۔ ۲۔ دوسری وہ موت ہے جو قبر میں جسم کو زندگی ملنے اور
سوال و جواب کے سلسلے کے بعد واقع ہوتی ہے۔ کفار مکہ اس دوسری موت
کا انکار کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

تحقیق کفار کا گروہ کہتے ہیں ہمارا
انجام کار صرف پہلی موت ہے جو
دنیا میں آئی ہے اس موت کے بعد ہم
زندہ ہونے والے نہیں لادرجب

إِنَّ هَؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ
إِنْ هِيَ إِلَّا
مَوْتُنَا الْأُولَىٰ
وَمَا لَنَا نَحْنُ بِمُتَحْيِينَ

(پط ۱۵) دوسری زندگی نہیں تو دوسری موت بھی نہیں) “

اس کے بعد یہ سمجھ لینا چاہئے کہ نبی ہوں یا ولی یا شہیدان کے لئے دوسری
حیات دائمی اور ابدی ہو جاتی ہے وہ اس طرح قوی حیات ہوتی ہے کہ دنیوی
حیات سے بہت بالا تر ہوتی ہے وہ اس دنیا میں زندہ ہیں مگر ہم اس بات

کا شعور نہیں کر سکتے (بخاری ج ۱ ص ۱۶۶) پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے یوں کہا۔ لَا يَجْمَعُ اللَّهُ عَلَيْكَ مَوْتَيْنِ أَمَّا الْمَوْتُ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا ، اے اللہ تعالیٰ کے نبی ! آپ پر اللہ تعالیٰ دو موتیں جمع نہ کرے گا۔ مگر وہ موت جو اللہ تعالیٰ نے لکھی تھی وہ وہ ہو گزری ، اس لئے امام منصور بغدادی نے کہا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات کے زندہ ہیں۔ اور آپ امت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان میں سے گنہ گاروں کے گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ اور آپ کی امت سے جو شخص بھی درود شریف پڑھتا ہے۔ وہ آپ تک پہنچ جاتا ہے۔

(ج) کمالات نبویہ کا بیان۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر شریف میں غار پڑھتے ہوئے دیکھا جب آپ بیت المقدس میں پہنچے تو وہاں بھی ان کو موجود پایا۔ پھر چھٹے آسمان پر بھی موجود تھے اسی طرح آدم علیہ السلام کو بیت المقدس میں دیکھا پھر پہلے آسمان پر پہنچے تو وہاں موجود تھے تو اس میں کمالات نبوت کا اظہار ہے کہ نبی کو یہ طاقت حاصل ہے ایک آن میں جہاں چاہیں موجود ہو سکتے ہیں حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے براق پروہاں جانے سے بھی خدا کے نبی (سلام ہو ان پر) پہلے پہنچ جاتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبوت کی طاقت براق کی پرواز سے بھی بہت بالاتر ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجاب کبریا کے پاس ایک قدم سے اتنا فاصلہ طے فرمایا جتنا کہ زمین سے حجاب کبریا تک ہے۔ اس لئے علماء کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کے لئے براق کی حاجت نہ تھی لیکن السَّائِكِبُ اَعْتَرَضَ مِنَ الْمَائِثِيَّ - سوار پیادہ سے زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ بنا بریں آپ براق پر سوار ہو کر معراج کو گئے۔

(د) براق مٹھرنے کے دیوہ ، براق نے تمام سفر طے نہ کیا اور

راستہ پر رُک کر ٹھہر گیا۔ اس بارہ میں چند وجوہ ہیں ۱۔ براق پر سوار ہونے سے آپ کی فوری قوت پر شبہ وارد ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے آپ حجاب کبریا سے آگے براق کے سوا گئے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو معراج میں براق کی احتیاج نہ تھی بلکہ براق اس شرف پانے میں آپ کی ذات سے عاجز تھا۔ ۲۔ کریم لوگوں کی عادت ہے کہ جب اپنے پیشوا کے آستانہ پر جاتے ہیں تو اس درگاہ سے کچھ فاصلہ پر اتر جاتے ہیں جس سے درگاہ معلیٰ کا احترام مقصود ہوتا ہے اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس لامکاں درگاہ کے قریب میں براق سے اتر گئے اور بلا واسطہ بغیر کسی سواری کے مقام اوحیٰ کا شرف پایا۔ ۳۔ علاوہ ازیں یہ نکتہ بھی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قدر اعلیٰ مقام اور بلند درجہ پر گئے کہ وہاں کوئی مقرب فرشتہ جاسکتا ہے نہ کسی کو پرواز کی مجال ہے۔ اس لئے براق ٹھہر گیا کہ اس سے آگے جانکی اس کو طاقت ہی نہ رہی۔

(ھ) اجساد مثالیہ کی تحقیق۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب نماز پڑھائی

تمام نبیوں نے دو سلام ہوان پر،، اقتدار فرمائی تو اس آن میں وہ سب کے سب بنی دو سلام ہوان پر،، اپنی قبروں میں بھی موجود تھے۔ پھر جب سب نبیوں کو سلام ہوان پر،، حسب مراتب آسمانوں پر دیکھا تو وہ سب کے سب اس وقت اپنی قبروں میں بھی تھے۔ بلکہ بیت المقدس میں بھی آپ کے واپس آنے تک موجود رہے۔ اس کو شریعت میں اجساد مثالیہ کہتے ہیں،، ان اجساد میں تغائر اور بتائن نہیں ہوتا اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید بے مثل کلام ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اعلان ہے

فَاُتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِہٖ (پ ۲۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کو قرآن کے اعجاز میں شک ہے تو وہ قرآن کی ایک سورت جیسی سورت بنا کر پیش کرے۔ اب اگر بالفرض آپ نے

سامنے کوئی شخص کہدے کہ میں اس کی مثل پیش کر سکتا ہوں۔ پھر آپ نے سورت کوثر پڑھی اور کہا اس کی مثل کیسے ہو سکتی ہے تب اس نے آپ کے سامنے وہی سورت کوثر پڑھ کر یہ دعویٰ کر دیا۔ کہ میں نے جو کچھ تلاوت کی ہے وہ آپ کی تلاوت کے بعد ہے اگر آپ کہیں کہ یہ بعینہ وہی ہے تو ایک شی کا اپنی ذات سے تاخیر لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔ لہذا آپ کو ماننا پڑے گا۔ جو سورت میں نے تلاوت کی ہے۔ وہ آپ کی پڑھی ہوئی سورت کوثر کے مغائر ہے۔ القصد جس طرح یہ معارضہ سراسر دھوکہ ہے غلط بیانی اور ناقابل قبول بات ہے بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن شریف کی سورت بے شمار تلاوتوں میں ظاہر ہونے سے ایک دوسرے کے مباحث نہیں ہو سکتی اس طرح نبی ہو یا ولی ہو یا شہید یا بیت المقدس یا بیت اللہ ہو سب کے سب اپنے مثالی اجسام میں ظہور فرمانے سے کوئی ایک دوسرے کے مغائر نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ذات کے تمام اجساد مظہرہ کو آپس میں اتحاد بالذات ہوتا ہے کسی قسم کا تغائر ان میں نہیں ہوتا۔ ”کامل ترین دیدار الہی“، حضرت شیخ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔

و لما كان الامر هكذا
علمنا ان روية الله
في الصورة المعجديته
فهي اتم ما رويته
تكون فمنازلنا مخر من
الناس عليها مشافهة
وفي كتابنا هذا
(فتوحات مكية ج ۲ ص ۵۴)

جب واقعات اس طرح ہیں جیسے کہ
گزر چکے ہیں تو ہم نے جان لیا کہ
کامل ترین دیدار الہی یہ ہے کہ ہم خدا
کی صورت محمدی میں رویت محمدی
کے ساتھ دیکھیں اس لئے ہم نے
لوگوں کو بالمشافہ اس کی رغبت
دلانی اور اپنی اس کتاب میں
اس کا اہتمام کیا۔

افنا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر خدا کی تجلی نظر آئی
اسی طرح وہ تجلی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جلوہ گر ہوتی ہے اہل نظر کو اس تجلی
کا دیکھنا دوسری قسموں سے کامل ترین نظر آتا ہے۔

خطباتِ رسل

نار سے فارغ ہو کر سب سے پہلے حضرت آدم
علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کا

شکر اور اس کی ثناء بجالائے اور فرمایا خدا تعالیٰ کا احسان ہے جس نے مجھے مٹی
سے پیدا فرمایا اور خلیفہ بنایا فرشتوں نے میرا سجدہ کیا، خواہ کو مجھ سے پیدا کر
کے میرا جفت بنایا۔ اور بہشت کی بے شمار نعمتوں سے ہم کو بہرہ ور فرمایا اس
کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقریر فرمائی کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے
لئے ہیں جس نے مجھے خلیل بنایا اور مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا مجھے صاحبِ مِلّت
بنایا اور مجھ کو مقتدار، صاحبِ قنوت بنایا یہاں تک کہ میری اقتدار کیجاتی
ہے۔ اور مجھ کو آتشِ نمرودی سے نجات دی اور اس کو میرے لئے سلامتی اور
ٹھنڈک بنا دیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی حمد و ثنا
کے بعد کہا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھے کلامِ خاص کا
شرف عطا فرمایا۔ اور مجھے برگزیدہ بنایا اور مجھ پر قورات نازل فرمائی۔ میرا
دشمن فرعون ہلاک ہو گیا اور میری مددگار بنی اسرائیل کی قوم کو نجات دی میری
قوم کو ایسا گروہ بنایا جو حق کے مطابق ہدایت کرتے ہیں اور اس کے موافق
عدل کرتے ہیں اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی حمد و ثنا
کے بعد کہا کہ جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو ملک عظیم
عطا فرمایا۔ اور مجھ کو زبور کا علم دیا اور میرے لئے لوت کو نرم کر دیا۔ اور پہاڑوں
کو میرے لئے مسخر کر دیا جو میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور
پرندوں کو میرے ساتھ تسبیح خوانی کے لئے مسخر کر دیا اور مجھ کو علم و حکمت اور
خوش الحالی عطا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب

کی حمد و ثنا کے بعد یہ تقریر کی کہ تمام تعزیریں اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں۔ جس نے ہوا کو میرے لئے مسخر کر دیا۔ اور جنات کو میرے تابع بنایا حتیٰ کہ جو چیزیں مثل عمارات عالی شان کے ان سے بنوا چاہوں وہ بناتے ہیں۔ اور مجھ کو پرندوں کی زبان سمجھنے کی قدرت عطا کی۔ اور مجھ کو ایسی سلطنت عطا ہے کہ میرے سوا کسی اور کو عطا نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی حمد و ثنا کے بعد یہ تقریر فرمائی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھے اپنا مسیح بنایا۔ اور مجھ کو حکمت، تورات اور انجیل کا علم دیا اور مجھے وہ طاقت عطا فرمائی حتیٰ کہ مٹی کے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں تو خدا تعالیٰ کے حکم سے اُڑتا ہوا پرندہ بن جاتا ہے۔ اور زاداندہ اور جذامی کو اچھا کر دیتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوتا ہوں اس کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ سب لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈر کی باتیں بتانے والا بنایا ہے۔ اور مجھ پر قرآن شریف نازل کیا جس میں ہر شے کا بیان ہے۔ میری امت کو بہترین امت بنایا۔ میرے نام کے ذکر کو بند کیا۔ مجھے سب اقول اور سب افر بنا دیا۔ (یعنی نور میں اقول اور ظہور میں افر بنا دیا) حضور عبد الصلوٰۃ والسلام کی اس تقریر کے بعد سب نبیوں نے سلام ہو ان پر کہنے لگے کہ اتنی شک باقی نہیں رہا کہ آپ ہم سب نبیوں سے فضیلت لگے۔ مرتبہ اور شان کے لحاظ سے۔ (زرقانی ج ۶ ص ۵۱)

بیت المقدس میں آپ پر یہ
آیت نازل ہوئی۔

ایک آیت کا نزول

اے نبی! آپ ان رسولوں سے یہ
دریافت کریں جن کو میں نے آپ کے

وَسْئَلُ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ
قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا

أَجْعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ
الْإِهْلَاقَ يُعْبَدُونَ ۝
(پارہ ۱۰)

آنے سے پہلے رسول بنا کر بھیجا ہے۔
کہ ہم نے خدا تعالیٰ کے سوا کبھی بتوں
کی عبادت کا حکم دیا ہے۔

یعنی یوں حکم نہیں دیا۔ اور آپ ان رسولوں سے پوچھ سکتے ہیں حتیٰ کہ یہ
کام کسی ملت و مذہب میں جائز نہیں رہا۔ اس آیت سے توحید پر تمام نبیوں
کی رسالت ہوان پر گواہی مقصود تھی۔ معالم التنزیل میں ہے کہ آپ نے رسولوں
سے رسالت ہوان پر یہ دریافت نہ کیا۔ صاحب عین المعانی کی روایت
ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت میکائیل علیہ السلام سے کہا کیا حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ مسئلہ نبیوں سے پوچھا تھا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام
نے کہا کہ آپ کا یقین بہت کامل ہے۔ اور آپ کا ایمان بہت محکم ہے یہی وجہ
ہے کہ آپ کو اس بات پوچھنے کی ضرورت ہی نہ تھی (بہدائق الیقین والے کو
علم الیقین کی کیا حاجت ہے۔ تفسیر حسینی ج ۲ ص ۲۵۵)

جنت کے مشروبات

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ
جب مسجد اقصیٰ سے باہر آیا تو حضرت
جبریل علیہ السلام دو برتن لائے
ایک میں شراب طہور تھی اور ایک
میں دودھ بریز تھا پھر کہا انہیں سے
جو نسا آپ پسند فرمائیں نوش فرمائیے
تو میں نے دودھ کا برتن اختیار کیا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے کہا آپ نے فطرت
و دین اسلام کو پسند فرمایا۔

ثم خرجت فجاءني
جبريل بائعاء من خمر
واناء من لبن
فأخترت اللبن فقال
جبريل عليه السلام اخترت
الفطرة (مسلم ج ۱ ص ۹۳)

امام ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں کہ اس روایت میں اختلاف ہے کہ جو برتن آپ کے سامنے پیش کئے گئے تھے بیت المقدس میں معراج شروع ہونے سے پہلے تھے ریاسدرة المنتہی کے پاس پہنچنے کے بعد تھے۔ پھر برتنوں کی تعداد میں اختلاف ہے بعض روایات میں دو برتن مذکور ہیں ایک شراب ٹھہرا اور ایک دودھ خالص کا اور بعض روایات میں شہد سے بھرے ہوئے برتن کا بیان بھی ہے۔ اور بعض روایات میں پانی کے برتن کا اضافہ ہے۔ دو جیسا کہ تفسیر ابن کثیر کی روایت میں چار برتنوں کا ذکر ہے۔، امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ دو دفعہ برتن پیش کئے گئے۔ ایک دفعہ بیت المقدس میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور ایک مرتبہ سدرة المنتہی کے پاس۔ جب کہ آپ نے چار نہروں کا مشاہدہ فرمایا اور برتنوں کے عدد میں یہ تطبیق ہے کہ بعض راویوں نے ان برتنوں کا ذکر کر دیا جو دوسرے نے ترک کر دیا۔ اور دراصل چار برتن تھے۔ اور ان چار برتنوں میں بہشت کی چار نہروں کے مشروبات تھے۔ ایک پانی دوسرا دودھ تیسرا شراب ٹھہرا اور چوتھا شہد خالص۔ کا برتن تھا لفتح الباری

پتھر ہوا میں جب آپ نے براق پر سوار ہونے کا ارادہ فرمایا تو آپ کا قدم اس صخرہ شریف (پتھر) پر پڑا جو بہشت کے پتھروں سے ایک پتھر ہے۔ اور وہ پتھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات میں سے ہے اس لئے کہ وہ پتھر اس وقت تک مسجد اقصیٰ کے صحن میں زمین اور آسمان کے درمیان ایسا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہوا میں بغیر ستون کے محفوظ رکھا ہے جس طرح آسمان ستون کے سوا موجود ہے۔ اور اس پتھر کے جنوبی حصہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک کا نقش ہے۔ جو براق پر سوار ہوتے وقت ظاہر ہوا تھا۔ اب وہ پتھر بوجہ ادب نقش پائشرف کے اس طرف جھکا ہوا ہے۔
(شرح شفا شریف ج ۱ ص ۲۹)

کہتے ہیں کہ جہاں دنیا میں جہاں ہی پانی میٹھا ہے اس پانی کا مخزن اور منبع اس صحرہ شریف کے نیچے ہے۔ اور بنی امیہ کی سلطنت کے دوران اس صحرہ شریف پر گنبد بنادیا گیا ہے۔

(الف) تحقیق ردیف شدن براق، بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ

حضرت جبریل علیہ السلام بھی براق پر سوار ہو گئے۔ چنانچہ عمدۃ القاری میں ہے کہ بیت المقدس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبریل علیہ السلام کو براق پر ردیف بنایا۔ مستدرک میں حدیث ہے: أَتَيْتُ بِالْبَرَقِ فَتَرَكْتُ خَلْفَتَ جِبْرِيلَ فِي حَبِ بَرَقٍ كَيْ يَأْتِيَ النَّبِيَّ إِذَا تَوَضَّعَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَيْ يَخْبُرَهُ سَوَارُهُ۔
در صحیح ابن جہان میں لکھا ہے،

وَحَمَلْنَا جِبْرِيلَ عَلَى الْبَرَقِ سَرَّيْنًا لَهُ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت جبریل علیہ السلام نے براق پر ردیف بنایا شفا شریف میں ہے۔

مَا نَزَلَ ظَهَرَ الْبَرَقِ كَتَّى رَاجَعًا

دونوں براق پر سوار رہے۔ حتیٰ کہ معراج سے واپس آ گئے۔

اب (ب) مخصوص بودن براق، تحقیق یہ ہے کہ براق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخصوص سواری تھی۔

وَنَرِيفَ أَنَّ أَبَا حَمْرَةَ مِيسْمُونَ الْأَعْوَسَ تَفَشَّرَ فِيهَا

ربیع الثانی ۱۱ھ اور یہ روایت درجس میں براق پر حضرت جبریل علیہ السلام کا سوار ہونا مذکور ہے۔ ضعیف ہے۔ کیونکہ ابو حمزہ نیموان اعور نے تمام ثقہ راویوں سے تفرد کیا ہے۔ اور حیات انیموان میں ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ بیشک میرے

نزدیک ظاہر یہی ہے کہ سرانجام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت

ان الظاهر عندی

ان جبریل لم یركب

مع النبی صلی اللہ علیہ

وسلم البراق

لیلتہ الایسراء لانه

المخصوص بشرف

الایسراء

جبریل علیہ السلام کو براق پر سوار

نہیں آیا، اسے کہ براق پر سوار ہونا

معراج کا شرف تھا جو حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی خصوصیت تھی۔

۷ نے تو ممکن تو ان گفتن نہ واجب یک حق

بند ذات غولشین ذات ترا کرد انتخاب

چوں برآنی براق برق پسما جبریل

گیراں دستے عنان وز دگر دستے رکاب

سیرھی کا ظہور

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہاں ایک سیرھی

ظاہر ہوتی تو نبوتی میں اپنی مثل اور نظیر نہ رکھتی تھی اس سیرھی کے دو بازو تھے ایک

یا قوت سرخ کا اور ایک زرد اھنڈ کا۔ اور اس کے درمیان بہت ڈنڈے تھے

جن میں ایک ڈنڈا سونے کا اور ایک چاندی کا تھا۔ اور اس سیرھی کے پچاس

مقام تھے ہر مقام ستر برس کی راہ تھا۔ اور ہر مقام میں ایک فرشتہ متعین تھا

جس کے پاس پچاس ہزار فرشتے خادم تھے اور جب فرشتے آسمان سے زمین

پر آتے جاتے ہیں تو اس سیرھی کے ذریعہ آتے جاتے ہیں حضور علیہ السلام

نے فرمایا جب میں براق پر سوار ہو کر اس سیرھی سے گذرا تو وہاں ایک فرشتہ

نے مجھے سلام کر کے کہہ اے میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پچیس ہزار

برس پہلے یہاں مقرر ہوں تاکہ آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھتا رہوں۔ مدت سے

آپ کی انتظار میں بے قرار تھا اور آپ کی بھت میرے دل میں جاگزیں ہے۔

سوالشہ قدامی کی مہربانی ہوئی کہ آپ کی زیارت سے شرف پایا۔

ذریعہ الازہار ص ۲۱۱

(الف) بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ کو یسٹھی کے ذریعہ معراج ہوئی اور بعض روایات میں ہے کہ آپ کو بذریعہ براق معراج ہوئی صحیح یہ ہے کہ آپ براق پر سوار تھے اور یسٹھی کے ذریعہ آسمان پر چڑھے اور بعض روایات میں ہر آسمان کے لئے حتیٰ کہ عرش اور کرسی کے لئے بھی یسٹھی سے نہ تھی۔ یعنی کل نو یسٹھیاں تھیں اور ہر جگہ آپ کے استقبال کو فرشتے موجود تھے۔

اہی منتظر ہوں وہ خرام ناز فرمائیں
بجھار کھا ہے فرش آنکھوں نے کجواب بصارت کا
نہ ہوا فت کو سجدہ آدم و یوسف کو سجدہ ہے
مگر سد ذرائع داب ہے اپنی شریعت کا

(ب) لغت عرب میں معراج یسٹھی کو کہتے ہیں۔ ایک نورانی یسٹھی جس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے حضور علیہ السلام کے لئے اس سفر میں زمین اور آسمان کے درمیان نصب کی گئی جس کی وجہ سے اس سارے سفر کا نام ہی معراج ہو گیا ہے

جیسا کہ کسی سورت میں دھواں کا ذکر ہے تو اس سورت کا نام دھان ہے۔ اور اگر گائے کا ذکر ہے تو اس سورت کا نام بقرہ ہے اور کہتے ہیں کہ سکرات کے وقت انسان کو وہ یسٹھی نظر آتی ہے۔ اور اس سے آسمان کے فرشتے چڑھتے دکھائی دیتے ہیں، اس لئے اس وقت انسان کی آنکھیں اس طرح کھل جاتی ہیں جیسے کسی چیز کو تک رہی ہوں۔ بعض بزرگوں نے یہاں ایک نکتہ لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیت المقدس سے اس لئے معراج ہوئی کہ زمین سے آسمان پر جانے کا راستہ ہی خدا تعالیٰ کے نزدیک اس یسٹھی سے مقرر ہے جس یسٹھی سے آپ نے براق پر سوار ہو کر صعود و ہبوط فرمایا۔

اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہوائی کمرے سے گذر ہوا ہے۔ وہ

ہوائی اور ناری کمرے

جوا کا ایک خزانہ ہے جس کو ستر ہزار زنجیروں سے باندھا گیا ہے اور زنجیر اس کی ایک

ایک فرشتے کے پڑپڑ ہے تاکہ اس کی نگاہ رکھے (معارج النبوة ج ۲ ص ۱۳۲)
 اس کے بعد اپنے کڑہ ناری سے گذر فرمایا۔ (روح البیان ج ۲ ص ۱۳۹)
 کہتے ہیں کہ جب قوم عاد پر عذاب آیا تو صرف انگوٹھی کے سوراخ کے برابر اس
 ہوا راستہ کھولا گیا جس کی وجہ سے قوم عاد کا نام ہو گیا۔ اور ان کے درخت اور غارتیں
 سب نیست و نابود اور تباہ و برباد ہو گئیں

ایک دریا بدر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گذر
 ہوا۔ کہ اس کا نام دریائے قاصیہ ہے اس کی

دریائے قاصیہ

مومانی دو سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔ اس دریا کا رنگ نیلا ہے۔ آسمان کی نیل
 گوئی جو نظر آتی ہے دراصل یہ دریا کا رنگ ہے۔ اس دریا میں سمندوں اور جنگلات
 جانوروں کے مثل سب طرح کے جانور موجود ہیں۔ (معارج النبوة ج ۳ ص ۱۳۲)
 (ف) مامون رشید خلیفہ عباسی کا باز شکار گاہ میں اُرتا ہوا غائب ہو گیا ایک ساعت
 کے بعد ایک مچھلی منہ میں لے کر واپس آگیا۔ مامون رشید کو مچھلی لانے سے حیرانی ہوئی کہ
 مچھلی دریا میں ہوتی ہے۔ نہ ہوا میں۔ جب شکار سے واپس ہوا تو راستہ سے گذر رہا۔
 جہاں حضرت امام تقی رضی اللہ عنہ اس مقام پر موجود تھے۔ مامون نے ان کی خدمت میں حاضر
 ہو کر ماجرا سنایا۔ اور اس بات کا راز دریافت کیا حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا
 کہ حیرانی اور تعجب کی بات نہیں کیونکہ اللہ کا دریا ہے۔ جو کہ آسمان کے درے جوڑ رہا (ہوا)
 میں موجود ہے۔ یہ مچھلی اس دریا کی ہے۔ مامون آپ کے بدیہی جواب اور وسعت علم سے
 متعجب ہوا۔ اور نہایت نیاز کر کے رخصت ہو گیا۔

(مفوضات طیبہ ص ۷۷ از قبہ عالم گولڑی رضی اللہ عنہ)

جب آسمان تک پہنچے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ
 کھلوانے کیلئے آواز دی۔ اس دروازہ کا نام باب الحفظ ہے

پہلا آسمان

جو یا قوت سرخ سے ہے۔ اور اس کا قفل موتی کا ہے۔ اس کے دربان کا نام اسمعیل ہے
 جس نے آواز سن کر کہا مَرْحَبًا آپ کا آنا بہت اچھا آئے اور دروازہ کھول

آپ اس دروازہ سے آسمان پر چلے گئے۔ اس آسمان کی موٹائی پانچ سو برس کی مسافت تھی۔ اور اس دربان کے ماتحت ایک لاکھ فرشتے تھے۔ **هُوَ سُبْحَانَ مَلِكِ الْأَعْلَى سُبْحَانَ الْعَلِيِّ الْأَعْلَى سُبْحَانَ مَنْ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ** کی تسبیح پڑھتے تھے۔ (ریاض الازہار ص ۲۱۲)

ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى
السَّمَاءِ فَاسْتَفْتَحَ
جَبْرِيْلُ فَقِيلَ مَنْ
أَنْتَ قَالَ جَبْرِيْلُ
قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ
قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ
وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْنَا
قَالَ قَدْ بَعَثَ إِلَيْنَا
فَقُلْنَا لَنَا
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
(بخاری اور مسلم)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
کہ پھر حضرت جبریل علیہ السلام ہم کو آسمان
دنیا تک لے گئے پس حضرت جبریل علیہ السلام
نے آسمان کا دروازہ کھلوانے کو کہا دربان
فرشتوں کی طرف پوچھا گیا آپ کون ہیں کہا
میں جبریل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون
ہیں کہا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
پوچھا گیا ان کے پاس آسمانوں پر بلائے
جائیں کا پیغام بھیجا گیا ہے جبریل علیہ السلام نے
کہا ہاں بلائے گئے ہیں پھر ہمارے
دروازے کھول دیئے گئے۔

تعجب کے، صریح

اب اس مقام پر اہل علم حضرات کے لئے ایک
علمی تحقیق درج کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حدیث

شریف کی عبارت سے آپ کو واضح ہو گیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام جب حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ آسمانوں پر پہنچے تو ہر آسمان پر فرشتوں نے کہا۔

مَنْ أَنْتَ آپ کون ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا میں جبریل ہوں۔ پھر فرشتوں
نے کہا مَنْ مَعَكَ آپ کے ساتھ کون ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا حضرت محمد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر فرشتوں نے کہا وَقَدْ لُبِثَ إِلَيْهِ اَوْرِكَ
 وہ بتاتے گئے ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ ان تمام سوالات اور جوابات
 کی نوعیت سے یہ نہ سمجھا جاتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانے سے پہلے
 فرشتوں کو کچھ علم ہی نہ تھا۔ کیونکہ حدیث شریف میں: بِهَذَا الْفَاظِ مَوْجُودٌ هِيَ
 فَلَيْسَتْ بُشْرًا بِهَا أَهْلُ السَّمَاءِ يَعْنِي حُضُورَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كِي تَوْخِزِي
 آسمان والے سنتے تھے البخاری شریف ص ۱۱۲) پھر امام ابن حجر عسقلانی ارقام فرماتے
 ہیں كَانَتْهُمْ كَانُوا عَلِمُوا أَنَّ سَيُخْرِجُ بِهِمْ وَكَانُوا مُتَرَقِّبِينَ
 گویا فرشتوں کو بتا دیا گیا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عنقریب معراج کرائی
 جائیگی۔ تو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی انتظار میں تھے۔
 (فتح الباری ج ۳ ص ۱۱۲)

علامہ احمد بن محمد بن محمد شمسی تحریر فرماتے ہیں۔

رَكَائِ سُو الْهَمَّ لِلْاِسْتِعْجَابِ بِمَا اَلْعَمَدُ اللّٰهُ عَلَيْهِ
 اَوَّلُ سِتَبَشَارٍ بَعَثَ وَجْهًا (نزہۃ المحافل الفلاک ص ۱۱۲)
 فرشتوں کا یہ سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعمتوں سے یا آپ کی معراج کی
 خوشی میں تعجب کے باعث تھا علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں

اور کہا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام پر جو اللہ کی نعمت معراج کے
 سبب نازل ہوئی یا فرشتوں کو حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج سے خوشی
 ہوئی تو تعجب کے مقام پر یہ سوال کے
 اور تحقیق فرشتوں کو اس بات کا علم ہے
 کہ بشر اس ترقی کے مقام پر اللہ تعالیٰ

وقيل سألوا تعجباً
 من نعمة الله عليه
 بذلك أو استبشاراً
 بها وقد علموا أن
 البشر لا يترقى
 هذا الترقى إلا
 بإذن الله تعالى

کے اذن کے سوا نہیں پہنچ سکتا اور
جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو بلایا
نہ جائے اس کو حضرت جبریل علیہ
السلام آسمان پر نہیں لے جاتے۔

وان جبریل لا یصعد
بمن لم یرسل
الیہ
(فتح الملہم ج ۱ ص ۳۱۸)

جناب منشی حسن دہلوی کے کلام سے تعجب کا محاورہ سنئے —
اے توحسن بادشاہ بندہ نواز کیستی
پردہ ماحیہ دری محرم راز کیستی
دُر بدرج قیمتی تاج سریشا ہنشی
سرو بلند قامتی عمر دراز کیستی
بندہ سن بصد زباں گفت کہ من بندہ توام
تو بزبان خود بگو بندہ نواز کیستی

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ میں نے اس آسمان پر فرشتوں کی
جماعت دیکھی جو صف بستہ قیام
سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالْمُرُوجِ

میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ ان فرشتوں کی یہی عبادت ہے جبریل
علیہ السلام نے کہا کہ جب آسمان پیدا ہوا اس دن سے ان کی یہی عبادت ہے۔
اور قیامت تک اسی عبادت میں مشغول رہیں گے، آپ صلی اللہ تعالیٰ سے درخواست
کریں کہ اپنے فضل و کمال سے اس عبارت کا ثواب آپ کی امت کو عطا فرمائے۔
حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا میں نے باری تعالیٰ سے درخواست کی تو اللہ تعالیٰ
نے فرمایا کہ ہم نے نماز میں قیام آپ کی امت پر فرض کیا ہے، اس لئے ان
کو لازم ہے کہ اسے اچھی طرح بجالائیں میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا

کہ ان فرشتوں کی تعداد کتنی ہوگی ؟ اس نے کہا کہ ان کی تعداد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے : وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (پ ۲۹ ع ۱۷) تیرے رب کے لشکروں کی تعداد کے سوا اور کوئی نہیں جانتا (معارج النبوة ج ۳ ص ۱۳۳)

آپ نے فرمایا کہ میں وہاں گیا تو دیکھا کہ
حضرت آدم علیہ السلام

ابو ہریرہ سے مسند بز میں روایت ہے کہ انکی داہنی طرف ایک دروازہ ہے کہ اس میں سے خوشبودار ہوا آتی ہے ، اور بائیں طرف ایک دروازہ ہے کہ اس میں بدبودار ہوا آتی ہے جب داہنی طرف دیکھتے ہیں خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں مغموم ہوتے ہیں اور بخاری شریف کی روایت میں آیا ہے کہ آسمان دنیا میں ایک کو بیٹھا دیکھا جن کے داہنی طرف کچھ صورتیں نظر آتی ہیں اور کچھ صورتیں بائیں طرف ہیں جب وہ داہنی طرف دیکھتے ہیں ، منستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں روتے ہیں ، بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں ، آپ ان کو سلام کیجئے میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور مر جبا فرزند صالح اور بنی صالح کو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ صورتیں داہنی اور بائیں ان کی اولاد کی رو ہیں سو داہنی طرف جنتی اور بائیں طرف والے دوزخی ہیں ۔ اس لئے داہنی طرف دیکھ کر منستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں

(ف) حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں جو صورتیں نظر آتی تھیں ، وہ رو میں اس وقت آسمان پر مستقر تھیں بلکہ اپنے اپنے ٹھکانے پر تھیں حتیٰ کہ مومنوں کی رو میں بہشت میں اور کافروں کی رو میں دوزخ میں تھیں ، حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش ہونے کا موقع اس طرح وقوع میں آیا کہ رو میں گاہے گاہے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے لائی جاتی ہیں جیسا کہ کافروں کی رو میں دن اور رات کے خاص اوقات میں دوزخ میں پیش کی جاتی ہیں ، جیسا کہ

قرآن مجید میں ہے۔

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا (پا ع ۱۰)

اور دوزخ میں کافروں کی رُوہیں صبح اور شام پیش کی جاتی ہیں۔ اور جانا چاہئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سب رُوہیں آسمان پر چڑھ جاتی ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ باہر سے پیش کی جاتی ہوں اور آسمان چونکہ شیش کی طرح صاف ہے اس سے نظر آتی ہوں۔ کیونکہ کفار کے بارہ میں قرآن مجید میں ہے کہ لَا تَفْتَحْ لَهُمُ أَبْوَابَ السَّمَاءِ (پا ع ۱۱۲) اور کافروں کے لئے آسمان پر جانے کے لئے دروازے نہیں کھولے جاتے اور یہی جواب علامہ زرقانی نے ارقام فرمایا ہے۔ (زرقانی شرح مواہب ج ۶ ص ۱۴)

پھر اسے لوگوں پر گزرتا جو کھیتی کا کام کر رہے تھے مگر اس طرح پر کہ فصل کاشت کی۔ اسی

صدقہ دینے والے

وقت فصل پک گئی۔ پھر اس کو کاٹ کر برداشت کر لیا اور فائدہ بھی اتنا کہ ایک دانے کے عومن میں سات سو گنا اناج حاصل کرتے ہیں اور جب وہ کاٹ لیتے ہیں پھر وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کاٹنے سے پہلے تھا۔ اپنے حبیبیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں کہ ان کی نیکی سات سو گنا تک بڑھتی ہے۔ اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اچھا عوض عطا فرماتا ہے۔ اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

مثال ان لوگوں کی جو اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اسی ہے جیسے ایک دانے سے سات سو غنٹے اُنکیں اور ہر خوشی میں سو سورانے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ
أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ
أُتْبِتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي
كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ

لے چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہایت
ہی وسعت والا اور سب کچھ حالات کے
ہلنے والا ہے (تفسیر ابن کثیر)

وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ
يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
عَلِيمٌ (پ ۳ ع ۱۴)

نماز میں سستی

پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا جن کے سر پتھر سے پھوڑے
جاتے ہیں۔ اور جب وہ کھلے جاتے ہیں تو پھر سابقہ
حالت پر ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا یہ سلسلہ ذرہ بھر دیر کے لئے بھی بند نہیں ہوتا۔ آپ
نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نمازیں
سستی کرتے ہیں۔ اور اس کو اپنے اوقات میں ادا نہیں کرتے اور رکوع و سجود بھی
پورا نہیں کرتے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔

پھر دوزخ میں خرابی کا گڑھا ان غازیوں
کیلئے تیار کیا گیا ہے جو اپنی نمازوں
میں لاپرواہی کرتے ہیں (درمنثور ج ۲ ص ۱۴۱)

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ
هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ
سَاهُونَ (پ ۳ ع ۱۴۲)

مکتوبات شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں اس شخص
کی خبر نہ دوں جو نماز میں جوڑی کرتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں۔ ارشاد فرمایا جو
شخص نماز کے ارکان کو پوری طرح ادا نہیں کرتا۔

پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا کہ ان کی شرم گاہ کے آگے
اور پیچھے چھ پتھر لپٹے ہوتے ہیں اور وہ مویشی کی طرح

زکوٰۃ کے متارک

چر رہے ہیں۔ اور زقوم (تھوہرا) اور دوزخ کے پتھر کھا رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ
کون لوگ ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ
ادا نہیں کرتے تھے۔ اور فقیروں اور مسکینوں پر رحم نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ
الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ
وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ
أَلِيمٍ (پ ع ۱۱)

اور جو لوگ سونا اور چاندی کو خزانہ
بنا کر رکھتے ہیں۔ اور اس کو اللہ کی
راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ
ان کو عذاب دردناک کی خوشخبری
سُناد دیجئے (تفسیر ابن جریر ج ۵ ص ۱۶)

(الف) دو کشفی واقعات کی تشریح، یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ اس وقت
نماز اور زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہونی تھی۔ تو پھر اس کی کوتاہی پر عذاب کیسے ہو سکتا ہے
تو اس کا جواب یہ ہے کہ شاید یہ پہلی امتوں کے لوگ ہوں لیکن آپ کو آنے والے
حالات کا انکشاف ہو گیا ہو یا ہر دو طرح کے لوگ ہوں اور کسی امت کی تخصیص نہ
ہو۔ بلکہ علاوہ ازیں دیگر کشفی واقعات میں بھی یہی احتمالات ہوں گے۔

(ب) دو نگاہ نبوت کی شان، جس طرح ہمارے عینی مشاہدہ کے سامنے
کشف چیزیں ^{نقل} دیوار وغیرہ کے حجاب ہو جاتے ہیں اسی طرح زمانہ ماضی اور استقبال
کے واقعات دیکھنے کے لئے زمانہ حال آڑ اور حائل ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ہماری نگاہ
ان واقعات کو نہیں دیکھ سکتی۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کی نگاہ کو یہ طاقت بخشنے کو
زمانہ حال اس کے آگے اڑنے دے تو یہ محال نہیں بلکہ قدرت الہی کے لئے یہ امر
ممکن ہے اور ایسی بات جس کا خرق عادت کے طور پر شہود ہو جائے تو اس کو
کشف یا مکاشفہ کہتے ہیں۔ اور خدا کی توفیق سے ولی کو بھی یہ کشف حاصل ہوتا ہے۔
اور یہ اس کی کرامت ہے جس طرح نبی کے لیے یہ کشف معجزہ ہوتا ہے۔

زانی مرد اور عورتیں | پھر ایسے لوگوں پر گذر ہوا جن کے سامنے ایک
ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے۔ اور ایک
ہنڈیا میں کچا اور سٹرا ہوا گوشت رکھا ہے۔ وہ لوگ اس سٹرے کچے گوشت کو

راہ کے مُوڈی

پھر اے لوگوں پر گزر ہوا جو شائع عام سولیوں پر لٹکاتے جا رہے ہیں اور سولیاں ایسے

کلنے رکھتی ہیں کہ راہ جانے والے کے جسم اور لباس کو فوج لیتی ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو راستہ پر بیٹھ کر راہ جانے والوں کو تکلیف دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

لَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ
تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
(پ ۱۸۴)

اے لوگو راستہ پر اس طرح مت
بیٹھو کہ تم لوگوں کو ڈراؤ اور
اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکو
(درمنثور ج ۴ ص ۲۲)

خیانتی

پھر اے لوگوں پر گزر ہوا کہ بہت سا بوجھ انہوں نے اپنی بیٹھ پر اٹھا رکھا ہے حتیٰ کہ بوجھ کے مارے وہ جنبش اور ہلنے

کی طاقت نہیں رکھتے مگر وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ہاں اور بوجھ رکھ دو چنانچہ ان لوگوں کے کہنے پر اور بوجھ لاد جا رہا ہے آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ان لوگوں کی صورت مثالی ہیں جو امانت میں خیانت کرنے والے اور باوجودیکہ اس قدر لوگوں کے حقوق ان کی گردن میں ہیں لیکن وہ حقوق زیادہ اپنے ذمہ میں لیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
لَا تَخُونُوا اللَّهَ
وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا
أَمَانَتِكُمْ وَأَنْتُمْ

اے وہ لوگ جو ایمان لائے
ہو خدا اور رسول کے ساتھ
خیانت نہ کرو اور آپس کی
امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو

تَعْلَمُونَ (پ ۱۷۷) | اور تم جانتے ہو (معارج النبوة ج ۳ ص ۱۲۴)

خوشامدی

پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ ان کے ہونٹ اور زبانیں آگ کی مقررہوں سے کاٹی جاتی ہیں۔ جب وہ اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہیں فرشتے پھر کاٹ لیتے ہیں اور ایک ساعت کی مہلت نہیں دیتے آپ نے ان کے بارہ میں پوچھا حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں اور ان کی خوشامد کرتے ہیں اور ان کے جھوٹ اور صاف بری باتوں پر ہاں سے ہاں ملاتے ہیں اور ان کو ظلم، فسق و فجور سے نہیں روکتے اور انصاف و احسان کا فرمان نہیں سناتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اے لوگوں کی طرف میلان نہ
کرتو جن لوگوں نے ظلم کر رکھا ہے
پھر تم کو بھی آگ کی سزا ملے گی
(معارج النبوة ج ۳ ص ۱۲۴)

وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى
الَّذِينَ ظَلَمُوا
فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ
(پ ۱۷۷)

اے لوگوں پر گزر ہوا جن سے کو
مردار جانور کے گوشت کا ٹکڑا

غیبت کرنے والے

کھلایا جاتا ہے آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے
کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو جھیل خوری کرتے تھے اور دوسرے بھائی کا رگلہ
کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ایک دوسرے کے عیب نہ
ڈھونڈو اور تمہارا بعض بعض

وَلَا تَحْتَسِبُوا
أَنَّهُمْ بَعْضُكُمْ

اَيُّحِبُّ اَحَدُكُمْ
اَنْ يَأْكُلَ
لَحْمَ اَخِيهِ
مِنْ
فَكَرِ هُتَمُو ۝

(پ ۱۲ ع ۱۲)

لوگوں کا گلہ نہ کرے کیا تم میں سے
کسی کو یہ بات پسند آتی ہے کہ وہ
اپنے بھائی کا گوشت کھاتے جب کہ
وہ مردہ ہو بلکہ تمہیں نفرت آئیگی
اور اس کے کھانے کو برا جانو گے
اس طرح چاہتے کہ غیبت سے تم

کو نفرت آئے اور اسکو برا جانو (اخبار القرآن ص ۲۶۲)

شراب نوش

ایسے لوگوں پر گذر ہوا جن کے چہرے کالے اور نیکی
نیلی تھیں۔ ان کا پخلا ہونٹ پاؤں پر ٹکاتا تھا اور

اوپر کا ہونٹ سر کے اوپر جاتا تھا۔ دوزخ کی آگ کا زرد پانی آگ کے پیالوں
میں پلاتے جاتے تھے حتیٰ کہ پیپ اور خون ان کے منہ سے ٹپکتا تھا اور گندھے
کی طرح مینچتے اور چلاتے تھے آپ نے پوچھا یہ کون ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا
کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زندگی میں شراب پیتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
إِذَا الْخَمْرُ
وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ
وَالْأَمْثَلُ لَا مَرَجَ فِي
مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ
فَأَجْتَنِبُوا نَعَلَكُمْ
تُفْلِحُونَ ۝

(پ ۱۲ ع ۱۲)

اے وہ لوگ جو ایمان لاتے ہو
بجز اس کے اور کوئی صورت
نہیں کہ شراب اور جو آ اور بت
اور فال کے تیر سب شیطان کا کام
ہیں ایسے کاموں سے بچ کر رہو
مرو تا کہ تم ان سے بچنے کے
بسیب عذاب اخروی سے نجات
پاؤ (اخبار القرآن ص ۲۶۲)

جھوٹے گواہ

ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ ان کی زبانیں گدی سے نکالی گئی ہیں اور ان کی شکلیں مسخ ہو کر سورجی شکلیں

بن گئی ہیں سر سے پاؤں تک عذاب میں گرفتار ہیں آپ نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو جھوٹی گواہی دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ
مِنَ الْأَوَّلِ
وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الشُّرَاقِ
(پ ۱۱ ع ۱۱)

پس تم لوگ بتوں کی پلیدی سے
بچتے رہو اور جھوٹی گواہی یا جھوٹی
بات کہنے سے بھی بچتے رہو۔
(ریاض الازہار ص ۲۱۴)

سود خوار

ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے پیٹ سوچ کر کوٹھے کی طرح

ہو گئے تھے۔ اور ان کے چہرے پیسے ہو گئے تھے۔ طوق ان کی گردنوں میں اور زنجیر ان کے ہاتھوں میں اور بٹریاں ان کے پاؤں میں پڑی ہوئی تھیں جب چاہتے تھے کہ اٹھ کھڑے ہوں تو پیٹ کے پھولنے کے بہ سبب گر جاتے تھے اوپر اور نیچے عذاب میں مبتلا تھے۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ وہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ
الرِّبَا زَادَ يَقْوَمُونَ
إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي
يَخْطُبُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ
الْمَسْرِ (پ ۶ ع ۶)

اور وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں قیامت
کے دن اس طرح اٹھیں گے جس
طرح وہ شخص اٹھتا ہے جس کو
شیطان نے چھو کر اسے بدحواس
بنا دیا ہو۔ (درمنثور ج ۴ ص ۱۴۲)

قاتلِ ناسق

ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کو فرشتے آگ کی چھریوں سے ذبح کر رہے تھے اور ان کے گلے سے کالا

خون بہتا تھا وہ پھر زندہ ہو جاتے تھے۔ تو پھر ذبح کئے جاتے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو ناسق قتل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَمَنْ يَقْتُلْ
مُؤْمِنًا مُّتَعَبِدًا
تَجَنَّأَهُ جَهَنَّمَ
حَالِدًا فِيهَا
وَعَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ
وَلَعَنَهُ
وَأَعَدَّ لَهُ
عَذَابًا
عَظِيمًا
(پ ۵ ع ۱۳)

جو شخص کسی ایماندار کو عمدًا اور قصدًا قتل کرتا ہے جب اس قتل کرنے کو حلال بھی جانتا ہو تو اسکی سزا دوزخ مقرر ہے ہمیں ہمیشہ یہ گانا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضب ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس کے گناہ کے ارتکاب کے عہد وہ ایسے جرم کا مرتکب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مجرم کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے (ریاض الزہراء ص ۱۳۲)

نافرمان بیویاں

عورتوں کے ایک گروہ پر گزر ہوا کہ ان کے منہ کالے اور آنکھیں نیلی ہیں آگ

کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں فرشتے ان کو آگ کے گرز مارتے ہیں اور وہ گدھوں اور کتوں کی طرح چلاتی ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا۔ یہ وہ عورتیں جو اپنے خاوندوں کی نافرمان ہیں قرآن مجید میں ہے

الَّتِي جَالَتْ قُلُوبُهُنَّ عَلَىٰ النِّسَاءِ (پ ۵ ع ۳)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں (اور حکم کی نافرمانی اچھی نہیں) (تفسیر ابن جریر ج ۱ ص ۱۵)

مان باپ کے عاق

پھر ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو آگ کے جنگل
میں قید تھے۔ ان کو آگ جلاتی تھی۔ پھر وہ

درست ہو جاتے تھے اسی وقت پھر ان کو آگ جلا دیتی تھی اور یوں ہی سلسلہ
جاری تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ماں باپ کے
عاق یعنی نافرمان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا
تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ
وَبِالْوَالِدَيْنِ
إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ
عِنْدَكَ الْكِبَرَ
أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا
فَلَا تَقُلْ لَهُمَا
أُفٍّ وَلَا تَنْهَرَهُمَا وَقُلْ
لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا (۲۴)

اور پروردگار کا حکم ہے کہ خدا
تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ
کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی
کرو اگر تیرے پاس ان میں سے
ایک بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے یا وہ
دونوں ہی بڑھاپے کی حد میں پہنچ
جائیں تو ان کو اُف نہ کہو اور نہ ہی
ان کو عتاب کرو اور ان کے
ساتھ بھلائی کی بات کرو۔

دغا باز اور منافق

ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو ہوا میں ٹپکتے ہوتے
تھے۔ اور ان کی آنکھ کان ناک سے آگ کے

شعلے نکلے تھے ان میں سے ہر ایک پر دو فرشتے مقرر تھے جن کے ہاتھوں میں
آگ کے گرز تھے۔ اتنے بڑے گرز تھے کہ ہر ایک گرز کی ستر شاخ تھی اگر ایک
شاخ ابوقیس پہاڑ پر پڑے تو تاب نہ لاکر ریزہ ریزہ ہو جاتے دو تو فرشتے
اس گرز سے اسکو سزا دیتے تھے اور یہ تسبیح پڑھتے تھے سُبْحَانَ
الْقَادِرِ الْمُقْتَدِرِ سُبْحَانَ الْمُتَّقِمِ عَنْ أَعْدَائِهِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ

الْعَظِيمُ : حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ دغا باز اور منافق لوگ ہیں، قرآن مجید میں ہے،

بے شک وہ لوگ جو خدا اور رسول سے منافقت کرتے ہیں دُورِ نَخ کی تہہ میں رہیں پچھلے طبقہ میں انکا ٹھکانہ ہوگا۔

إِنَّ السُّفَّيِّينَ فِي
الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ
مِنَ النَّارِ (پ ۱۸ ع ۱)

اور دوسری آیت ہے۔

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام سے دھوکہ کرتے ہیں خدا تعالیٰ انکو دھوکہ کی سزا دیگا (معاذ ابودہ ج ۱ ص ۱۳۵)

يُخَادِعُونَ اللَّهَ
وَهُوَ خَادِعُهُمْ
(پ ۱۵ ع ۱)

(ف) یاد رہے کہ جلالین میں لکھا ہے، حذف مخذوف کے قاعدہ کے موافق لفظ اللہ سے رسول مراد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ غائب الغیب ہے اس لئے دھوکہ کیسے ہو سکتا ہے اسلئے آیت کی تفسیر میں لکھا ہے، يُخَادِعُونَ رَسُولَ اللَّهِ (مدالین) پھر ایک گروہ پر گزر ہوا کہ آگ کے طبق ان کے سینوں پر رکھے ہوتے ہیں

بہودہ گانے والے

ان کے منہ کالے ہیں۔ آنکھیں نیلی ہیں۔ اور قطران (لک) کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ فرشتے ان کو آتش گرز مارتے ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ مطرب اور بے ہودہ گانے والے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

بعض ایسے لوگ ہیں جو کھینے کی باتوں کو خرید کرتے ہیں تاکہ خدا کے راستہ سے لوگوں کو گمراہ کریں بغیر کسی دلیل

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ
يَشْتَرِي لَهْوَ
الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ

اور ثبوت کے اور خدا کی آیات
کا استہزاء کریں وہ ایسے لوگ
ہیں جن کے لئے امانت کرنیوالا
عذاب تیار کیا گیا ہے۔
(معارج النبوة ج ۳ ص ۱)

سَبِيلَ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ
وَيَتَّخِذَهَا هُتُوًا
أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
مُّهِينٌ
(پ ۲ ع ۱۷)

رعد فرشتہ

پھر ایک فرشتہ کو دیکھا جو آدمی کی صورت رکھتا
تھا جس کا اوپر والا جسم کا حصہ آگ کا تھا اور
نیچے والا نصف حصہ برف کا تھا۔ آگ برف کو نہیں پگھلاتی تھی اور برف
آگ کو نہیں بجھاتی تھی۔ اس فرشتہ کی تسبیح یہ تھی اَلَّذِي اَتَتْ
بَيْنَ السَّحَابِ وَالتَّارِ اَلَّتْ بَيْنَ عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ آپ نے
پوچھا یہ کون ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ
کو اپنی کمال قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور یہ فرشتہ بادلوں پر موکل
ہے حتیٰ کہ جس جگہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے یہ فرشتہ بادلوں کو وہاں لے
جاتا ہے۔ اس فرشتہ کا نام رعد ہے۔ اس لئے کہ رعد کا معنی گرجنے کے ہیں
اور یہ فرشتہ بھی جب بادلوں کو چلاتا ہے۔ اور ان کو ہانکتا ہے اس ہانکنے
سے جو گرج پیدا ہوتی ہے۔ اس کو بھی رعد کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔
يُسَبِّحُ السَّرُّعُ بِحَمْدِ ۙ (پ ۳ ع ۸) اور رعد فرشتہ جب بادلوں کو
چلاتے وقت گرجتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔ اور
تعریف بیان کرتا ہے۔

(الف) فرشتہ کی تعریف۔ بالفاظ دیگر فرشتہ کسے کہتے ہیں تو
عربی کی کتابوں میں لکھا ہے۔ اَلْمَلَكُ جِسْمٌ نُورِيٌّ يَتَشَكَّلُ
بِأَشْكَالٍ مُّخْتَلِفَةٍ لَا يَدُ كَثْرًا وَلَا يُوْنْتُ۔ فرشتہ ایک

نوری جسم ہوتا ہے جو مختلف شکلوں اور صورتوں میں اپنی شکل بنا سکتا ہے۔ وہ مذکر اور مؤنث نہیں ہوتا۔

(ف) اس تعریف کے بعد سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا کہ رعد فرشتہ آگ اور برف سے کیسے بنا ہوا ہے۔
(ب) فرشتوں کی شکلیں حدیث کی روشنی میں۔

(۱) حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے ایک آدمی اس مجلس میں آگیا جس کے کپڑے سفید تھے۔ اور اس کے بال بہت سیاہ تھے۔ (ابن جہان کی روایت میں ہے کہ اسکی داڑھی بہت سیاہ تھی) اور اس پر سفر کا کوئی اثر معلوم نہ ہوتا تھا۔ اور ہم میں سے کوئی بھی اسکو نہ پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھا۔ پھر اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چند مسئلے پوچھے (جن کا ذکر حدیث میں مفصل آتا ہے) اور پھر چلا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس آدمی کو میرے پاس واپس لاؤ۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کو واپس لانے کے لئے گئے مگر کچھ نشان نہ پایا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ حیرتیل علیہ السلام تھے۔ (مسلم شریف ج ۱)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا۔ پھر جب وہاں کے پاس آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو طمانچہ مارا پس وہ اپنے رب کی طرف واپس گیا اور کہا کہ تو نے مجھے ایسے شخص کے پاس بھیجا ہے جو موت نہیں چاہتے (فتح الباری میں ہے کہ ہمام کی روایت میں یہ زیادتی بھی ہے) اور اس نے میری آنکھ نکال دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو آنکھ دوبارہ عطا فرمائی اور فرمایا کہ تو اس کو یوں کہہ کہ آپ اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھو جس قدر بال آپ کے ہاتھ کے نیچے ہو جائیں

اتنے ہی سال آپ کی عمر زیادہ ہو گئی جب فرشتے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح کہا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے بعد کیا ہو گا۔ فرشتے نے کہا موت۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو پھر ابھی موت ہونی چاہیے۔ (بخاری شریف بمع حاشیہ ص ۴۸۴)

بحر الحیوان

اس کے بعد آپ ایک دریا پر پہنچے کہ اس دریا کے عجائب و غرائب گنتی سے زیادہ ہیں اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ اور اسکی موجیں پہاڑوں سے زیادہ اونچی تھیں حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اس دریا کو بحر الحیوان کہتے ہیں۔ جب قیامت کے دن لوگوں کا حشر ہو گا۔ تو اس دریا سے زمین پر بارش ہوگی جس کے اثر سے بوسیدہ ہڈیاں اور ریزہ شدہ اجزاء باہم جمع ہو جائیں گے اور انسان کا جسم بحکم خداوندی زندگی حاصل کر لے گا۔ قرآن مجید میں ہے۔

اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے
تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر تم کو
مارے گا۔ پھر تم کو زندہ کرے گا
(معارج النبوة ج ۳)

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ
ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ
ثُمَّ يُحْيِيكُمْ
(پ ۷۷)

(ف) اس آیت کریمہ سے نشاۃ ثانیہ کا ثبوت مقصود ہے بحر الحیوان کا ثبوت مطلوب نہیں۔

پھر آپ دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے تو وہ آسمان نہایت ہی نورانی تھا۔ اس کا نام قیوم

دوسرا آسمان

تھا۔ اور اس کا دروازہ موتی کا اور قفل نور کا تھا حضرت جبریل علیہ السلام آگے بڑھے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان نے کہا کہ آپ کون ہیں حضرت

جبریل علیہ السلام نے کہا میں جبریل ہوں۔ دربان نے کہا آپ کے ساتھ کون ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر دربان نے پوچھا کیا آپ کو بلایا گیا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ ہاں۔ بلاتے گئے ہیں۔ دربان نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ آپ تشریف لاتے ہیں۔ اور دروازہ کھول دیا۔ اس دربان کا نام اسرافیل ہے اور اس کے تابع دو لاکھ فرشتے خادم مقرر ہیں ان کو آپ نے سلام کیا۔ تمام نے نہایت عظمت کے ساتھ سلام کا جواب دیا۔ ان کی تسبیح یہ تھی۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ کُلَّمَا سَبَّحَ اللّٰہُ مُسَبِّحٌ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کُلَّمَا هَلَّ اللّٰہُ مُهَلِّلٌ وَاللّٰہُ اَكْبَرُ کُلَّمَا کَبَّرَ اللّٰہُ مُکَبِّرٌ (ریاض الازہار ص ۲۱۵)

آپ نے اس آسمان پر فرشتوں کو دیکھا کہ صف بستہ حالت رکوع میں یہ

فرشتے رکوع میں

تسبیح کہہ رہے تھے۔ سُبْحَانَ الْوَاسِعِ سُبْحَانَ الَّذِیْ یُدْرِیْکُ الْاَبْصَارَ سُبْحَانَ الْعَظِیْمِ الْعَلِیْمِ۔ اور یہ فرشتے جب پیدا ہوتے رکوع میں ہیں۔ جبریل علیہ السلام سے آپ نے پوچھا کہ دوسرے آسمان کے فرشتوں کی یہی عبادت ہے۔ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آسمان کے فرشتوں کی یہی عبادت ہے۔ آپ بھی خدا تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو اس عبادت کا ثواب عطا فرمائے چنانچہ آپ نے اس وقت دعا کی آپ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے غازیں رکوع کو فرض کر دیا (معارج النبوة ج ۳ ص ۱۳۷)

حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام

جب آپ فرشتوں کے گروہ سے گزرے تو آپ نے دو نوجوان دیکھے جو شکل میں۔ اور آمنے سامنے دو سونے کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے

تھے۔ جبریل علیہ السلام سے ان کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا یہ دونوں جوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں۔ جو کہ آپس میں رشتہ کے لحاظ سے خالہ زاد بھائی ہیں۔ (یاد رہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہ السلام کی خالہ ہیں۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مجازی طور پر خلیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا آپ ان کو سلام کیجئے۔ چنانچہ آپ نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا مرجا بھائی نیک اور نبی نیک کو۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کو بہت سی خوشخبری سنائی اور ان خصوصیات کا ذکر کیا۔ جو خداوند تعالیٰ کی عنایت سے آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ آپ کی تسبیح یہ تھی۔ سُبْحَانَ الْمُحَنَّنِ الْمُتَنَانِ سُبْحَانَ الْمُبْدِئِ الْمُعِينِ (معارف النبوة ج ۳ صفحہ ۱۳۷)

پھر آپ ایسے فرشتے پر گزرے جس کے ستر سر تھے۔ اور ایک

روایت میں ہے ستر ہزار سر تھے۔ اور ہر سر میں ستر ہزار منہ تھے۔ اور ہر منہ میں ستر ہزار زبان تھی۔ اور ہر زبان کی ستر ہزار بولی تھی۔ اور ہر بولی دوسری بولی سے نہ ملتی تھی۔ اس کی تسبیح یہ تھی۔ سُبْحَانَ الْخَالِقِ الْخَلِیْمِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ

حضور علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ اس فرشتہ کا کیا حال ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ فرشتہ آدمیوں کی روزی پہنچانے پر مامور ہے۔ ہر شخص کا جو رزق مقسوم میں ہے ہر روز اس کو پہنچاتا ہے۔ اس فرشتے کا نام قاسم ہے۔ (معارف النبوة ج ۳ صفحہ ۱۳۷)

جب تیسرا آسمان آیا تو دیکھا کہ سفید موتی سے زیادہ روشن اور چمکدار نورانی قندیلیں رکھی ہوئی ہیں اس آسمان کا نام زیلون تھا۔ اس کے دربان کا نام کاتبیل ہے۔

تین لاکھ فرشتے اس کے ماتحت ہیں جن کی تسبیح یہ ہے، سُبْحَانَ الْمُعْطَى الْوَهَّابِ
الْفَتْاحِ الْعَظِيمِ سُبْحَانَ الْمَجِيدِ مَنْ دَعَاكَ حَضْرَتِ جِبْرِیلِ عَلَیْهِ
السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا۔ حسب دستور دربان نے دروازہ کھولا۔
(ریاض الازہار ص ۲۱۶)

فرشتے سجدہ میں

وہاں آپ نے بہت سے فرشتے دیکھے
جو صف بستہ سجدہ میں پڑے ہوئے تھے

آپ نے ان کو سلام کہا انہوں نے سر اٹھایا اور آپ کے سلام کا جواب دیا، اور
پھر سجدہ میں چلے گئے، اور سجدہ میں وہ یہ بیچ کہتے تھے، سُبْحَانَ الْخَالِقِ
الْعَلِيمِ سُبْحَانَ الَّذِي لَا مَقَرَّ وَلَا مُلْجَأَ إِلَّا إِلَيْهِ سُبْحَانَ
الْعَلِيِّ الْأَعْلَى آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ اس آسمان کے فرشتوں
کی یہی عبادت ہے، اس نے عرض کیا کہ ہاں آپ بھی حق تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ
آپ کی امت کو بھی اس طرح عبادت عطا فرمائے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ میری امت کو بھی اس عبادت سے
حصہ عطا فرمائے، اس وقت اللہ جل شانہ نے آپ کی امت پر ہر رکعت میں دو
سجدے فرض کئے، اس واسطے کہ ان فرشتوں نے سلام کا جواب دینے کے لئے
سجدے سے سر اٹھایا اور پھر دوبارہ سجدے میں چلے گئے۔ (معاجم النبوة ج ۲ ص ۱۲۸)

پھر آپ نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا کہ
مساں عبادت میں مشغول ہیں حضرت جبریل

حضرت یوسف علیہ السلام

نے آپ کو کہا کہ یہ یوسف علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کیجئے آپ نے سلام کیا انہوں نے
سلام کا جواب دے کر معاف کیا اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کی خوشخبری سنائی حضرت
یوسف علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی سُبْحَانَ الْكَرِيمِ الْأَكْرَمِ سُبْحَانَ
الْجَلِيلِ الْأَجَلِ سُبْحَانَ الْفَرْدِ الْوَحْدِ سُبْحَانَ الْأَبَدِ الْأَبَدِ

(ریاض الازہار ص ۲۱۷)

آپ نے فرمایا کریں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو خدا کی مخلوق میں سب سے زیادہ خوبصورت ہے، اور سب لوگوں پر حسن میں ایسے فضیلت رکھتا ہے جیسے چودھویں رات کا چاند ستاروں پر فوقیت رکھتا ہے اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام تھے، اس سے ظاہر متبادر معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت یوسف علیہ السلام تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے لیکن ترمذی شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا أَحْسَنَ الْوُجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ، وَكَانَ نَبِيُّكُمْ أَحْسَنَهُمْ وَجْهًا وَأَحْسَنَهُمْ صَوْتًا :-
 اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر وہ خوبصورت اور خوش آواز ہوتا ہے اور تمہارے نبی ان سب نبیوں سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ خوش آواز ہیں (فتح الملہم ج ۱ ص ۲۱۹)

تکبر کرنے والے جب آپ آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک فرشتہ کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، اس کے ستر ہزار

پر ہیں اگر وہ ایک پُر کو پھیلے تو مشرق سے مغرب تک تمام جہان کو گھیر لے گا اس فرشتہ کے ارگرد بھی بڑی جسامت والے اور قد آور فرشتے تھے یہاں تک کہ ان میں سے ایک کا طول و قامت بارہ سو برس کی راہ تھا۔ وہ فرشتے لوگوں کے ایک گروہ کو آتش گزروں سے اس طرح عذاب دے رہے ہیں، کہ جب ان کو گزرتے ہیں۔ تو ان سب کے اجسام ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں، پھر اصل حالت میں ہو جاتے ہیں۔ پھر دوبارہ ان کو مار کر ریزہ ریزہ کیا جاتا ہے۔ آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس فرشتہ کا نام اور ان لوگوں کے عذاب کا سبب دریافت کیا حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اس فرشتہ کا نام ضو صائیل ہے، اور یہ لوگ وہ ہیں جو جبر اور تکبر کرتے تھے، کہ اپنے کئے کی سزا بھگت رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کو جمع تمام اس کے خادموں کے مقرر کر دیا ہے، تاکہ اس طور پر قیامت تک ان کو عذاب دیتے رہیں۔ اس فرشتہ کی تسبیح یہ تھی۔ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ كَوْنٌ

الْجَبَّارِينَ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ فَوْقَ الْمُسْلَطِينَ مَنْ عَصَاهُ

(معارج النبوة ج ۳ ص ۱۳۹)

چوتھا آسمان

چوتھا آسمان مثل مروارید سفید کے چمکتا تھا۔ اس آسمان کا نام زاہرہ ہے۔ اس کا دروازہ نور کا ہے اور قفل

بھی نور کا لگا ہوا ہے۔ اس پر نور سے لکھا ہوا ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ تَرَسُولُ اللَّهِ

اس کے دربان کا نام موضائیل ہے۔ چار لاکھ فرشتے اس کے تابع ہیں۔ جن کی تسبیح یہ ہے۔ سُبْحَانَ خَالِقِ الظُّلُمَاتِ وَ النُّوْرِ سُبْحَانَ خَالِقِ الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ الْمُنِيرِ سُبْحَانَ الرَّفِيقِ الْأَعْلَى حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا اور دربان نے حسب دستور سابق کے دروازہ کھول دیا۔

فرشتے قعدہ میں

اس آسمان پر فرشتے دو زانو بیٹھے ہوئے تھے۔ تسبیح پڑھ رہے تھے۔

سُبْحَانَ الرَّؤُفِ الرَّحِيمِ سُبْحَانَ الثُّوْرِ الْمُبِينِ سُبْحَانَ الَّذِي لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ سُبْحَانَ رَبِّ الْعَالَمِينَ آپ نے فرمایا اے جبریل یہ بتلاتے کہ چوتھے آسمان پر رہنے والوں کی عبادت یہی ہے۔ اس نے کہا ہاں آپ بھی اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ اس طرح کی عبادت کا حصہ ان کو عطا ہو اس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی اللہ تعالیٰ نے آخری قعدہ غازی میں فرض کر دیا۔ (معارج ص ۱۳۹)

حضرت ادریس علیہ السلام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب میں وہاں پہنچا

تو حضرت ادریس علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ صاحب حضرت ادریس علیہ السلام ہیں آپ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے

سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا مرحبا لے **محمداً صالح**
اور نبی صالح اس کے بعد اس نے میرے حق میں بھلائی کی دعا کی۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۴ مسلم شریف ج ۱ ص ۹۱)

حضرت عزرائیل علیہ السلام | اس کے بعد ایک فرشتہ
دیکھا جو نہایت غمگین صورت

میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس کی آنکھ سے انوار چمک رہے تھے۔ اس کرسی
کے چار گوشے تھے اور ہر گوشہ میں سات لاکھ پلے تھے۔ اس کرسی کے
اس پاس بہت فرشتے کھڑے تھے جن کی تعداد اللہ تعالیٰ بسوا کوئی نہیں جانتا
دائیں طرف ایسے فرشتے کھڑے تھے جو نورانی چہرے والے سبز پوش اور عنبر
کی خوشبو والے تھے زمی سے بات کرنے والے اور بہت ہی خوبصورت
اور نیک نھلت تھے جن کو دیکھ کر نبی خوش ہو جاتے بائیں طرف ایسے فرشتے
کھڑے تھے جن کے چہرے سیاہ تھے بہت ہی تند خو تھے تسبیح کے وقت ان
کے منہ سے آگ کے شعلے اس قدر نکلتے تھے کہ کسی کو ان کی جانب نظر اٹھا کر دیکھنے
کی طاقت نہ تھی اس بڑے فرشتے کے سامنے ایک تختہ تھا جسے ہر وقت دیکھتا
رہتا ہے۔ اور اس سے نظر نہیں اٹھاتا۔ اور سبز پتوں کا ایک بہت بڑا درخت
ہے جس کے اتنے پتے ہیں کہ ان کی گنتی سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور
ہر ایک پتہ پر ایک آدمی کا نام لکھا ہوا ہے۔ اور اس فرشتہ کے سامنے ایک
تھال بھی رکھا ہوا ہے۔ اور وہ فرشتہ ہر ساعت میں اُمتہ کو بڑھاتا ہے اور ہاتھ
میں کچھ چیز لے کر کبھی دائیں طرف والے فرشتوں کو دیتا ہے اور کبھی بائیں طرف والے
فرشتوں کو دیدیتا ہے حضرت **عزرائیل علیہ السلام** نے کہا۔ اس فرشتے کا نام عزرائیل علیہ
السلام ہے۔ اس کے بعد حضرت **عزرائیل علیہ السلام** نے آگے جا کر اس کو مطلع
کیا کہ اے عزرائیل! یہی آخر الزمان سننی اللہ علیہ وسلم ہیں تب اس نے سر اٹھایا۔
اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیکھ کر تبسم کیا اور تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا۔

اور کہا خوش آمدید ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے زیادہ پیارا پیدا نہیں کیا۔ اور کوئی اُمت آپ کی اُمت سے زیادہ فضیلت والی نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں آپ کچھ پوچھنا چاہتا ہوں حضرت عزرائیل علیہ السلام نے کہا ارشاد فرمائیے کیا فرمان ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ آپ غنمگین صورت میں کیوں نظر آتے ہیں اس نے عرض کیا کہ میرے ذمّہ روحوں کے قبض کرنے کا کام سپرد ہے۔ اور میں ہر وقت ڈر کے مارے غنمگین صورت رہتا ہوں کہ خدا کرے میری خدمت قبول ہو جائے اور اس میں قصور سرزد نہ ہو جائے۔ پھر آپ نے فرمایا تمہارے سامنے یہ تھال کیسا ہے؟ اور یہ تختہ کیسا ہے۔ اور اس درخت کا کیا مقصد ہے۔ اس نے کہا کہ یہ تھال مثال تمام دنیا کی ہے کہ قاف سے قاف تک تمام جہان میری قدرت میں ایسے ہے جیسے یہ تھال میرے سامنے ہے۔ اور یہ تختہ زندگی کی میعاد اور موت کا وقت بتلاتا ہے۔ اور اس درخت کے ہر پتہ پر نیک یا گناہ گار لکھا ہوا ہے جب وہ بیمار ہو جاتا ہے تو وہ پتہ جس پر اس کا نام درج ہے زرد ہو جاتا ہے اور جس وقت اس کی موت آجاتی ہے وہ پتہ خشک ہو کر اس تختہ پر گر جاتا ہے۔ میں اس کا ہم تختہ سے کاٹ کر ہاتھ دراز کرتا ہوں۔ اور اس نیک روح قبض کر لیتا ہوں۔ خواہ مشرق میں یا مغرب میں پھر آپ نے پوچھا یہ فرشتے داتیں بائیں کس کام میں لگے ہوتے ہیں۔ اس نے کہا داتیں طرف والے رحمت کے فرشتے ہیں۔ جب کسی نیک آدمی کی رُوح قبض کرتا ہوں تو ان کے حوالے کر دیتا ہوں۔ اور جب کسی بُرے انسان کی رُوح قبض کرتا ہوں تو بائیں طرف والے فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ فرشتے کس قدر ہوں گے وہ کہنے لگا کہ ان کی گنتی کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ لیکن رُوح کے قبض کا وقت ہوتا ہے تو چھ لاکھ رحمت کے فرشتے اور چھ لاکھ عذاب کے فرشتے آجاتے ہیں۔ پھر میں نیک کی رُوح کو رحمت کے فرشتوں کے حوالے کرتا ہوں

اور برے رُوح کو عذاب کے فرشتوں کے حوالے کرتا ہوں۔ پھر قیامت تک ان کو دوبارہ حاضر ہونے اور رُوح کو لینے کی نوبت نہیں آئے گی اس کے بعد آپ نے دریافت فرمایا کہ ہر جاندار کی رُوح قبض کرنے کو تو خود جاتا ہے۔ یا کسی دوسرے فرشتے کو بھیج دیتا ہے۔ اس نے کہا جس دن سے میں یہاں آ کر ٹھہرا ہوں میں کبھی اس جگہ سے ہلا نہیں لیکن ستر ہزار فرشتے میرے ماتحت ہیں۔ اور پھر ہر فرشتے کے تابع ستر ہزار فرشتے ہیں۔ جب کسی بندہ کی رُوح قبض کرنے کا وقت آتا ہے تو میں ان کو بھیج دیتا ہوں تاکہ وہ اس بندہ کی رُوح کو قبض کر کے اس کے خلق تک لے آئیں۔ اس کے بعد میں خود ہاتھ بڑھا کر کام پورا کر لیتا ہوں جسور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے مقرب فرشتے میں تجھ سے ایک درخواست کرتا ہوں۔ اگر قبول کرے تو کہوں؟ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے کہا۔ آپ فرمائیے میں بدل و جان اس بات کو قبول کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میری امت کے ساتھ سہولت اور آسانی کا معاملہ کیا کرو۔ عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت اور اس کے جلال کی قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر رات دن میں ستر ہزار مرتبہ حکم فرماتا ہے کہ اے عزرائیل! میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر سختی نہ کرتا اور بہت نرمی کرنا۔ بنا بریں عرض ہے کہ میں ان پر بہت مہربان ہوں۔ (ریاض الاضرار ص ۳۱۸)

سورج | پھر آپ نے سورج کو ملاحظہ فرمایا حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ سورج کا طول و عرض اسی ہزار برس کی راہ ہے۔ ہر روز تین لاکھ ساٹھ ہزار فرشتے اس کو مشرق سے مغرب ہیں لاتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور دوسرے دن اور فرشتے اس قدر آجاتے ہیں۔ اور یہی کام کرتے ہیں۔ اور قیامت تک انکی نوبت نہیں آتی جب رات کا وقت ہوتا ہے تو سورج کو عرش کے نیچے سے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہاں سجدہ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔ وہیں

رہتا ہے۔ تا آنکہ صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو جانب مشرق میں لاتے ہیں۔ اور اسی طرح یہ کام رہتا ہے حتیٰ کہ قرب قیامت کے وقت اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا تو سورج کو فرشتے مغرب کی طرف سے لائیں گے۔ اور ادھر ہی سے طلوع کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
 وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ بِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ
 (پ ۱۷ ع ۱) اور سورج اپنی جائے قرار یعنی عرش کے نیچے سجدہ کیسے چلتا رہتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ جو کہ سب پر غالب اور ہر بات کے جاننے والا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن صحابہ سے خطاب فرمایا۔ کیا تم بتلا سکتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول اچھا جانتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ سورج چلتا رہتا ہے، یہاں تک کہ یہ اپنی قرار گاہ تک پہنچ جاتا ہے جو کہ عرش کے نیچے مقرر ہے وہاں یہ سجدہ میں پڑا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو کہا جاتا ہے کہ سر کو اٹھا اور جہاں سے آیا ہے وہاں پھر لوٹ جا پھر وہ مشرق

عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
 يَوْمًا أَتَدْرُونَ
 أَيْنَ تَذْهَبُ هَذِهِ
 الشَّمْسُ قَالُوا اللَّهُ
 وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ
 قَالَ إِنَّ هَذِهِ
 تَجْرِي حَتَّى تَلْتَمِثَ
 إِلَى مُسْتَقَرٍّ هَا
 تَحْتَ الْعَرْشِ
 فَتَخِرُّ سَاجِدَةً
 فَلَا تَنُورُ
 كَذَلِكَ حَتَّى

يُقَالُ لَهَا ارْتَفَعِي ارْجِعِي
 مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَرْجِعِي
 فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ
 مَطْلَعِهَا ثُمَّ تَجْرِي
 حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى مُسْتَقَرِّهَا
 تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَنْحَرُّ
 سَاجِدَةً فَلَا تَزَالُ كَذَلِكَ
 حَتَّى يُقَالَ لَهَا ارْتَفَعِي
 ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ
 جِئْتِ فَتَرْجِعِي فَتُصْبِحُ
 طَالِعَةً مِنْ مَطْلَعِهَا
 ثُمَّ تَجْرِي لَا يَسْتَنْكِرُ
 النَّاسُ مِنْهَا شَيْئًا
 حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى
 مُسْتَقَرِّهَا ذَلِكَ تَحْتَ
 الْعَرْشِ فَيُقَالُ
 لَهَا ارْتَفَعِي ارْجِعِي
 طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِكِ
 فَتُصْبِحُ طَالِعَةً
 مِنْ مَغْرِبِهَا فَقَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّذَرُونِ
 مَتَى ذَا كُمْ حِينَ

سے طلوع کرتا ہے۔ اور پھر تارتا ہے
 حتیٰ کہ اپنے ٹھکانہ تک پہنچ جاتا ہے۔
 جو کہ عرش کے نیچے ہے۔ پھر وہاں
 سجدہ میں پڑا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ
 اس کو کہا جاتا ہے سجدہ سے سر کواٹھا
 اور جہاں سے آیا واپس لوٹ جا، پھر
 وہ لوٹ کر صبح کے وقت حسب دستور
 مشرق سے طلوع کرتا ہے اور اس بات
 کو لوگ نئی بات نہیں سمجھتے اسلئے
 کہ غروب اور طلوع سورج کی
 عادت کے مطابق یکساں اور باقاعدہ
 جاری ہے کہ ہر روز مشرق سے طلوع
 کرتا ہے اور ہر روز مغرب میں غروب
 کرتا ہے حتیٰ کہ جب اپنی قرار گاہ
 میں پہنچے گا۔ اور سجدہ میں سر جھکا کر طلوع
 کا اذن مانگے گا اس وقت اس کو کہا
 جاوے گا کہ سجدہ سے سر کواٹھا اور مغرب
 سے طلوع کیجئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم
 سے وہ مغرب سے طلوع کرے گا پھر حضور
 عید الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا تم جانتے
 ہو کہ یہ کب ہوگا پھر خون ہی ارشاد
 فرمایا کہ یہ اس وقت مغرب سے سورج
 کا طلوع ہوگا جب کسی شخص کو ایمان آئے

لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ
تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ
اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا
(بخاری شریف و مسلم شریف)

فائدہ نہ دے گا جو شخص پہلے ایمان
نہیں لایا اور نہ ہی کسی شخص کو توبہ
فائدہ دے گی جس شخص نے اس سے
پہلے توبہ نہیں کی

تحقیق سمجھو شمس

چونکہ جدید تعلیم اور مغربی تہذیب یافتہ لوگوں کو یہ
مسئلہ سمجھنا بہت دشوار ہے۔ کیونکہ ہر رات

شام سے صبح تک سورج کا عرش کے نیچے اپنی قرار گاہ میں متواتر سجدہ کرنا کس
طرح تسلیم ہو سکتا ہے۔ حالانکہ سورج جب ایک ملک سے غروب کرتا ہے۔ دوسرے
ملک میں طلوع کرتا ہے اور رات کسی جگہ لمبی ہوتی ہے۔ اور کسی جگہ تھوڑی ہوتی ہے
اور دن رات میں بڑا اختلاف ہے۔

حتیٰ کہ فن لینڈ (FINLAND) بلغاریہ میں بعض اوقات شام کی شفق زائل
ہونے سے پہلے صبح صادق ہو جاتی ہے قطب شمالی اور قطب جنوبی میں رات اور
دن چھ چھ ماہ کے برابر ہوتے ہیں۔ نوے درجہ کے طول بلا کا بھی یہی حال ہے۔ اور
یہ بات دلائل سے ثابت ہے کہ غروب کے اور سورج کسی جگہ نہیں ٹھہرتا کیونکہ غروب کے
بعد کسی نہ کسی ملک میں طلوع کرے گا۔ اگر غروب کے بعد سورج کچھ وقفہ کے لئے ٹھہر جائے
تو ضروری ہے کہ دوسرے ملک میں طلوع ہونے میں توقف ہو جائے۔ اور یہ بات

واضح ہے کہ سورج اپنے محور سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتا۔ ہر آن اور ہر زمان میں
وہ کسی نہ کسی ملک میں موجود رہتا ہے۔ اگر ایک ملک سے غائب ہے تو دوسرے
ملک میں ظاہر ہے۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ احادیث صحیحہ کی تشریح کی جائے جس
سے عیاں اور برہان سے مطابقت ہو جائے۔ حاصل ہوا یہ ہے کہ نفوس قدسیہ کو اللہ
تعالیٰ نے یہ قدرت بخشی ہے کہ وہ ایک وقت میں چند جگہوں پر موجود ہو سکتے ہیں
اور یہ ان کے غایت تقدس کے بسبب ہو سکتا ہے۔ اس کی مثالیں یہ ہیں حضور

عید الصلوٰۃ والسلام کو وفات شریفہ کے بعد ایک وقت میں متعدد جگہ پر دیکھا گیا ہے، حالانکہ قبر شریف میں بھی آپ نماز پڑھ رہے ہیں، جیسا کہ حضرت مومن نے عید السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے، اور بیت المقدس میں بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا کی اور چھٹے آسمان پر بھی تشریف فرما تھے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جتنے نبیوں کو دیکھا ہے، وہ سلام ہو ان پر، دیکھا ہے، وہ اپنی قبروں میں موجود تھے، اور جہاں دیکھے گئے وہاں بھی موجود تھے، اسی طرح حضرت ابراہیم بن ادھم کے بارہ میں منقول ہے، کہ آپ کو آٹھویں ذی الحج کے دن لوگوں نے بصرہ میں دیکھا اور اسی دن لوگوں نے مکہ میں ان کو دیکھا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کرامات میں منقول ہے کہ بیک وقت پورے چالیس مقامات مختلف ہیں آ کر دیکھا گیا، بیت المقدس کا مسدود واضح ہے، کہ جب آپ معراج سے واپس آئے اور لوگوں نے بیت المقدس کے نشانات پوچھے تو بیت المقدس کو فرشتوں نے اٹھا کر آپ کے سامنے پیش کر دیا، اور آپ نشانات بتاتے رہے حالانکہ بیت المقدس اپنے اصلی مقام سے بھی غائب نہ ہوا تھا، بہر حال معجزات اور کرامات کی کیفیت کا ادراک تو ہم عوام کیلئے محال ہے، صرف اس قدر جانتے ہیں کہ قدس روح والا خواہ علم علوی کا ہو یا عالم سفلی کا ہو، نبی ہو یا ولی ہو، بیت اللہ ہو یا بیت المقدس ہو، سورج ہو یا چاند ستارے کچھ ہوں، ان کو اللہ تعالیٰ نے قدرت عطا کی ہے، کہ ایک وقت میں متعدد مقامات میں موجود ہو سکتے ہیں، اب اس تقریر سے یہ احتمال نہ رہا کہ سورج اپنے محور میں بھی موجود رہے، اور عرش کے نیچے سجدہ بھی کرے اور خدا کی تسبیح بھی کہتا رہے اور ہر طلوع کے لئے اذن بھی چاہتا رہے، ایک مقدس ہستی کے لئے اس قسم کا تعدد کوئی محال نہیں ہے، گو نئی روشنی کے لوگ اس بات کو بعید از عقل کہہ دیں تو سورج کی کرامت متصور ہوگی، کیونکہ کرامت اس کو کہتے ہیں جو عادت اور عقل کے خلاف اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے ظاہر ہو جائے، اور یہ سوال و جواب کی تقریر تفسیر روح المعانی میں سے

نقل کی گئی ہے۔ باقی رہا یہ اشکال کہ سورج اپنے مدار پر حرکت کر رہا ہے یہ کیسے
 ہو سکتا ہے۔ کہ غروب ہونے کے بعد سورج اسی حرکت کر کے مغرب کی طرف سے
 طلوع کریگا۔ تو اس کا جواب اس قدر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب قدرت
 ہے۔ یہ سب اس کا کارخانہ ہے۔ اپنے کارخانہ عالم کو جس طرح اسکی مشیت ہو
 چلا سکتا ہے۔ اور کئی بار ایسا بھی ہو چکا ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز
 عصر قضا ہو گئی۔ سورج نے غروب ہونے کے بعد واپس طلوع کیا۔ حتیٰ کہ حضرت
 سلیمان علیہ السلام نے نماز عصر ادا کی اور پھر سورج کو غروب کیا۔ اسی طرح حضرت
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خیبر کے موقع پر عصر کی نماز قضا ہو گئی حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے اشارہ فرمایا ڈوبا ہوا سورج مغرب سے طلوع کر کے نمودار ہوا۔ حضرت
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز ادا کی اور پھر سورج نے غروب کیا۔ اسی
 طرح ایک واقعہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو کہا کہ میرا خدا مشرق
 سے روزانہ سورج کو لاتا ہے۔ اگر تو خدا ہے۔ تو آج مغرب سے سورج کو نکال کہتے
 ہیں کہ نمرود کے دل میں خیال گذرا کہ میں اس کو یوں جواب دوں کہ ہر روز میرے
 سورج کو مشرق سے لاتا رہا آج تمہارا خدا مغرب سے سورج ظاہر کرے۔ اس
 کے بعد فوراً ہی یہ خیال کیا کہ نبوت کو بہت وسیع اختیارات ہوتے ہیں۔ اگر
 یہ اپنے اللہ تعالیٰ سے کہہ دے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے سورج مغرب کی
 طرف سے طلوع ہو جائے گا۔ اور اسوقت میری پوزیشن بہت غراب ہو جائیگی
 کیونکہ اسکی صداقت کی دلیل قائم ہو جائے گی۔ تو نمرود اس مناظرہ میں اس
 خیال کے بعد مبہوت ہو گیا۔ اور اس سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ جیسا کہ
 تفسیر خازن میں لکھا ہے۔

بعد ازاں پانچویں آسمان پر گذر ہوا۔ اس آسمان کا نام
 صافیہ ہے۔ اور دربان کا نام سقطائیل ہے۔ آپ نے

پانچواں آسمان

سلام کیا۔ اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ جب سب دستور دروازہ کھلوا کر

آپ آسمان کے اوپر تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ اس دربان کے ماتحت
پانچ لاکھ فرشتے مقرر ہیں۔ تسبیح ان کی یہ ہے۔ قُدُّوسٌ قُدُّوسٌ رَبُّ
الْأَرْبَابِ سُبْحَانَ رَبِّنَا الْأَعْلَى الْأَعْظَمُ قُدُّوسٌ قُدُّوسٌ
رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ

فرشتے منشوع میں

آپ نے وہاں فرشتوں کو دیکھا
کہ سب خشوع و خضوع کے ساتھ

کھڑے ہیں۔ اور بلند آواز سے یہ تسبیح کہہ رہے ہیں۔ سُبْحَانَ الْقَاضِي
الْأَكْبَرِ وَ سُبْحَانَ الْعَدْلِ الَّذِي لَا يَجُورُ آپ نے حضرت
جبریل علیہ السلام سے پوچھا کیا ان کی یہی عبادت ہے اس نے کہا ہاں! آپ
بھی اپنی امت کے لئے دعا کیجئے کہ آپ کی امت کو بھی یہ عبادت نصیب ہو تب
آپ نے دعائی پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کیلئے بھی نماز میں خشوع کا
حکم نازل فرمایا۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ
الَّذِينَ هُمْ فِي
صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ
(پ ۱ ع ۱)

وہ ایمان لانے والے عذاب سے
نجات اور فلاح پا گئے جو اپنی نماز میں
خشوع و خضوع اور نیاز سے عبادت
کرتے ہیں (معارج النبوة ج ۳ ص ۱۴۳)

حضرت ہارون علیہ السلام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔
کہ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ہارون

علیہ السلام وہاں موجود تھے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون علیہ السلام
ہیں۔ آپ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب
دیا۔ پھر فرمایا۔ مرحبا یعنی خوش آمدید اے برادر صالح اور نبی صالح (بخاری شریف)

ج ۱ ط ۵۴۹ مسلم شریف ج ۱ ص ۹۱

بشرک کر نہ والے

پھر آپ فرشتے پر گزرے کہ اس کا
قد اتنا بڑا تھا کہ اگر چاہے تو تم

قد اتنا بڑا تھا کہ انگر چاہے تو تم

مخلوق کو ایک لقمہ بنا کر کھالے۔ اس کے آس پاس بہت فرشتے تھے جن کے سر عرش کے نیچے اور پاؤں تحت الثریٰ تک پہنچے ہوئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں آتشی گرز تھا۔ ان فرشتوں کے سامنے لوگوں کا ایک گروہ تھا جن کے جسموں پر آگ کا لباس تھا۔ یہ فرشتے ان لوگوں کو گرز مارتے تھے جس کے صدمہ سے ان کے گوشت، پوست پر آگ کے شعلے بھڑکتے تھے، پھر جل کر میت و نابود ہو جاتے تھے، پھر وہ اصل حالت میں آجاتے تھے، اور فرشتے ان سے

اسی طرح کرتے تھے جیسے پہلے تھا۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جہنم جبریل علیہ السلام نے کہا یہ شرک کرنے والے لوگ ہیں جو بتوں سے اپنی حاجتیں مانگتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اس فرشتہ کو بمع اس کے تابعداروں کے ان پر مسلط کیا ہے تاکہ اس قسم کا عذاب ہمیشہ دیتے رہیں۔ اس فرشتے اور

اس کے تابعداروں کی تسبیح یہ تھی سُبْحَانَ اللَّهِ الْوَاحِدِ الْأَحَدِ
سُبْحَانَ الصَّمَدِ الْغَفَّارِ سُبْحَانَ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ
يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (معارج النبوة)

چھٹا آسمان

پھر جیسے آسمان پر گزر ہوا حسب دستور دروازہ
کھلوانے کے لئے حضرت جبریل علیہ السلام نے آواز

دی اور دربان نے دروازہ کھولا اس آسمان کا نام حاروس ہے اور دربان کا نام رومائیل ہے۔ آپ نے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دے کر یہ دعا دی

بَارَكَ اللَّهُ فِيْ حَسَنَاتِكَ وَنَرَادُ فِيْ كَرَمَاتِكَ

اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں میں برکت دے اور تمہاری بزرگی زیارہ کرے
آپ نے اس دُعا کے بعد آئین کہی اس فرشتہ کے میطیع چھ لاکھ فرشتے تھے

جن کی تسبیح یہ تھی۔

سُبْحَانَ اللَّهِ الْكَرِيمِ سُبْحَانَ النَّوَّارِ السُّبَّحِ
سُبْحَانَ إِلَهِ مَنْ فِي السَّمُوتِ وَإِلَهِ مَنْ فِي الْأَرْضِ (معراج النبوة)

حضرت موسیٰ علیہ السلام | حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں وہاں گیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام موجود تھے۔ میں

نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا مرجاے برادر صالح اور نبی صالح جب میں نے ان سے چل کر آگے چلا تو وہ روہتے ان سے پوچھا آپ کیوں روہتے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے بعد ایک نوجوان نبی مبعوث ہوتے۔ جنہی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے بہشت میں زیادہ داخل ہوں گے (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۵۹ مسلم شریف ج ۱ ص ۹۳)

علمائے کرام کہتے ہیں کہ آپ کے رونے کا سبب یہ تھا۔
إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ مِثْلُ أَجْرٍ كُلِّ مَنْ اتَّبَعَهُ

نبی کے جتنے پیروکاروں کو درجہ ملتا ہے، اس قدر اس امت کے نبی کے درجات

بلند ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمنا یہ تھی کہ مجھے بھی اس طرح درجات حاصل ہوتے۔ اور آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نوجوان اس لئے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس برس ہوئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر شریف بوقت معراج تیس سال تھی۔

حضرت میکائیل علیہ السلام | اس کے بعد حضرت میکائیل علیہ السلام پر گذر ہوا کہ وہ ایک بڑی کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں

ان کے سامنے ایک بہت بڑی ترازو ہے جن کا ایک پتہ آسمان وزمین کے چودہ اطباق سے بھی بڑا ہے اس ترازو کی دہلی مشرق سے مغرب تک پہنچی ہوئی ہے۔ رزق کے بے شمار ٹیلے ان کے پاس جمع ہیں۔ آپ نے اس کو سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا اور اٹھ کر تعظیم کی اور پھر معافہ کیا۔ پھر دُعا دی۔

نَرَادَكَ اللَّهُ كَرَامَةً وَفَرْحًا

• اور آپ کو بشارت سنائی کہ کسی امت کی خیر و برکت آپ کی امت کے برابر نہیں ہے۔ وہ آدمی بہت ہی خوش نصیب ہے جس نے آپ کی پیروی کی اور آپ سے محبت کی اور وہ شخص بہت ہی بد نصیب ہے جس نے آپ کی نسبت دل میں بغض رکھا جنہو علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حضرت میکائیل علیہ السلام کے ماتحت سات لاکھ فرشتے مقرر ہیں۔ ہر ایک کے پاس ایک جھنڈا ہے اور ہر جھنڈے کے نیچے سات لاکھ فرشتے ہیں اور وہ تمام کے تمام حضرت میکائیل علیہ السلام کے سامنے صف بستہ ہیں۔ ان کے حکم کی انتظار میں ہیں۔ ان تمام ملائک نے کہا کہ ہم سب آپ کے خادم ہیں۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پچیس ہزار برس پہلے سے آپ پر درود و سلام بھیج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بارش کے ہر قطرہ۔ ہوائے ہر ذرہ۔ سورج اور چاند کی ہر کرن اور نباتات سے جو پودا زمین سے پیدا ہوتا ہے۔ ہر ایک کے ساتھ ایک فرشتہ موكل ہوتا ہے تاکہ اسکی تربیت کر کے کمال تک پہنچائے اور حضرت میکائیل علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَكَافِرٍ سُبْحَانَ مَنْ تَضَعُ مِنْهُ يُلْبِتُهُ مَا فِي بُطُونِهَا الْحَوَامِلُ (معارج النبوة ج ۳ ص ۱۴۶)

اس کے بعد ساتواں آسمان دیکھا اسکا نام اسماء قائل تھا جو کہ سفید شیش کی مانند چمکتا تھا جب دروازہ

کھلوا کر اوپر جانا ہو آتور و حایل دربان نے سات لاکھ فرشتوں کے ساتھ آپ کو سلام کیا۔

یہ سب فرشتے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ سُبْحَانَ الَّذِي بَسَطَ السَّمَوَاتِ فَرَفَعَهَا سُبْحَانَ الَّذِي أَلْطَمَ الْكُوكُبَ وَأَزْهَرَهَا سُبْحَانَ الَّذِي أَمْسَى الْجِبَالَ فِيهَا

(ریاض الارباب ص ۲۲۴)

آفرینش ملائکہ

ایک فرشتہ پر گزر ہوا کہ اس کے سات سر ہیں اور
ہر سر میں ستر ہزار چہرے ہیں اور ہر چہرہ میں ستر ہزار

منہ ہیں اور منہ میں ستر ہزار زبان ہے۔ اور ہر زبان میں سات لاکھ بولی ہے
جو ایک بولی دوسری بولی سے بہ لحاظ نوعیت کے مختلف ہے۔ اس کے سات لاکھ

بازو ہیں۔ ہر روز نہر میں غوطہ لگاتا ہے۔ اور باہر نکل کر اپنے پر و بال بھاڑتا ہے اور ہر
قطرہ سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک یہ
تسبیح کہتا ہے گا۔ سُبْحَانَ مَا أَعْظَمَ شَأْنُكَ سُبْحَانَكَ سَيِّدِ مَا
أَعْلَىٰ مَكَانُكَ سُبْحَانَكَ سَيِّدِ مَا أَسْرَحَمَ بِخَلْقِكَ (ربیع الاول ۲۲۳)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روح ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار

اور ہر سر میں ستر ہزار چہرے ہیں۔ اور چہرے میں ستر ہزار دھن (منہ) ہیں۔ اور دھن (منہ)

میں ستر ہزار زبانیں ہیں۔ اور ہر زبان میں ستر ہزار لغت ہے۔ یُسَبِّحُ اللہُ تَعَالٰی
بِتِلْكَ اللُّغَاتِ كُلِّهَا يَخْلُقُ مِنْ كُلِّ تَسْبِيحَةٍ مَلَكًا يَطِيرُ مَعَ

الْمَلَائِكَةِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وہ فرشتہ ان سب لغات سے اللہ تعالیٰ

کی تسبیح بیان کرتا ہے۔ ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ قیامت تک ملائکہ کے

ساتھ پرواز کرے گا۔ عمدۃ القاری میں کتاب التفسیر میں یَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ

کے تحت یوں ہی لکھا ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں بھی اسی طرح

لکھا ہے۔ اور معالم التنزیل میں امام بغوی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت

کی ہے کہ روح ایک عظیم فرشتہ ہے جو آسمان۔ زمین و جہان اور ملائکہ سے بڑا ہے

اس کا مقام چوتھے آسمان پر ہے۔ ہر روز بارہ ہزار مرتبہ تسبیح کہتا ہے۔ اس کی ہر تسبیح

سے ایک فرشتہ بنتا ہے یہ روح نامی فرشتہ قیامت کے دن ایک صف میں ہو گا۔

اور باقی سب فرشتوں کی ایک صف ہو گی (الہدایۃ المبارکۃ فی خلق الملائکہ ص ۵۴)

(ح) یہاں صرف اس قدر واقعہ لکھا گیا ہے جو معراج سے تعلق ہے ورنہ فرشتوں کی پیدائش کے

بارہ میں اٹھارہ اقوال ہیں اور ان میں کئی طریقے بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام پھر ایک فرشتہ پر گزر ہوا جس نے دوزخ کو بیٹھے ہوئے عرش کی طرف نگاہ لگا رکھی تھی

وہ اپنے منہ میں صور لے ہوئے کسی کی انتظار میں محو تھا۔ اس صور میں تمام مخلوق کے رگوں کی مقدار میں سوراخ تھے اور اس کے سامنے ایک لوح یعنی تختی لٹکی ہوئی تھی۔ آپ نے اسے پہچان لیا کہ یہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ آپ نے اس کو سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا۔ اَبَشِّرْ فَإِنِّي أَسْرَى الْخَيْرِ فَيْكَ وَفِي أُمَّتِكَ آپ کو مبارک ہو کہ میں آپ میں اور آپ کی امت میں بھلائی دیکھ رہا ہوں۔ اور اسکی تسبیح یہ تھی۔ سُبْحَانَ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ (انجاء القرآن ص ۳۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گزر ہوا۔ آپ نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور

کہا مرجا۔ يَا نَبِيَّ الصَّالِحِ يَا ابْنَ الصَّالِحِ نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا اپنی امت کو میری طرف کھنا اور یہ پیغام دنیا کو بہشت کی زمین بہت عمدہ ہے۔ اسمیں بے شمار درخت لگاؤ۔ اور پھر

اس کے باغات کے میوہ جات چنوا اور ان درختوں کے لگانے کی تسبیح یہ ہے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ،

(معراج شریف از عبدالباسط قانوری مفتی بیروت ص ۱۱) حضرت حامی فرماتے ہیں

یاد کن آنگاہ کہ در شب اسری

حبیب خدا غیل خدا

گفت گوازمین اے رسول کرام

امت خویش را بعد از سلام

کہ بود پاک خوش زمین بہشت

لیک آبجا کسے درخت نہ کشت

خاک و پاک و طیب افتادہ
 لیک ہست از درختہا سادہ
 غرس اشجار اں بہ سعی جمیل
 بسملہ حمد لہ ہست بس تہلیل
 ہست تکبیر نیز ازاں اشجار
 خوش کسے کش جزیں نیاید کار
 باغ جنات تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ
 سیر و خورم شود ازاں اشجار

اس کو حدیث غراس کہتے ہیں کیونکہ غراس کے معنی درخت لگانے کے آتے ہیں۔ اور یہ حدیث ترمذی شریف وغیرہ کتابوں میں بھی موجود ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٌ (پہ ۱۲۶) جو کوئی اپنے رب سے ڈر گیا۔ اس کے لئے دو طرح کے بہشت ہیں۔

نبیوں کے ملنے میں نکتہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کے واقعہ میں سب نبیوں سے ”سلام ہو ان پر“ حضرت آدم علیہ السلام کو اس لئے دیکھا کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو دشمن نے بہشت سے نکالا تھا۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دشمن نے مکہ سے نکالا تھا۔ اس کے بعد جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے ستایا تھا اسی طرح ہجرت کے بعد یہودیوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ستایا۔ حتیٰ کہ کبھی زہر آلودہ گوشت کھلانے کی اور کبھی ناگہانی طور پر ایک بڑا پتھر اوپر سے ڈالنے کی سازش کی گئی پھر جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بخت اور تخت دیا۔ اور تمام بھائی اس کے سامنے حاضر ہوئے۔ اور دل میں شرمندہ تھے کہ یہ اہماتے ساتھ

کیا سلوک کریگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ لَا تَثْرِبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ
 (پا ۴) آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اس طرح جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کو مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے جنگ بدر میں فتح عطا فرمائی قریش بہت شرماسازی
 سے قیدی ہو کر آپ کے سامنے پیش کئے گئے تو آپ نے ان کو احسان کر کے فدیہ لے کر
 آزاد فرمایا اور جب فتح مکہ کے بعد وہ سب پیش ہوئے اور اپنی کارگزاریوں پر نام
 تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تم کو وہی کہوں گا جو حضرت یوسف
 علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کہا تھا۔ لَا تَثْرِبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ آج تم لوگوں
 پر کسی قسم کی ملامت نہیں ہے۔ تم نے اپنے کئے کا انجام دیکھا اور میں نے اپنے رب
 کی مہربانی کا ظہور دیکھا۔ اس کے بعد جس طرح حضرت ادریس علیہ السلام کو سب سے پہلے
 لکھنا عطا کیا اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی مبارک کا چوتھا کارنامہ
 یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کی طرف خطوط لکھے حتیٰ کہ نجاش اور مقوقس اور عمان کا
 بادشاہ اسلام لائے اور قیصر و کسری جیسے بڑے بادشاہ آپ کے رعب کے کانپ گئے۔ اس کے
 بعد جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام اپنی قوم میں محبوب تھے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کی محبت قریش کے دل میں گھر کر گئی کہ جو لڑتے جھگڑتے تھے۔ سرنگوں ہو کر اسلام
 لائے اور آپ کے عشق میں جاننا رہ گئے۔ اس کے بعد جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام
 کے لوگوں سے غزوات کا حکم ہوا۔ اور وہاں سے مخالف جیسی جابر قوم کو شکست فاش
 ہوئی۔ اور بنی اسرائیل غالب آئے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات سے
 چھٹی حالت یہ ہے کہ آپ نے ملک شام میں غزوات کئے حتیٰ کہ غزوہ تبوک میں فتح ہوئی
 صاحب دولۃ الجندل نے شکست کھا کر جزیرہ قبول کیا۔ اور مکہ شریف فتح ہوا۔ اور
 صحابہ کرام نے نہایت آرام و سکون سے اپنے وطن کو جا کر دیکھا۔ اس کے بعد جس طرح
 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا اور لوگوں کو حج کی اطلاع دی۔ اس طرح حضور علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کے احوال بابرکت اشمال سے آخری احوال یہ تھا کہ اپنے ستر ہزار
 (اور بروایت دیگر ایک لاکھ چوبیس ہزار) صحابہ کرام کی معیت کے ساتھ بیت اللہ

شریف کا طواف کیا۔ اور وہاں حج کیا (نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۵۷) زرقانی ج ۹ ص ۲۹۹ روح البیان ج ۲ ص ۳۹۹ الروض الانف ج ۱ ص ۲۵) گویا نبیوں کے منے میں پہنکتے ہیں کہ آپ کی تمام زندگی کے حالات سے ان تمام نبیوں کے حالات (سلام ہوان پر) سے مناسبت کی بنا پر موقع بہ موقع ملاقات ہوتی رہی۔
(ف) اصل عربی عبارت کے لئے مذکورہ حوالہ جات مطالعہ فرمادیں۔

عالم برزخ کے واقعات مشاہدہ فرماتے وقت
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت جبریل علیہ
استفہام کی حقیقت

اسلام سے دریافت کرنا اور حضرت جبریل علیہ السلام کا بتانا اور نبیوں کی ملاقات (سلام ہوان پر) کے موقع پر کہنا کہ یہ فلاں نبی ہے یہ فلاں نبی ہے۔ آپ ان سے ملے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاعلمی کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ استفہام ہمیشہ بے علمی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ کبھی استفہام باوجود علم کے بھی کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ مَا تِلْكَ يَحْيِيْنَاكَ يَمُوسٰى = اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ میرا عصا ہے۔ کہ اس سے سہارا لگایا کرتا ہوں اور بحریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اسمیں میرے اور بھی منافع ہیں۔ اسی طرح حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جب کراما کا تبین فرشتے اللہ تعالیٰ کے حاضر ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے مَنْ اَيْنَ جِئْتُمْ تم کہاں سے آئے ہو۔ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم زمین سے آئے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے۔ كَيْفَ جِئْتُمْ عِبَادِیْ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں پایا۔ وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور ہم آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ دیکھئے صاحب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو صرف ایک ہی رات ایک ہی سفر معراج کے موقع پر ایک جبریل علیہ السلام سے کچھ دریافت فرماتے رہے۔ اللہ جل شانہ ہر آئے دن فرشتوں سے جولا تعداد اور اور بے شمار ہیں۔ کہاں سے آئے ہو۔ اور میرے بندوں کو تم نے کس حالت

میں پایا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ حضرت مولانا
 غلام حسن صاحب سواگ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا جو کسی موقع پر عام اجتماع میں آپ سے
 بیعت ہو چکا تھا۔ اور پھر چھ سال متواتر حاضر ہوا۔ بمقامِ روضہ کہنہ پھر عام اجتماع
 میں بیعت ہونے لگا۔ حضرت صاحب نے اسے روکا کہ تو فلاں جگہ پہلے ہی بیعت
 ہو چکا ہے۔ کیا ایک ولی کی فراست اتنی ہے؟ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 بیت المقدس میں ان سب نبیوں سے دو سلام ہواں پر ملتے ہیں اور پھر آسمانوں پر
 ان کو اگر نہیں پہچان سکتے تو یہ کہنا کبرت کلمۃ تنخسرج من أفواهہم
 یہ ایک بہت بڑی بات ہے جو ان لوگوں کی زبان سے سرزد ہوتی ہے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

خصوصاً بے ادب کی ہر ادا سے

کہتے ہیں کہ ہر نبی سے ہر آسمان پر آپ کو واقف کرنا۔ اس لئے نہیں کہ
 آپ ان سے متعارف نہیں تھے۔ بلکہ خادم اپنے خادمانہ آداب ملحوظ رکھ کر
 اس طرح عرض کرتے ہیں۔ چنانچہ مولوی ضمیر الدین لکھتے ہیں جیسے دولہا سے کہتے
 ہیں کہ یہ تمہارا باپ ہے۔ تم ان کو سلام کرو اور یہ تمہارا بھائی ہے۔ آپ ان
 سے ملے۔ اور سلام کیجئے۔ اس طرح حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ فلاں نبی
 ہیں اور یہ فلاں نبی ہیں۔ آپ ان سے ملے۔ اور سلام کیجئے۔ (وعظ بے نظریات)
 کو بیت المعمور | منقول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت المعمور کو دیکھا
 جو آسمانوں پر ملائکہ کا قبلہ ہے۔ وہاں ستر ہزار فرشتے رُزنا

اکر زیارت کرتے ہیں۔ اور پھر قیامت تک ان کو حاضری کی نوبت نہیں مل
 سکتی۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۹۳) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیت المعمور ساتویں
 آسمان پر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چھٹے آسمان میں ہے۔ طبری نے حضرت
 قتادہ سے روایت کی ہے کہ بیت المعمور پہلے آسمان پر ہے اسکی تطبیق کے لئے
 ایک حدیث شریف ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

إِنَّ فِي كُلِّ سَمَاءٍ بَيْتًا يُحَازِي الْكَعْبَةَ وَكُلٌّ مِنْهَا مَحْصُورٌ
 بِأَمَلِكَةٍ (فتح المسلم ج ۱ ص ۲۲) تحقیق ہر آسمان میں ایک گھر ہے جو کعبہ
 کے سامنے ہے۔ اور سب کے سب فرشتوں سے آباد ہے کہتے ہیں کہ اس مکان کی
 دیواریں یا قوت سرخ کی ہیں۔ اور اس کے دروازے زمر و سبز کے ہیں اور اس میں
 دس ہزار نورانی قنادیل روشن ہیں جنکی روشنی آفتاب سے زیادہ چمکدار ہے۔ اور ہر روز
 ستر ہزار فرشتے دیا نور میں غسل کر کے نورانی چادر اوڑھ کر احرام باندھ کر بیٹک کہتے
 ہوئے بیت المعمور کا طواف کر کے واپس چلے جاتے ہیں۔ اور قیامت تک پھر
 دوبارہ انکو موقعہ نہیں مل سکتا حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو بیت المعمور میں لے
 گئے۔ اور عرض کی کہ بطرح آپ نے بیت المقدس میں تمام نبیوں کی ”سلام ہو ان پر“
 امامت کی ہے۔ اسی طرح آپ یہاں فرشتوں کی امامت کرائیں۔ پھر آپ نے وہاں
 دو رکعت نماز پڑھائی۔ اور ساتوں آسمان کے فرشتوں نے اقتدار کی۔ اس کے
 بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آرزو کی اور دعائیں کہا اے خداوند! میری امت
 کو بھی اس عبادت سے حصہ عطا فرما۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور نماز جمعہ کے
 فرض کی گئی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ جمعہ کے دن سب مقرب فرشتے بیت المعمور میں
 جمع ہوتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام اذان دیتے ہیں۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام
 خطبہ پڑھتے ہیں۔ حضرت میکائیل علیہ السلام امامت کراتے ہیں۔ اور تمام فرشتے
 ان کی اقتدار کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام کہتے ہیں۔ کہ میں نے
 اذان کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو بخش دیا ہے۔ اور حضرت اسرافیل
 علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے خطبہ کا ثواب بخش دیا ہے۔ اور حضرت میکائیل علیہ
 السلام کہتے ہیں کہ میں نے امامت کا ثواب بخشا ہے۔ اور سب فرشتے کہتے ہیں
 کہ ہم نے اس نماز کا ثواب بخش دیا ہے۔ (ریاض الازہار ص ۲۲)

(ف) نماز جمعہ کی فرضیت شب معراج میں ہوئی۔ اور اسکی فرضیت کا ظہور مدینہ
 منورہ میں ہوا۔ کیوں کہ دارالحرب میں جمعہ فرض نہیں ہوتا اور مکہ ان دنوں دارالحرب

تھا فتح مکہ کے بعد مکہ شریف دارالسلام بنا
سدرہ المنتہی | پھر آپ کا سدرۃ المنتہی پر گذر ہوا۔ وہ ایک پیری کی شکل
 کا درخت ہے، اس کا تناسونے کا ہے، ڈالیاں موتی اور

یا قوت اور زبرد کی ہیں۔ اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح ہیں، اور اس کے پھل ہجر
 کے مکے کی طرح ہیں، اس کی ڈالی سے جڑ تک پچاس ہزار برس کی راہ ہے اس پر
 پروانوں کی مانند اتنے فرشتے رہتے ہیں، کہ جنکی گنتی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔۔۔
 قرآن شریف میں ہے: اِذْ يَغْشَى السِّدْرَ اَمَّا يَغْشَى (پ ۵۷) اور
 جب سدرۃ المنتہی کو ڈھانک لیا، اس چیز نے کہ ڈھانک لیا تھا کہتے ہیں کہ یہ
 فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے جمع ہوئے تھے۔

(روح المعانی ج ۲۷ ص ۲۴) درمنثور ج ۶ ص ۱۲۶

اور آپ کو سلام کیا، اور رحمت الہی کی خوشخبری سنائی۔ اور آپ کی زیارت
 سے بہت خوش ہوئے اس کے بعد سدرۃ کی ایک شاخ دیکھی جس کی بلندی ایک لاکھ
 برس کی راہ تھی، اس کے اوپر سات آسمان اور سات زمین کے برابر ایک پتہ تھا
 جس پر نور کا پھونا پکھا ہوا تھا، وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مقرر شدہ
 ایک کرسی پڑی تھی جس کے سامنے چالیس ہزار فرشتے تورات پڑھ رہے تھے اور چالیس
 ہزار فرشتے پیچھے کی طرف انجیل پڑھ رہے تھے، اور چالیس ہزار فرشتے دائیں طرف
 زبور پڑھ رہے تھے، اور چالیس ہزار فرشتے بائیں طرف قرآن مجید پڑھ رہے تھے جنت
 جبریل علیہ السلام نے درخواست کی کہ یہ میری رہائش گاہ ہے، آپ یہاں دو رکعت
 نماز پڑھائیں تاکہ اس مقام کو برکت حاصل ہو جائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 وہاں دو رکعت نماز پڑھائی، اور فرشتوں نے اقتدار کی (ریاض الازمار ص ۲۲۲)

نبیل اور فرات | اَنْتُمْ رَاٰی اُرْبَعَتْ اَنْهَارٌ يَخْرُجُ
 مِنْ اَصْلِهَا نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهْرَانِ
 بَاطِنَانِ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا هَذِهِ الْاَنْهَارُ قَالَ اَمَّا النَّهْرَانِ

الْبَاطِنَانِ فَزَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنَّيْلُ وَالْفُرَاتُ
(مسلم شریف)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہاں سدرۃ المنتہی کے بن سے چار نہروں کو نکلے
دیکھا۔ دو نہریں ظاہری تھیں۔ اور دو نہریں باطنی تھیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ
اے جبریل یہ کون سی نہریں ہیں۔ اس نے عرض کی جو دو نہریں باطنی ہیں وہ بہشت کی
ہیں۔ اور جو نہریں ظاہری ہیں۔ وہ نیل اور فرات ہیں۔ اور دوسری روایت میں ہے۔
جو باطنی ہیں ان کے نام کوثر اور نہر رحمت ہیں۔ ظاہری کا معنی یہ ہے کہ یہ نہریں
سدرہ سے نکل کر جہان دنیا میں عام لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اور باطنی
کا معنی یہ ہے کہ وہ عام نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ کیونکہ بہشت میں موجود ہیں
اور سدرہ کو منتہی اس لئے کہتے ہیں کہ تمام علماء کا علم یہاں تک پہنچتا ہے۔
اس کے آگے خدا کے سوا کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ فرشتوں کے معلومات
کی وہاں انتہا ہو جاتی ہے۔

(الف) نیل اور فرات کے دہانہ کی بحث: احادیث میں وارد ہے

کہ نیل اور فرات سدرۃ المنتہی کی جڑ سے جاری ہو رہی ہیں۔ حالانکہ مشاہدہ اس
کے متعارض ہے۔ تو اس تعارض کے دفع کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ ازاں جملہ
ایک یہ ہے کہ اصل مرکز ان کا آسمان پر ہو اور ان کا منبع بہ ظاہر زمین پر ہو۔
جس طرح سورج چوتھے آسمان پر ہے۔ مگر اس کی حرارت زمین پر بھی موجود
ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سدرۃ المنتہی کی جڑ تحت الثریٰ تک ہو۔ اور نیل
اور فرات کا اس سے بہنا کوئی حیرت کی بات نہیں کیوں کہ جہاں ان کا منبع
ہے۔ وہاں سدرہ کی جڑ ہے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ حدیث بلا تاویل حقیقت
پر مبنی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سدرۃ المنتہی کی جڑ سے نیل اور فرات
کو نکلے دیکھا۔ اور یہ دونوں دریا وہاں سے ہی نکلتے ہیں چنانچہ

مَرَّ الْفُرَاتُ فِي بَعْضِ السِّنِينَ فَوَجَدَ فِيهَا مَرْمَازًا مِثْلَ

الْبَعِيرُ فَيَقَالُ إِنَّهُ رُمَانٌ وَالْجَنَّةُ
(روح البيان ج ٢ ص ٢٠)

بعض سالوں کا قصہ ہے کہ دریائے فرات بہہ رہا تھا۔ تو اس میں ایک نار پایا گیا۔ جو اونٹ کے برابر بڑا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ بہشت کا نار تھا۔ بلکہ سیرت حلبیہ میں ہے کہ وہ کئی نار تھے۔ اور سب ہی اونٹ کے برابر بڑے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ سب نار بہشت کے تھے عبرت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دکھائے تاکہ ان کو حدیث کی صحت پر یقین ہو جائے۔ چوتھا طریقہ یہ ہے کہ نیل اور فرات کا دہانہ اصل سدرة المنتہی میں موجود تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے جناح شریف کے ذریعہ آسمان سے زمین پر اتارا اور پہاڑوں میں ودیعت رکھ دیا جس طرح قرآن مجید میں ہے۔ **وَأَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَتْهُ فِي الْأَرْضِ** = اور ہم نے آسمان سے اندازہ کے مطابق پانی نازل فرمایا اور اس کو زمین پر ٹھہرایا۔ پھر جب زمین سے قرآن اور ایمان اٹھایا جائیگا تب یہ دہانہ بھی اٹھایا جائیگا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ **وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهَا لَقَادِرُونَ** = اور اس میں شک نہیں کہ ہم اس پانی کو لے جانے پر بھی قادر ہیں۔ (نکتہ چوتھا منقول از سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۴)

اؤنٹون ٹی قطار

اُونٹوں کی قطار | سدرۃ المنتہی کے نیچے حضور عبد الصلوٰۃ والسلام نے اُونٹوں کی قطار کو گزرتے دیکھا جس کے ہر ایک اُونٹ پر دو صندوق دھرے ہوئے تھے آپ نے پوچھا کہ یہ قطار کتنے عرصے سے گزر رہی ہے۔ اور کہاں جا رہی ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا :- یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ جب سے میں پیدا ہوا۔ اس طرح اس قطار کو گزرتے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ قطار کتنے عرصے سے گزر رہی ہے اور کہاں جا رہی ہے۔ اس کی ابتداء اور اسکی انتہا خدا ہی بہتر جانتا ہے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اس قطار کے ایک اُونٹ سے بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر ایک صندوق اتار و جب صندوق اتار

پھر فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵ پڑھ کر اس کا تالا کھولو
 جب تالا کھول چکے تو صندوق اندوں سے پُر تھا۔ اور سب اندوں پر قفل لگے ہوئے
 تھے۔ آپ نے فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر اندے
 کا تالا کھول دو۔ جب یہ تالا کھول چکے تو دیکھا تو وہ اندہ خشناس کے دانوں سے
 پُر تھا۔ اور خشناس کے سب دانوں پر قفل تھا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 فرمایا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵ پڑھ کر تالا کھول دو جب اسکا
 تالا کھولا تو اس میں ایک جہان تھا۔ اور اس جہان میں ایک شہر آباد تھا اس
 شہر میں وعظ ہو رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت جبریل علیہ
 السلام وہاں شامل ہو گئے۔ حتیٰ کہ واعظ نے کہا۔ ایک جگہ پانی ہے۔ اور پانی
 پر مٹی کا ڈھیلہ ہے اس ڈھیلہ پر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے
 ہیں۔ اس پر ایمان لانے کے بغیر ہماری نجات نہیں ہو سکتی۔ وہاں ایک شخص
 نے سوال کیا کہ یہ مسند غلط ہے۔ کیونکہ پانی پر مٹی کا ڈھیلہ کس طرح ٹھہر سکتا ہے
 اس وقت جبریل علیہ السلام نے اُٹھ کر کہا کہ میں جبریل (علیہ السلام) ہوں۔
 اور یہ وہی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جس کی تعریف ہو رہی ہے۔ تب سب
 لوگوں نے کلمہ پڑھا اور آپ پر ایمان لائے۔ پھر آپ وہاں سے باہر آئے
 اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے حسب دستور سابق جس طرح گذرا
 ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ کر خشناس کا تالا لگایا پھر اندہ کو تالا لگایا۔ اور
 پھر صندوق کو بند کیا۔ اور اسکو اونٹ پر لاد اس کے بعد اونٹ کو قحط
 میں شامل کر دیا۔ (مہرِ رَہِ حق ص ۷۷)

(ف) حضرت شاہ حمزہ صاحب جنکی مزار پر انوار مارہرہ شریف میں
 زیارت گاہ خواص عوام ہے۔ آنحضرت اچھی میاں رحمت اللہ علیہ کے والد
 بزرگوار ہیں جو کہ سلسلہ قادریہ میں نامی گرامی بزرگ گذرے ہیں۔ آپ ان
 بزرگوں سے ہیں جنکے اقوال و افعال بطور حجت پیش کر سکتے ہیں۔ آپ نے

ایک مثنوی شریف میں یوں واقعہ لکھا ہے ۔
 در شب معراج دیدہ مصطفیٰ
 صد ہزاراں اشتراں بے انتہا
 مے روندایشاں قطار اندر قطار
 لا نہایت روز و شب بے انتظار
 ہست دو صندوق بار ہر شتر
 یک ازیں سودیگر آں سومر بسر
 کرد از جبریل استفسار شاہ
 چیست این راز نہاں برگور راہ
 جبریل گفت اے شاہ جہاں
 من نے دانم چہ اسرار است آں
 آں زماں کہ کمر دپدا حق مرا
 ہم چنیں بینم این حالت و را
 روز و شب این اشتراں صندوق بار
 بے نہایت مے روند اندر قطار
 نیست مارا از وجود شاں خبر
 راز حق را کے بدانم زیں گذر
 دنگ و حیرانم دریں درگاہ او !!
 بے ہدایت بے نہایت راہ او !!

اس کے بعد آپ کا ایک منہر پر گذر ہوا
 جہاں کالے لوگ غسل کر کے باہر نکلتے ہیں

توبہ کرنے والے

جو نورانی شکل والے بن جلتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ منہر
 رحمت ہے۔ جن لوگوں نے گناہ کئے اور پھرتا سب ہو گئے گویا وہ اس منہر

سے غسل کر کے گناہوں کی سیاہی دھو رہے ہیں۔ (معاذ ج ۳ ص ۱۴۹)

روزہ داروں کے برات نامے

پر گزر ہوا۔ سبکی قامت دس لاکھ برس کی راہ تھی۔ اس کے ستر ہزار ستر تھے

اور ہر سر کے ستر ہزار چہرے تھے۔ اور ہر چہرے میں ستر ہزار منہ تھے۔ اور

اس فرشتے کے سر پر ستر ہزار زلفیں تھیں۔ ہر زلف پر ستر ہزار موتی معلق تھا۔

ہر موتی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا سمندر تھا۔ ہر سمندر میں بے حساب

پمحلیاں تیرتی تھیں جن کا طول دو سو برس کی راہ تھا۔ ہر ایک مچھلی کی پشت پر

لکھا تھا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ،

آپ نے جبریل علیہ السلام سے اس کی کیفیت دریافت فرمائی تو حضرت جبریل

علیہ السلام نے بتایا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ

السلام سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا ہے۔ اور بہشت کے مرغزار میں اس

کے ٹھہرنے کا مقام ہے۔ اب اس کو یہاں لائے ہیں۔ آپ نے اس کو سلام کیا

اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ دیکھا تو اس کے سامنے دو صندوق رکھے ہوئے

تھے جن پر ستر ہزار نوانی قفل لگے ہوئے ہیں۔ آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام

سے دریافت کیا۔ اس نے کہا آپ خود یہ بات اس سے دریافت فرمائیں۔ پھر

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے کہا کہ یہ کیسے صندوق ہیں۔ اس نے کہا

ان صندوقوں میں آپ کی امت کے روزے داروں کے برات نامے لکھے ہوئے

ہیں۔ جن کے ثواب کی میں گواہی دیتا ہوں۔

نماز پر خوش ہونے والا

پھر ایک فرشتہ پر گزر ہوا۔ جس کے

دائیں بازو سات لاکھ تھے۔ اور

بائیں بھی اسی قدر تھے۔ ہر بازو پر مردارید کے ستر ہزار پیر اور یاقوت کے ستر ہزار

پیر اور زمر دسبز کے ستر ہزار پیر اور زرخ کے اور نقرہ سفید کے اور کافور زعفران

کے ستر ہزار پر تھے۔ جب وہ اپنے بازو کو ہلاتا تھا تو اس عجیب طرح کے نغمے ظاہر ہوتے۔ ان نغموں کو حوریں سنکر بالا خانوں پر ایک دوسرے کو مبارک باد دیتی تھیں کہ اے حور و حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے نماز کا وقت آگیا۔ اللہ تعالیٰ اس فرشتہ سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تو کیوں خوش ہوتا ہے۔ تب فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے سب لوگ کار و بار ترک کر کے نماز کے لئے تیار ہو گئے ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو میں نے اپنی رحمت سے ان سب کو منظور نظر بنالیا ہے۔ (معارج النبوة ج ۳ صفحہ ۱۵)

صورت مرغ سفید | ایک فرشتہ پر گذر ہوا۔ جو مرغ سفید کی شکل و شباهت رکھتا ہے۔ اور مور

سے زیادہ خوبصورت ہے جس کے پاؤں سنہری ہیں۔ اور گردن یا قوت اور لعل سے مرصع ہے جس وقت فرشتہ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ کہتا ہے جہاں دنیا کے مرغ بھی اس کی آواز سن کر سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ کہتے ہیں۔ اور جب چپ ہو جاتا ہے۔ تو جہاں دنیا کے مرغ بھی چپ ہو جاتے ہیں۔ (اخبار القرآن ص ۲۶۶)

حجاب زابغت | جب آپ حجاب زابغت تک پہنچے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے پردہ کو ہلایا۔ اندر سے آواز آئی

آپ کون ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں جبریل ہوں۔ اور میرے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس وقت حجاب کے اندر سے آواز سنی کہ فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اس کے بعد کہا گیا میرے بندہ نے سچ کہا میں سب سے بڑا ہوں۔ پھر فرشتہ نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ کہا گیا میرے بندہ نے سچ کہا۔ عبادت کے لائق ایک میں ہوں پھر فرشتہ نے کہا اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ کہا گیا میرے بندہ نے سچ کہا۔ میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ پھر فرشتہ نے کہا

حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ
قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس فرشتہ کی بابت حضرت جبریل السلام سے دریافت فرمایا۔ تو اس نے کہا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں تمام مخلوق سے خدا کے زیادہ قریب ہوں، مگر جب سے پیدا ہوا میں اس سے پہلے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا۔

(درمنثور ج ۴ ص ۱۵۳ - نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۹۳)

خصائص کبریٰ میں لکھا ہے کہ یہ اقامت بھی جو معراج کی رات آپ کے سنی۔ لہذا یہ سوال نہ ہو گا کہ مدینہ منورہ میں اذان کے لئے مشورے کیوں ہوئے۔

(ف) جس جگہ معراج کے واقعہ میں اذان ہونے کا بیان وارد ہے اس سے لازم نہیں آتا کہ الفاظ معروفہ سے اذان ہوئی ہو۔ کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ اذان کی مشروعیت بعد از ہجرت مدینہ منورہ میں ہوئی (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۲۱)

اس وقت اس فرشتہ نے پس
پروردہ سے ہاتھ باہر کر کے آپ کو

حضرت جبریل علیہ السلام کا بھڑنا

بمبح براق اٹھالیا، اور حضرت جبریل علیہ السلام وہیں ٹھہر گئے۔ آپ نے فرمایا اے جبریل آپ مجھے اس جگہ کیوں اکیلا چھوڑتے ہو۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی میں کیا کروں مجھے آگے پرواز کرنے کی طاقت نہیں اس لئے کہ مَا مِنَّا إِلَّا لَكَ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ (سپ ۲۳ ۹۶) اور ہم سب فرشتوں سے کوئی ایسا فرشتہ نہیں جس کا خاص مقام معلوم نہ ہو کہ اس سے آگے ہمیں تجاوز کا حق حاصل نہیں یہاں بھی آپ کی بدولت آگیا۔ ورنہ میرا اصلی مقام وہ ہے جہاں سدرۃ المنتقیٰ پر ملاحظہ فرمایا تھا جو کہ بہت دور رہ گیا ہے۔ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت جبریل علیہ السلام کو قابو کر کے ایک قدم چلے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ہیبت اور اس کے جلال سے حضرت جبریل علیہ

اسلام چڑیا کے برابر ہو گئے۔ لرزہ براندام اور ابیدہ ہو کر عرض کیا
لَوْ دَلَّوْتُ اَنْبِلَةً لَّا خُتِرْتُ بِالْحَيِّ (مشکوٰۃ شریف)

اگر اٹھکی کے پورے کی مقدار بھی قریب ہوں تو میرے پرصل جائیں گے اس
کے بعد آپ نے اشارہ فرمایا۔ اور ایک اشارہ میں اس کو اپنے مقام پر
پہنچا دیا۔ روایت ہے کہ اس ایک قدم میں پانچ سو سال کی راہ طے ہو چکی تھی
(معارج النبوة ج ۳ ص ۱۵۱) حضرت فرید الدین عطار اشاد فرماتے ہیں

تو اے روح القدس پیش جنابے

کہ ذات او ستودہ آفتابے

چرا چندیں غم زہیر گرفتے

کہ بانگ لَوْ دَلَّوْتُ بر گرفتے

ترا اندر درون پردہ راہ نیست

کہ ہر سرہنگ مرد بارگاہ نیست

ہزاراں جاں ہمے سوزد دریں راہ

تراگو پر بسوز اے پیک درگاہ

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے پتے کی بات فرمائی ہے

بدو گفتم سالار بیت الاحرام

کہ اے حامل وحی بر تر خرام

چو در دوستی مخلصم یافتے

عن انم ز صحبت چرا تا یافتے

بگفتا فرا تر مجہالم نمائند

چہ پریم کہ میروے بالمہم نمائند

اگر یک سرموئے بر تر پریم

فروغ تجلی بسوزد پریم

جناب اثر صحبائی ارقام فرماتے ہیں۔
 آئی تھی پہلے نہ آئے گی کبھی اللہ اللہ کیا مبارک رات تھی
 طائر سدرہ کے پر جلنے لگے آگے تو تھا یا خدا کی ذات تھی
 علیٰ حضرت فاضل بریلی کی پرواز تخیل ملاحظہ فرمائیے۔

چلا وہ سر و چمن خراماں نہ رک سکا سدرہ سے داماں
 پلک جھپکتی رہی وہ کوکب کے سب ایسے گزر چکے تھے
 جھلک سے اک قد سیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ لائی
 سواری دولہا کی دو تونچی بر آت میں ہوش ہی گئے تھے
 تھکے تھے روح الایں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
 رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہ حسرت کے دولے تھے
 یساں میر تھی ارشاد فرماتے ہیں۔

خورشید روشن کر گیا ماہ ضیا گستر گیا
 ہمراہ وحی آور گیا، تا گنبد اخضر گیا
 ترک ادب سے ڈر گیا، تو کام آگے دھر گیا
 تا خلوت داور گیا، بے منت راہ برگیا
 یوں کون پیغمبر گیا، ساتوں فلک طے کر گیا
 اس سے بھی بالا تر گیا، کیا کیا کہوں کیا کر گیا
 رفرف تیرا فر فر گیا، اوپر سے بھی اوپر گیا
 پر وہ جو سدرہ پر گیا، تو عرش پر بے پر گیا
 تا ہفتیں منظر گیا، شکل نظریک سر گیا
 لے لاؤن، بے مومن ہر پردہ کے اندر گیا

حضرت جبریل علیہ السلام کو رخصت کرتے وقت آپ نے دریافت
 فرمایا اے رفیق! اگر خدا کی دربار میں تیری کوئی درخواست ہو تو میں پیش

کردوں گا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی۔ آقا بس ایک عرض ہے
 يَا مُحَمَّدُ سَلِ اللّٰهَ اَنْ اَبْسَطَ جَنَاحِيْ عَلَى الصِّرَاطِ لِامْتِكَ
 حَتّٰى يَجُوْزُوْا عَلَيْهِ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کریں کہ قیامت
 کے دن پہل صراط پر میں آپ کی امت کے لئے دونوں پہنچاؤں تاکہ وہ پہل سے آسانی
 گذر جائیں۔ (روح البیان ج ۲)

کہتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالنا چاہا۔
 تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا اے ابراہیم علیہ السلام کوئی حاجت ہو تو
 بتلائیے۔ معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبریل علیہ السلام
 سے اسکی حاجت دریافت کر کے اپنے جد کریم کا بدلہ اتار دیا۔

(الف) ”حضرت جبریل علیہ السلام کے ٹھہرنے کے اسباب“
 اے کہتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا۔ کُوْدُ نَوْتُ اَنْسَمَلَتْ
 لَا حَتَرَقْتُ اَکْرِیْمِیْنَ اس پورے کی مقدار اوپر جاؤں تو جل جاؤں گا۔ اسکی
 وجہ یہ ہے کہ ہر فرشتہ کا مقام معین ہے کہ وہ اس حد سے تجاوز نہیں کر سکتا۔
 کہ قرآن مجید میں ہے۔ وَ مَا مِّنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ہم میں سے
 کوئی ایسا فرشتہ نہیں ہے۔ مگر اس کا ٹھکانہ مقرر ہے جس کے آگے نہیں جاسکتا
 ۲۔ بعض نے یوں کہا ہے کہ معراج کے وقت اللہ اور رسول کی خاص باتیں
 ہوتی ہیں جس میں کسی کو شامل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی حتیٰ کہ جب حضرت موسیٰ
 علیہ السلام کو معراج ہوئی کوہ طور سے سات فرسخ (۱۰ میل) ادھر ادھر تمام جانوروں
 اور فرشتوں کو ہٹا دیا گیا حتیٰ کہ کراٹا کاتبین بھی دُور ٹھہر گئے (اس لئے حضرت جبریل
 علیہ السلام پہلے ہی دُور ٹھہر گئے کہ اصول معراج سے واقف تھے۔)

(ب) فرشتے افضل ہیں یا بشر۔ یہاں بعض لوگ بے ربط سی بحث چھیڑ دیتے ہیں
 جس کا تعلق اس مقام سے نہیں ہے۔ اس بارہ میں اقوال ذکر کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے

(۱) علامہ تفتازانی فرماتے ہیں۔ وَلَا خِفَاءَ فِي أَنْ هَذِهِ الْمَسْئَلَةُ ظَنِّيَّةٌ يَكْتَفِي فِيهَا بِالْأَدِلَّةِ الظَّنِّيَّةِ نَكْذًا فِي (شرح عقائد نسفی)

اور اس میں کوئی خفا نہیں کہ یہ مسئلہ ظنی ہے اور اس میں ظنی دلائل پر قناعت کی گئی ہے۔

(۲) امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وَمَنْ مَاتَ وَلَمْ يَخْطُرْ بِبَالِهِ تَفْضِيلُ الْمَلَكَةِ أَوْ عَكْسُهُ رَجَوْتُ أَنْ لَا يَسْأَلَهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ (نبراس ص ۶۳)

اور جو شخص مر گیا۔ اور اس کے دل میں یہ خیال نہ گذرا کہ فرشتے افضل ہیں یا مفضول ہیں۔ تو مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس نہ فرمائیں۔

(۳) اور امام اعظمؒ سے روایت ہے۔ إِنَّهُ تَوَقَّفَ فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ لِتَعَارُضِ الْأَدِلَّةِ (نبراس ص ۶۳)

انہوں نے اس مسئلہ میں توقف فرمایا۔ کیونکہ دلائل کا تعارض ہے۔

(۴) شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجتہ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔ هَذِهِ الْمَسْئَلَةُ مِنْ قِسْمِ مَا لَمْ يَنْطِقْ بِهِ الْكِتَابُ وَلَمْ يَسْتَفِضْ بِهِ السُّنَّةُ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ فِيهَا الصَّحَابَةُ (نبراس ص ۶۳ تا ۶۴)

یہ مسئلہ اس قسم سے ہے جس کے بارہ میں نہ قرآن میں نص ہے اور نہ حدیث میں کوئی ثبوت ملتا ہے اور نہ صحابہ نے اس بارہ میں کوئی بات کی ہے۔

جب حضرت جبریل علیہ السلام ٹھہر گئے تو سبز رنگ کا ایک تخت ظاہر ہوا جس کا نام رف رف ہے اس

کے ساتھ ایک فرشتہ تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رف رف والے فرشتے کے سپرد کیا (الیواقیت و البجواہر ج ۲ ص ۳۶)

ایک روایت میں آیا ہے کہ تَدَلَّى کا فاعل رف رف ہے۔ اور دَلَّى کے فاعل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ دَلَّى فتدَلَّى کا ترجمہ یوں ہوگا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے رف رف نیچے اتر آئی۔ حتیٰ کہ آپ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے۔ اور اقرب درجہ سے شرف پایا
(سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۲۳)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ من تنہا رواں شدم و جہا بہا قطع
مے کردم تا ہفتاد ہزار حجاب بگذاشتم کہ ہر حجاب پانصد سالہ راہ بود و ما بین ہر
حجاب پانصد سالہ راہ دیگر و روایت آست تا آنجا کہ براق مرکب بود چوں ایں جا
رسید براق بماند و آنکاہ رفرف سبزے ظاہر شد کہ ضیائے وئے بر ضیائے
آفتاب غالب آمد (معارف - ج ۳ - ص ۱۵۲)

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اکیلا روانہ ہوا۔ اور بہت
حجاب طے کئے۔ یہاں تک کہ ستر ہزار حجابوں سے گذر ہوا۔ کہ ہر ایک حجاب
کی موٹائی پانچ سو برس کی راہ تھی۔ اور دونوں حجابوں کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ
تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری براق یہاں پہنچ کر تھک
گیا۔ اسوقت سبز رنگ کا رفرف ظاہر ہوا۔ جسکی روشنی سورج کو ماند کرتی تھی۔ آپ اس
رفرف پر سوار ہوئے۔ اور چلتے رہے حتیٰ کہ عرش کے پایہ تک پہنچ گئے اس کے بعد
بہت سے حجابات سامنے آئے۔ ازاں جہان میں سے ستر ہزار حجاب سونے کے تھے
ستر ہزار چاندی کے۔ ستر ہزار مروارید کے۔ ستر ہزار زمرد سبز کے۔ ستر ہزار یاقوت
سرخ کے۔ ستر ہزار حجاب نور کے۔ ستر ہزار حجاب ظلمت کے۔ ستر ہزار پانی کے۔
ستر ہزار خاک کے۔ ستر ہزار حجاب آگ کے۔ ستر ہزار حجاب ہوا کے تھے۔ کہ ہر
حجاب کی موٹائی ایک ہزار سال کی راہ تھی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ
رفرف ان حجابوں سے گذرتی ہوئی پردہ دریاں عرش تک لے گئی۔ وہاں ستر ہزار
پردہ دیکھا۔ ہر پردہ کا ستر ہزار زنجیر تھا۔ اور ہر زنجیر کو ستر ہزار فرشتے نے گردن پر
اٹھا رکھا تھا۔ کہ وہ فرشتے اس قدر قد آور تھے کہ ایک کندھے سے دوسرے
کندھے تک ستر ہزار برس کی راہ تھی۔ اور یہ پچیسے بعضے مروارید کے، بعضے یاقوت
کے، بعضے ہوا کے تھے۔ اور ہر پردہ پر ایک فرشتہ ملازم تھا۔ کہ ستر ہزار

فرشتے جنکا ذکر بھی گنہگار ہے۔ سب اس کے تابع تھے۔ اس رفوف نے آپ کو حجابات سے پار پہنچایا۔ اور پھر غائب ہو گیا۔ اس کے بعد ایک صورت گھوڑے جیسی ظاہر ہوئی جو کہ داز مروارید سفید کی طرح تھی۔ تسبیح کہتی تھی۔ اور اس کے منہ سے نور کے فوارے نکلنے لگے تھے۔ اٹھایا اور ان ستر ہزار پردوں سے گنبد جو عرش کے درے تھے۔ اور ساق عرش تک پہنچایا۔ (معارج النبوة ج ۳ ص ۱۵۳)

یاد رہے کہ نزہۃ المجالس میں امام صفوری پانچ سواریوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اور کسی نے دو سواریوں کا ذکر کیا ہے۔ اور کسی عالم نے مین سواریوں کا ذکر کیا ہے۔ جتنی روایات جس کے پاس تھیں۔ اس قدر بیان کیا ہے۔

حاملین عرش | عرش کو اٹھانے والے چار فرشتوں پر گذر ہوا۔ جس کو حاملین عرش کہا جاتا ہے۔ ہر ایک کے

سر پر چوبیس کلکیاں تھیں۔ ہر ایک کی موٹائی پانچ سال کی مسافت تھی۔ ان کا وظیفہ یہ تھا۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ
کہا گیا آپ ان کے پاس جا کر ان کو سلام کیجئے۔ آپ نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا کہ ہم آپ کو خوشخبری سناتے ہیں اِنَّا نَرِي الْخَيْرَ وَفِي أَمْتِكَ ہم آپ میں اور آپ کی امت میں بھلائی دیکھتے ہیں (اخبار القرآن ص ۱۲۶)

عرش مجید | امام قسطلانی نے مواہب شریعت میں لکھا ہے وَلَمَّا أَتَتْهُمُ إِلَى الْعَرْشِ تَمَسَّكَ الْعَرْشُ بِأَذْيَالِهِ

(مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۳۴) جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش پر پہنچے تو عرش الہی کو آپ کے دامن سے وابستگی تھی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ معراج کی رات میں ایک ایسے شخص پر گذر جو عرش کے نور میں غائب تھا۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَيْلَةً أَسْرَى بِرَجُلٍ مَغِيبٍ فِي الْغُفْرِ الْعَرْشِ زُرْتَانِ ج ۲ ص ۱۷۱

اور سنتے جیٹ کان العرش اعلیٰ مقام تنقہی الیہ من اسری
 بہا من الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام قال وھذا یدل
 علی ان الاسراء کان بحسبہ صلی اللہ علیہ وسلم (ابوایت
 والجواہر ج ۲ ص ۲۱) جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے استوار برعش کو اپنی تعریف کا
 سبب بنایا اس طرح اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بلند کر کے ان کے
 عظمت کا اظہار فرمایا کیونکہ عرش وہ برتر مقام ہے جہاں معراج کرنے والے تمام
 نبیوں کی سیر ختم ہو جاتی ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی معراج جسمانی
 تھی اس لئے جسمانی معراج ہی سے عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

قال الشیخ ابو الحسن الرفاعی صحدث فی النوقانیات
 الی سبع مائة الف عرش فقیل لی ارجع ولا وصول لك الی
 العرش الذی عرج بہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (بڑاں نمبر ۴)
 حضرت ابو الحسن رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں (حالت مراقبہ میں رہ جاتی
 طور پر) عالم بالا میں چڑھتا رہا حتیٰ کہ سات لاکھ عرش سے گذر گیا۔ پھر مجھے کہا گیا
 آپ واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ جس عرش پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کو معراج ہوئی وہاں تو نہیں پہنچ سکتا امام احمد رضا کے تخیل پر قربان جائیں۔

سنایہ اتنے میں عرش حق نے کہا لے مبارک لے تاج والے
 وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاج شرف تیرے تھے
 ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلک لائیں
 حضور خورشید کیا چمکتے چراغ اپنا منہ دیکھتے تھے۔

حضرت ابو اکھمراء سے روایت
 ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ
 الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

عن ابی اکھمراء قال
 قال مر رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم لما

اسری بی الی السماء اذاً علی العرش مکتوب لا اله الا الله محمد رسول الله (شفا شریف ج ۱ ص ۱۴۱)	جب مجھے آسمان پر معراج ہوئی تو عرش پر بکھا ہوا تھا لا اله الا الله محمد رسول الله
--	--

نعلین پیما کی روایت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب عرش
کے قریب پہنچے تو جناب الہی سے خطا

آیا کہ اے میرے حبیب! آگے چلے آؤ۔ تب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے نعلین مبارک اتارنی چاہی تو عرش مجید لرزہ میں آیا اور آواز آئی
کہ آئیے میرے حبیب! اور نعلین مبارک پہنے ہوئے عرش پر قدم رکھیے۔ تاکہ
آپ کے قدم کی دولت سے میرا عرش قرار پائے حضور علیہ السلام نے عرض کی یا الہی!
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا۔ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِاَلْوَادِ
الْمُقَدَّسِ طُوًی (پہ ۱۰۴) پس آپ جوتے اتار دے اس لئے کہ تحقیق آپ اس
مقدس وادی میں ہیں جس کا نام طوی ہے۔ جب تیرا عرش کوہ طور سے کئی دے
افضل ہے۔ میں کس طرح بمع نعلین عرش پر چلا آؤں تب حکم ہوا کہ اے میرے حبیب!
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا اس لئے حکم ہوا تھا کہ طور سینا کی خاک
اس کے قدموں کو لگے اور موسیٰ علیہ السلام کی شان بلند ہو۔ اور آپ کو بمع نعلین
عرش پر آنے کا حکم اس لئے ہوا ہے تاکہ آپ کی نعلین کی خاک عرش کو لگے۔
اور عرش کی عظمت زیادہ ہو۔ (قصص الانبیاء ص ۲۸۷)

حضرت امیر خسرو طوطی ہند فرماتے ہیں

ہر کہ از خدا خواهد فردوس دل کشا را

دین رسول شرط است از بہر این جزا را

نعلین پائے اور ابر عرش گو نگاہ کن
جاہل کہ در نیاید معنی استوار را
اُردو میں ایک صاحب کی نظم ملاحظہ فرمائیے ۔

جب قریب عرش پہنچے شافع روزِ جزا
دل میں خیال آیا ہو نعلین پاؤں سے جدا
پھر اندا آئی مہلا کیا قصد ہے یہ آپ کا
کیون جھجکتے ہو بمع نعلین او مصطفیٰ !
عرض کی محبوب نے اے خالق جن و بشر
کیا سبب تھا طور پہ جب تو ہوا تھا جلوہ گر
حکم موسیٰ کو ہوا نعلین پا نہ طور پر
حکم مجھ کو یہ ہوا نعلین پا او ادھر
پھر ندا آئی ذرا اس بات پر بھی غور ہو
تم کہاں موسیٰ کہاں وہ اور تھے تم اور ہو
تیرے صدقے عرش پیدا تم ہمارے نور ہو
بات تو یہ ہے کہ تم خود چراغ نور ہو

(ف) نعلین پیا عرش پر جلوہ گر ہونے کی یہ روایت کہ در آپ نے نعلین اتارنی
چاہی اور خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نعلین نہ اتارے۔ علماء سلف میں سے امام ابن
ابی حمزہ اس کے قائل ہیں۔ (جواہر البحار فی فضائل النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم)
(۲) دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کو نعلین اتارنے کا حکم نہ ہوا جس طرح کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا حکم ہوا۔

جیسا کہ علامہ نہبانیؒ کی رباعی ہے ۔

علیٰ مرأوس ہذا الکون نعل محمد
علت فجميع الخلق تحت ظلہ

ندی الطور موسیٰ نودی اخلع واحد
على العرش لم يؤذن بخلع نعاله

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک کی یہ شان ہے کہ جب آپ معراج پر گئے تو نعلین مبارک سب کائنات کے اوپر تھیں۔ اور تمام مخلوق اس نعلین مبارک کے سایے نیچے تھی۔ اور کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندا ہوئی کہ آپ نعلین پاک اتار دیجئے اور حضرت احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر نعلین مبارک اتارنے کا اذن ملا۔

(۳) قال بعض اکابر الصوفية
جيباً عن ذلك ان رسول
الله صلى الله عليه وسلم
لما خاطب الله تعالى
عرق لعظيم الهيبة
حتى تنازل الجند
البشرى من جسده
الشريف حتى صار
النعلين في رجليه
فهم رسول الله صلى
الله عليه وسلم
ان يخلعهما فناداه
الله تعالى لا تخلص الى
اخيرة ذلك لانه
لو خلعهما صار
نورا روحانيا لا

اسکا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ بعض اکابر
صوفیاء نے اس بات کا جواب
دیتے ہوئے کہا ہے (ان سے پوچھا
گیا کہ اس مسئلہ کی تحقیق کیا ہے۔
مگر حضور علیہ السلام نے نعلین مبارک اتارنی
چاہی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ
نعلین کو نہ اتاریئے تو اس بزرگ نے
اس روایت کی یہ تاویل بتائی کہ)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ
تعالیٰ نے مخاطب فرمایا تو آپ کو عظمت
ہمیت کی وجہ سے پسینہ آگیا۔ حتیٰ کہ
آپ کی بشری جزاء آپ کے جسم اقدس
پر سے اتری یہاں تک آپ کے دونوں
پاؤں میں نعلین کی طرح ہو گئی۔ پس
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتارنے
کا قصد فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو

ينزل الى الارض والله
 سبحانه وتعالى
 اراد نزوله ليدعو
 لتوحيدہ فافهم
 فان هذا من الاسرار
 الخفية التي ما اطلع
 عليها الا الخواص من
 الاولياء مرضى الله
 عنهم اجمعين
 (جواهر البحار في فضائل النبي المختار
 ص ۱۲۱۲ سلم
 (ص ۱۲۱۲)

فرمایا کہ ”آپ تار تار“ اور یہ حکم
 اس لئے ہوا کہ اگر آپ پکڑتے
 تو آپ محض روحانی نور رہ جاتے
 اور زمین پر نہ اترتے حالانکہ اللہ
 تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ آپ زمین پر
 نازل ہوں تاکہ آپ خدا کی توحید
 کی دعوت دیں پس اے مخاطب!
 اس مسئلہ کو سمجھ کیونکہ یہ ایک پوشیدہ
 بھید ہے جس پر سوائے خاص اولیاء
 کے کسی کو اطلاع نہ ہوئی ”اللہ تعالیٰ
 ان تمام اولیاء سے راضی ہو ختم شد
 ترجمہ از جواهر البحار ص ۱۲۱۲

(ف) یہاں دو فصل بیان کی جاتی ہیں۔ اور ہر فصل میں اس روایت پر تبصرہ لکھا ہے۔
فصل اول (الف) جواهر البحار کا تعارف علامہ نہبانی نے علماء سلف کی کتابوں
 سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کے متعلق چیدہ مضامین فراہم کر کے ترتیب
 دے کر جو کتاب لکھی ہے۔ اس کا نام جواهر البحار فی فضائل النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم
 مقرر فرمایا۔ اور انہوں نے یہ مضمون ایک کتاب مسمیٰ بہ ”النور الوداج فی الکلام علی الاسرار
 والمعراج“ سے نقل کیا جس کو علامہ علی اچوری مالکی ”متوفی ۱۲۶۶ھ“ نے تصنیف فرمایا ہے
 (ب) ”علامہ نہبانی کا تعارف“ تیرھویں صدی ہجری میں شام کے ملک میں تین
 شخص پیدا ہوئے ایک فقہ میں ماہر جو کہ علامہ ابن عابدین شامی ہیں۔ دوسرے علامہ
 محمد ابوسبی جو کہ روح المعانی کے مصنف ہیں۔ یہ تفسیر میں ماہر تھے تیسرے فن
 سیرت میں ماہر تھے جو کہ علامہ نہبانی ”مصنف جواهر البحار ہیں۔“

(ج) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت مطہرہ [شرح نعمت کبریٰ میں لکھا ہے کہ
رسولا من انفسہم اى من جنسہم لان الملک وکذاک
الجن لعدم جنسیتہ وکونہ غیر مدرک بالحواس الخمس
لا ینتفع بہ فاحتیج الی واسطۃ جنسیۃ ذات جہتین
جہۃ التجرد لتتمكن الاستفاضة من باب القدس
وجہۃ التعلق لتتمكن الاضافة الی جانب الخلق وهو
الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (جواہر البحار ص ۱۱۳)]

اللہ تعالیٰ نے رسول علیہ السلام کو ان کے نفسوں سے بھیجا ہے۔ یعنی ان کی جنس
سے بھیجا ہے اس لئے کہ فرشتہ اور جن سے نفع حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ
جنس ایک نہیں ہے اور وجہ یہ ہے کہ حواس خمسہ سے ان کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ لہذا
اب ایسی جنس کے واسطہ کی احتیاج ہوئی جو دو جہتیں ہو من وجہ مجرد ہو (نور ہو)
تاکہ باب قدس سے استفادہ پر قادر ہو سکے۔ اور من وجہ علم مادیات سے تعلق
ہو۔ (بشر ہو) تاکہ مخلوق کی طرف فیض پہنچا سکے اور وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
(ف) باقی رہا مسئلہ تقوّل اور تفوؤہ بشریت (بشریت کی رٹ لگانا) اور
لوازمات بشریت کا ثابت کرنا تو اس بارہ میں امام ربانی قدس سرہ کا مکتوب
گرامی ملاحظہ فرمائیے۔ مجھو بان کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را بشر گفتند در
رنگ سایہ بشر تصور نمودند چار منکر آمدند و صاحب دولتاں کہ او را علیہ الصلوٰۃ
والسلام بعنوان رسالت و رحمت عالمیاں دانستند و از سائر ناس ممتاز دیدند
بدولت ایمان مشرف گشتند و از اہل نجات آمدند و مکتوبات شریف و فرمودات
حصہ ۱۲۵، جو لوگ رحمت خداوندی سے محبوب تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو بشر کہتے تھے۔ اور آپ کے لئے تمام لوازمات بشریت ثابت کرتے تھے اور
شان رسالت کا انکار کرتے تھے۔ اور بخیر لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو رسالت اور رحمت کے عنوان سے دیکھا اور تمام لوگوں سے آپ کو ممتاز

سمجھا وہ لوگ ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے اور اہل نجات ہو گئے۔
 شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے۔ وَالرَّسُولُ الْإِنْسَانُ بَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى
 إِلَى الْخَلْقِ لِتَبْلِيغِ الْأَحْكَامِ الشَّرِيعَةِ۔ اور رسول وہ ہوتا ہے جو
 انسان ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق کا طرف بھیجتا ہے۔ تاکہ احکام شرعی کی تبلیغ کرے۔
 (از روئے عقائد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت مطہرہ کا یقین رکھنا
 صحت ایمانی کے لئے شرط ہے۔ اور یہی حق ہے۔ لاریب فیہ)۔
 یسدم شاہ واریثی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

خوبی و شمائل میں ہر آن نرالا ہے
 انسان ہے وہ لیکن انسان نرالا ہے
 تزمین شب اسری دیکھی تو ملک بولے
 کیا آج خدا کے گھر مہمان نرالا ہے
 تسلیم محبت کی دنیا بھی نرالی ہے
 دربار انوکھا ہے۔ سلطان نرالا ہے

(د) عقیدہ نص سے ثابت ہوتا ہے، بعض اکابر صوفیاء کا قول چونکہ
 نص نہیں۔ ہاں ایک حدیث کی شرح ہے۔ کہ اگر بہت ادبچا ہو تو ایک رنگ
 کا الہام ہے جس کا ماننا کسی پر لازم نہیں۔ جیسا کہ شرح عقائد میں ہے۔
 وَاللَّهِمَّ الْمُسْفَرَّ بِالْقَاءِ الْمَعْنَى فِي الْقَلْبِ بِطَرِيقِ الْفَيْضِ لَيْسَ
 مِنْ اسباب المعرفة بصحة الشئ عند اهل الحق۔ اور الہام
 جو ولی کے دل میں بطریق فیض معنی کا القاء ہوتا ہے وہ یقین کے اسباب میں
 سے نہیں ہے۔ کہ اہل حق کے نزدیک شئی کی صحت کا یقین ہو جائے۔

(ھ) طرق ثبوت احادیث، حدیث شریف ہونے کے لئے صحاح ستہ
 میں محصور ہونا بھی درست نہیں۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض شخصوں
 میں کوئی اور طریقہ پیدا کر دے۔ جو مشاہدہ اور تواتر کے ماسوا ہو جس سے

ان کو علم یقینی ہو جائے، مثلاً الہام صحیح ہو یا سچا خواب ہو۔ (ہذا سے مراد) اس لئے چاہئے کہ جب کوئی حدیث سنو یا بزرگ کا الہام سنو تو اس کے انکار کیلئے فوراً لب کشائی کرنا اچھا کام نہیں ہے۔ (الہام دوسرے شخص کے لئے حجت نہیں ہے، اور اس شخص کے لئے جس کو الہام ہو حجت ہے۔ لہذا ان دونوں اقوال میں تعارض نہ رہا۔) ہر بات پر انکار کی عادت اچھی نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نفی ثبوت (کسی شے کا ثبوت نہ ملے) کو ثبوت نفی (اس شے کے وجود کی نفی) لازم نہیں۔ مثلاً اگر ایک شخص دعوائے کمرے کہ چاہ بابل، سد سکندری، دجال اور یاجوج و ماجوج دنیا میں موجود نہیں۔ کیونکہ ہم کو اس کا ثبوت نہیں مل سکا پھر اسکا جواب یہ دو گے کہ شے کا ثبوت نہ ملنے سے اس کے موجود ہونے کی نفی لازم نہیں آتی۔

(۲) فصل دوسری، بعض مناسب مسائل کے بیانات میں،

(الف) ذاتی نور ہونے کی دلیل چونکہ علوم نقیہ اور عقیدہ کا قاعدہ ہے کہ ذاتی کا اپنی ذات سے انفکاک (جدا ہونا) محال ہے اس سے ثابت ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ذات مقدسہ کے لحاظ سے نور ہیں اور بشریت آپ کی صفات مقدسہ سے ایک صفت ہے جیسا کہ جواہر البحار شریف کی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے۔

لَا تَدْرُکُہُ نَوْرٌ مِّنْ نُّوْرِہِ لَیْسَ لَہٗ حَیْثُ مِثْلُہٗ

بشریت مطہرہ کو اتار دیتے تو محض روحانی نور رہ جاتے۔

(ب) تفسیر سے نور ذاتی کا ثبوت کی لائحہ عمل کا خیر لک من الاولیٰ (پہلے) اور بے شک کچھلی حالت بہتر ہے تیرے واسطے اگلی حالت سے۔ یہاں تک کہ تیری بشریت اصلاً نہ رہے گی۔ اور نور حق کا غلبہ ہمیشہ تجھ پر رہا کرے گا۔ (فتح العزیز ص ۳۸۲) طرز استدلال اس طرح ہے کہ موصوف ایک ذات ہے جس کا وجود فی نفسہ مستقل ہوتا ہے۔ اور اس

کے وجود کے قیام کو غیر کی احتیاج نہیں ہوتی۔ اور صفت ایک عرض ہے جس کے قیام کو ذات کا حاجت ہے۔ اور اس کا بقا بدون موصوف کے محال ہے۔ آپ کی ذات میں نور غالب ہے جو اپنے وجود میں بشریت کا محتاج نہیں ہے۔ شی کہ اگر وہ اصل نہ رہے تو ذات بدستور باقی ہے۔

(ج) ذات صفت پر مقدم ہوتی ہے | حدیث شریف میں ہے
 كُنْتُ نَبِيًّا قَدْ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْطِّينِ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اسوقت نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے مابین تھے اور جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں مقرر تھا کہ آپ نبی ہونگے اس نے حدیث کو نہیں سمجھا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تو جمیع ماکان مایکون کو ازلاً وابداً محیط ہے۔ صرف آپ کی نبوت کی کیا تخصیص ہے؟ لہذا ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اسوقت ثابت تھی جب کہ حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے بخصائص الکریمی ج ۱ (۱) طراز سندلال اس طرح ہے کہ نبوت صفت اس کے لئے موصوف چاہئے اور موصوف ذات ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی ذات اسوقت موجود تھی جب بشریت پیدا کرنے کے ارادے ہو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنِّیْ خَالِقُ بَشَرٍ مِّنْ طِیْنٍ رِّیْا ع) میں مٹی سے بشر پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔“

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اس وقت موجود تھی اور نبوت کی صفت سے موصوف تھی جب کہ بشریت کا وجود ہی پیدا نہیں ہوا تھا آپ کی ذات سابق ہے۔ اور بشریت مسبوق ہے۔ آپ مقدم ہیں اور بشریت مؤخر ہے۔

(د) سیرت نگاروں کی روایت ہے کہ جب مصر میں قحط پڑا اور ساتویں سال سب اناج ختم ہو گیا۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام

اور بشریت مستغنی ہو گیا۔

کے سامنے ہر ساتویں دن جمع ہوتے آپ اپنے چہرہ انور سے پردہ اٹھاتے
 آپ کے جمال کو دیکھ کر سب لوگوں کی بھوک دفع ہو جاتی اور حضور نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال ستر ہزار حجاب میں چھپا ہوا تھا۔ ان میں سے اگر
 آپ ایک حجاب دور فرماتے تو تمام کائنات آپ کو دیکھنے کی تاب نہ لا
 لاسکتی۔ اور چاند اور سورج بے نور ہو جلتے۔
 مگر مراد آبادی کہتے ہیں۔

اے مثل تو درجہاں نگارے
 یزداں دگر نہ آفریدہ،
 اے آنکہ بامستزاج کامل
 درجہ صفات برگزیدہ،
 تو پر تو حسن ذات، از تو
 یک شتم بہ دیگران رسیدہ

(ھ) نور ہدایت کا شبہ ”یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید نور ہے
 جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا (پ ع)
 اور ہم نے تمہاری طرف ظاہر کرنے والا نور نازل کیا۔ اور تورات بھی نور ہے
 جیسے کہ فرمایا وَأَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ (پ ع ۱۱) اور ہم
 نے تورات کو نازل کیا۔ اور اس میں نور اور ہدایت ہے۔ تو یہاں شبہ ہوتا ہے
 کہ جس طرح یہاں نور ہدایت ہے۔ اس طرح قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ
 نُورٌ (پ ع ۴) میں بھی نور ہدایت مراد ہو گا۔ اس شبہ کا حل یہ ہے کہ تمام
 کتب سماویہ پیغامات الہیہ کی حیثیت سے ذوات واعیان نہیں۔ بلکہ محض معانی
 اور صفات ہیں۔ اس لئے نورانیت معانی سے تجاوز کر کے ذوات واعیان کے
 حدود میں نہ آسکے گی۔ اور نور سے نور ہدایت ہی مراد ہو گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی ذات مقدسہ بھی ہے۔ اور آپ کے صفات مقدسہ بھی ہیں۔ آپ عین ذات ہیں

آپ کے صفات معانی اور اعراض ہیں۔ اس لئے نور عیانی اور معانی دونوں ہوں گے
آپ نور معنوی (نور ہدایت بھی ہیں) اور آپ نور ذاتی (نور حسی) بھی ہیں۔

۱۱۶
خدا کا درود ۱۱۷
اہم شعرائی فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اکیلا
پن محسوس ہوا تو آپ نے ایک آواز سنی جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

کی آواز کے مشابہ تھی وہ آواز یہ تھی۔

يَا مُحَمَّدُ فَإِنَّ رَبَّكَ يُصَلِّيُ

اے پیارے محمد بر صلی اللہ علیہ وسلم آپ توقف فرمائیے۔ آپ کا رب صلوٰۃ فرما
رہا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل مبارک میں خیال گذرا کہ میرا رب نماز پڑھتا ہے
حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس خطیب سے تعجب ہوا اور اکیلے بن کا خیال جاتا رہا۔ اس
وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **الَّذِي يُصَلِّيُ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُ**
عِندَ (۳۷) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود پڑھتے ہیں **فَعَلِمَ عِنْدَ**
ذَلِكَ مَا هُوَ الْمُرَادُ بِصَلَاةِ الْحَقِّ۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سُنکر
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جان لیا کہ صلوٰۃ سے درود شریف مراد ہے۔

(البیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۵) پھر یہ آیت نازل ہوئی **هُوَ الَّذِي**
يُصَلِّيُ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

(پ ۲ ع ۲) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود پڑھتے ہیں۔ تاکہ آپ کو
اندھیرے سے اُجالے میں لائے۔ ابو بکر بن فورک سے روایت ہے کہ **قُرْآنٌ عَلَيَّ**
فِي الصَّلَاةِ أَيْ فِي صَلَاةِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيَّ وَمَلَائِكَتُهُ وَأَمْسَى
بِذَلِكَ (شفا شریف ج ۱ ص ۴۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری
آنکھوں کی ٹھنڈک صلوٰۃ میں ہے یعنی درود شریف میں ہے۔ وہ درود جو اللہ تعالیٰ
اور اس کے فرشتے مجھ پر پڑھتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے اس درود کے پڑھنے

کا حکم فرمایا

اسماء کے کا شہود

ایم شعرائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اذا مر علی حضرات الاسماء الالہیۃ

سار متخلصاً بصفاتہا فاذا مر علی الرحیم کان رحباً او علی الغفور کان غفوراً او علی الکریم کان کریماً او علی الحلیم کان حلیماً او علی الشکور کان شکوراً او علی الجواد کان جواداً وھکذا فما یرجع من ذالک الا وھو فی غائۃ الکمال (ایبواقیت والجواہر)

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسماء باری تعالیٰ کی بارگاہ سے گزر فرمایا تو آپ ان صفات کے پر تو سے متصف ہوتے رہے حتیٰ کہ جب حم کرنے کو آپ حم کرنے والے بن گئے اور جب غفور سے گزرے تو مغفرت کرنے والے بن گئے اور جب کریم سے گزرے تو کریم کرنے والے بن گئے اور جب شکور سے گزرے تو شکر کرنے والے بن گئے اور جب جواد سے گزرے تو آپ جود کرنے والے بن گئے حتیٰ کہ اسی طرح باقی اسماء حسنیٰ سے جب گزرتے تو وہ حسن صفات سے متعلق ہیں انہیں صفات سے متصف ہوتے گئے آپ جب معراج سے واپس تشریف لاتے تو انتہائی کمال کے حال میں جلوہ گر تھے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عرج لی حتی ظہرت مستوی اسم فیہ

صریف الافکلام (مسلم شریف ج ۱ ص ۹۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پھر مجھے اور بلند کیا گیا حتیٰ کہ میں ایک بہت بلند مقام پر چڑھ گیا جہاں میں نے قلموں کی آواز سنی۔ حضرت شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں۔ انه بلغ من الرفعة ب مقام اطلع فیہ علی التکوین وما یراد ویؤمر لہ من تقریر اللہ عزوجل (نسیم اریاض ج ۲ ص ۲۶۹) آپ ایسے بلند مرتبہ پر پہنچے تو آپ نے تکوین اور اللہ تعالیٰ

جب علم سے گزر رہے تو صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے

کے احکام اور اس کی مراد پر اطلاع پائی۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
 ان الاقلام اثنا عشر قلمًا وانها متفاوتة في السراتب
 فاعلاها واجلها قدر اقل المقادير السابق الذي
 كتب الله بها مقادير الخلاق (موہب الدنیہ ج ۲ ص ۲۱۱)
 تحقیق یہ بارہ قلمیں ہیں اور وہ سب کی سب مراتب کے لحاظ سے متفاو
 ہیں۔ پس ان میں سے بلند اور بزرگ شان والی قلم تقدیر ہے جس نے سب سے پہلے خلقت
 کی تقدیر کو لکھا ہے۔ (مدارج ج ۱ ص ۱۶۷) پر لکھا ہے کہ وہ قلم تقدیر ہے جسکی اللہ
 تعالیٰ نے قرآن مجید میں قسم اٹھائی ہے۔ اور فرمایا: **وَالْقَلَمُ وَمَا
 يَسْطُرُونَ** (پ ۲ ع ۳) نون حروف مقطعات سے ہے اس کا معنی اللہ
 تعالیٰ ہی جانتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ اسماء الہی نور اور ناصر کا ابتداء مراد ہے
 اور بعض نے کہا کہ الرحمن اور مومن کا آخر مراد ہے بعض نے اس کا معنی وہ پھیلی کیا
 جس نے زمین کو اٹھایا ہوا ہے بعض نے اس نے کا معنی دوات لیا ہے۔
 جس سے لوح محفوظ پر لکھا جاتا ہے۔ پھر فرمایا مجھے قلم کی قسم ہے۔ اور ان فرشتوں
 کی قسم ہے جو لکھنے والے ہیں اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں **فَتَالِ
 الْقَاضِي وَفِي عُلُوٍّ مِثْلَ بَيْتِ نَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَامْرَأَتِهِ
 فَوْقَ مَنَازِلِ سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ
 عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ وَبِلَوْغِهِ حَيْثُ بَلَغَ مِنْ مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ
 دَلِيلَ عَلَى عُلُوِّ دَرَجَتِهِ وَابْتَدَأَ فَضْلَهُ** (نوری شرح مسلم ج ۱ ص ۱۹۳)
 قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ
 کی بلندی اور تمام نبیوں کے دو صلوة و سلام ہو ان سب پر "منازل سے آپکی
 بلندی کا بالا تر ہونا اور آپ کا ملکوت سموات تک پہنچنا اس بات کی دلیل
 ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درجہ اعلیٰ تر اور آپ کی فضیلت
 واضح اور روشن ہے۔

حجاب کبریا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں تنہا رہ گیا اور سواتے پر وردگار کے کوئی مونس و مددگار نہ تھا۔

وہاں خدا کے جلال کی ہیبت میرے دل پر چھائی۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک قطرہ ٹپکا۔ اور میں نے اس کو منہ میں لے لیا۔ خدا کی قسم میں نے زندگی بھر اس سے زیادہ چیز نہ چکھی تھی۔ پھر اس قطرہ کی برکت سے تنہائی کا تصور خیال سے دور ہو گیا اور اولین و آخرین کا علم مکشوف ہو گیا۔ (مواہب لدنیہ ج ۶ ص ۱۲۸ مارج النبوة ج ۱ ص ۱۶۹) تفسیر روح البیان میں ہے۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم لیلة المعراج قطرت فی خلقی قطرة فعلمت ما کان وما یكون اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا معراج کی رات میرے خلق میں ایک قطرہ ٹپکا جس سے مجھے گزشتہ اور آئندہ سب امور کا علم ہو گیا۔

تفسیر حسینی میں زیر آیت عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ کے ماتحت لکھا ہے کہ بحر الحقائق میں فرماتے ہیں کہ اس سے مَا کَانَ وَمَا یَکُونُ کا علم مراد ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے جیسا کہ معراج شریف کی حدیثوں میں روایت ہے کہ عرش کے نیچے ایک قطرہ میرے خلق میں ٹپکایا گیا۔ اس کے دفور فیضان سے مجھے مَا کَانَ اور مَا یَکُونُ کا علم ہو گیا۔

(ف) علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت اَعْلَمَ غِیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمَ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَکْتُمُوْنَ تحریر فرمایا ہے کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ معلومات الہی لا نہا ہیں اور سموت اور زمین کے غیوب اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور جو وہ چھپا اس میں سے ایک قطرہ ہے

تفسیر روح البیان میں ہے کہ ہمارے شیخ علامہ نے رسالہ رحمانیہ میں تحریر

ہے کہ اولیاء کا علم انبیاء کے علم سے وہ نسبت رکھتا ہے۔ جو ایک قطرہ کو ستا سمندروں سے ہوتی ہے۔ اور انبیاء کا علم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے یہی نسبت رکھتا ہے۔ بخاری شریف میں ہے۔ وقع عصفور، علی حرف السفینۃ غمس منقارہ فی البحر فقال الخضر لموسیٰ ما علمک وعلمی وعلما الخلائق فی علم اللہ تعالیٰ الامقدار ما غمس ہذا العصفور منقارہ حل یہ ہے کشتی کے کنارہ پر ایک چڑیا بیٹھ گئی۔ اور اپنی چونچ دریا میں تر کر لی تو خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرا اور تمہارا علم اور تمام مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سامنے ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ سمندر کے مقابلہ اس چڑیا کا چونچ تر کر لینا ہے۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین سب کے علوم جمع کر لئے جائیں۔ تو ان کے مجموعہ کو علوم الہیہ سے اصلاً کوئی نسبت نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ نسبت بھی نہیں ہو سکتی۔ جو ایک بوند کے بوند کے دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے ہے۔ اس واسطے کہ بوند کا یہ حصہ بھی محدود ہے اور ذخائر بھی متناہی ہیں۔ اور متناہی کو متناہی سے ضرور کوئی نسبت ہوتی ہے اور کثرت متناہی

جہان کا مکشوف ہونا

موہب لدنیہ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر مروی ہے کہ قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ماہو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کائنما انظر الی کفی ہذا (موہب لدنیہ ج ۲ ص ۱۹۰) حضرت ابن عمر نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے میرے لئے زمین کو مکشوف فرمایا پس میں دنیا کی طرف اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے۔ سب کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی تحصیل کو دیکھ رہا ہوں۔ علامہ زرقانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ

اللہ جل شانہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دنیا کا جہان ظاہر فرمایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا احاطہ فرمایا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ میں اس کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو مثل اپنی کف دست کے مشابہہ فرما رہا ہوں اس طرف اشارہ ہے کہ حدیث شریف میں نظر کے معنی آنکھ سے دیکھنا مراد ہے نہ کہ کوئی مجازی معنی ہے (زرقانی ج ۱ ص ۲۳۲) حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر فیض اولیٰ تک جو کچھ دنیا میں ہونے والا ہے وہ سب کچھ حضور علیہ السلام کے سامنے مکشوف ہو گیا حتیٰ کہ اول سے آخر تک تمام احوال آپ کو معلوم ہوتے اور ان میں سے بعض احوال کی آپ نے اپنے صحابہ کرام کو اطلاع فرمائی۔ (مدارج النبوة ج ۱ ص ۱۰۰)

(ف) جس شخص نے بحالت اسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات نہ کی صحیح یہ ہے کہ ان کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے خواہ ان میں سے کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مسلمان ہو جیسے کہ نجاشی (بادشاہ حبشہ کا) یا نہ لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے معراج کی رات تمام زمین مکشوف ہو گئی اور آپ سب کو دیکھا پھر مناسب ہے کہ وہ شخص صحابی شمار کیا جائے جو کہ آپ کی حیات شریف میں اسلام لایا اسلئے کہ اس شخص نے اگرچہ (لوگوں کی نظر میں) آپ سے ملاقات نہ کی لیکن چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے روست حاصل ہو گئی ہے چاہئے کہ اس شخص کو صحابی میں شمار کیا جائے کیونکہ صحابی ہونے کے لئے روایت ایک طرف کافی ہے۔ حتیٰ کہ جو صحابہ کرام نابینا تھے وہ بھی صحابی ہیں۔ (نزمہ النظر شرح نخبۃ الفکر ص ۸۵)

ادنیٰ معنی کا خطاب حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ حجاب کبریا کے جب نزدیک

پہنچا تو آواز آئی اے میرے حبیب گزر جاتیے اس آواز کے سنتے ہی میں نے خیال کیا تو حجاب کبریا سے پار ہو گیا تھا اس کے بعد میں خطاب سنتا تھا۔

اَدْنُ رَهْنٰی میرے نزدیک آجائے،، جب ہی اس خطاب کے مخاطب ہوتا تھا ایک قدم اٹھاتا تھا۔ اور ہر قدم سے اتنا فاصلہ طے ہوتا تھا۔ جتنا کہ زمین سے وہاں تک طے کیا۔ اور ہزار بار اَدْنُ رَهْنٰی کا خطاب سنا اور ہر خطاب پر قدم اٹھایا۔ اور زمین سے وہاں تک رَهْنٰی مقدار مسافت تھی ایک قدم سے ترقی کرتا تا آنکہ دکنی کے مرتبہ سے مشرف پایا۔ اس کے بعد فَتَدَلٰی پر ترقی پائی۔ اور وہاں سے فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ کے خلوت خانہ میں پہنچا اور اَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی کے اسرار اور رازِ رموز سے محرم راز ہوا (معارج النبوة ج ۳ ص ۱۵۳)

امام احمد رضا کس دل موہ انداز میں لکھتے ہیں۔

سراغِ این ومتی کہاں تھا۔ نشانِ کیف الی کہاں تھا نہ کوئی راہی نہ کوئی ساقی، نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے ادھر سے پیہم تقاضے آنا، ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا جلالِ ہیبت کا ملنا تھا۔ جمال و رحمت ابھاتے تھے بڑھے تو لیکن جھکتے ڈرتے، جیسے جھکتے ادب سے لکھتے جو قرب ان ی روس یہ تھے، تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے پیران کا بڑھنا تو نام کو تھا، حقیقتاً فعل تھا ادھر کا تنزوں میں ترقی افزا اَدْنِی تَدَلٰی کے سلسلے تھے

دَلٰی فَتَدَلٰی کا مقام | شیخ ابوالحسن فوری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ان کے معانی تک

سمجھ کا پہنچنا دشوار ہے کیونکہ دَلٰی بُعْد اور دوری کے بعد آتا ہے۔ اس وقت وہاں بُعْد اور دوری کہاں تَدَلٰی مکان میں ہوتا ہے۔ وہاں مکان کی کیا گنجائش ہے۔ کَانَ ماضی پر دلالت کرتا ہے۔ اس مقام پر زمانہ خود کہاں ہے۔ قَاب سے مقدار اور اندازہ ہے۔ وہاں مقدار کا کیا اعتبار

ہے۔ قُوسَیْنِ میں مثال کی طرف اشارہ ہے۔ وہاں مثال ہی معدوم ہے
 اَوْ شک پر دلالت کرتا ہے۔ حالانکہ یہاں شک کرنے والا محروم ہے
 اَدْنٰی لفظ دُور سے سے مبالغہ ہے۔ اور یہاں قریب ہونے والا کون ہے
 اور بُدُوحس کے قریب ہوتا ہے۔ کہاں؟ خلاصہ یہ کہ تمام عالموں کے علم
 اس کی تفسیر کماحقہ سے عاجز ہیں اگر کوئی اسمیں لب کشائی کرے تو اس
 قدر کہہ سکتا ہے۔ دَنِّی عَبْدًا فِتْدَلِی فِرْدَا دَنِّی مَکِیَّا اَدْنٰی فِرْسِیَا فِتْدَلِی
 عَرَشِیَا دَنِّی جَاهِدًا فِتْدَلِی مَشَاهِدًا دَنِّی طَالِبًا فِتْدَلِی مَطْلُوبًا دَنِّی
 اِفْتِقَارًا فِتْدَلِی اِفْتِخَارًا دَنِّی مَنَادِیَا فِتْدَلِی مَنَاجِیَا دَنِّی مَادِحًا فِتْدَلِی
 مَمْدُوحًا دَنِّی مَالِکًا فِتْدَلِی مَشْکُورًا

جس کا ترجمہ یوں ہوگا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے۔
 حالانکہ وہ عجب تھے اور بہت زیادہ قریب ہوئے دراصل حالیکہ آپ مردھے
 قریب ہوئے تو ملکی تھے۔ زیادہ قریب ہوئے تو ملکی تھے۔ قریب ہوئے تو فرشی تھے
 زیادہ قریب ہوئے تو عرشی تھے۔ قریب ہوئے تو مجاہدہ کرنے والے تھے زیادہ
 قریب ہوئے تو مشاہدہ کرنے والے تھے۔ قریب ہوئے تو طالب تھے زیادہ قریب
 ہوئے تو مطلوب تھے۔ قریب ہوئے تو محتاج تھے زیادہ قریب ہوئے تو خدا کی
 نعمتوں پر فخر کرنے والے تھے۔ قریب ہوئے تو ندا کرنے والے تھے زیادہ قریب
 قریب ہوئے تو مناجات کرنے والے تھے۔ قریب ہوئے تو تعریف کرینوالے
 تھے۔ زیادہ قریب ہوئے تو تعریف کئے ہوئے تھے۔ قریب ہوئے تو شکر کرنے
 والے تھے زیادہ قریب ہوئے تو شکر کئے ہوئے ہو گئے۔ مگر یاد رہے یہ تمام
 مراتب کا بیان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ حالات کے مقابلہ میں اس طرح
 ہے جیسا کہ لاکھوں ناپید اکثار سمندروں کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہوتا ہے،
 معارج النبوة ج ۱ ص ۱۵۱ بعض بزرگوں نے یوں فرمایا ہے کہ دَنِّی کے یہ معنی
 ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام آثار و عظامت کو اپنی ذات

مقدس سے جدا کر دالا اور منزل فتدلی میں بنی نوع انسان کے ساتھ اشتراک کو دور کر دیا اور اجازت غیبی سے حجاب کبریا نکسہ پہنچے اور اُدُنِ مَنیٰ کا حکم ہوا بارگاہ الہی سے بار بار حکم ہوتا رہا اور آگے آؤ چنانچہ آپ بموجب ارشاد ربانی اتنا قریب ہوئے کہ حدوث و قدوم میں کوئی مناسبت نہ رہی۔ (معارف الحق ج ۳)

اُنھے جو قصر دنی کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے

وہاں تو جہاں نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے اے تھے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر

اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

گمان امکان کے جھوٹے نقطو تم اول و آخر کے پھیر میں ہو

محیط کی چال سے پوچھو کہ ہر سے آئے کہ ہر گئے تھے

قَابِ قَوْسِیْن قَاب کے معنی مقدار کے ہیں اور قوسین کے معنی کمان کے ہیں۔ اس کی اصلی

حقیقت تو اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے۔ مگر معین الدین صاحب جو تھے لطیف

میں قمر از ہیں کہ عرب میں دستور تھا جب دو سردار آپس میں معاہدہ کرتے

تھے تو دونوں اپنی کمانوں کے زہ بدل کر ایک تیر پھینکا کرتے تھے جو اس بات

کی دلیل ہوتا تھا کہ دونوں کا آپس میں اس حد تک اتفاق ہے کہ جو تیر ایک کی

کمان سے نکلا ہے وہی دوسرے کی کمان سے قرار پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

کہ میرے حبیب! تیری کمان شفاعت کی ہو اور میری کمان شفاعت کی ہو تو

رحمت کی زہ شفاعت کی کمان سے باندھ اور میں شفاعت کی زہ رحمت کی کمان

سے باندھ لوں۔ تاکہ تیری اور میری محبت اس درجہ ظاہر ہو جائے۔ مَنُ یَطِيعِ

الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللہ ط (پس جس نے رسول کی اطاعت

کی۔ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ یاد رہے کہ جس طرح تفسیروں میں اس

کی تفسیر کو حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف راجع کرتے ہیں اسی طرح ان ضمائر

کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا بھیج دے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے
 وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبَّ الْعِزَّتِ فَتَدَلَّى حَتَّى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ
 اِرَادَ لَی = (بخاری شریف ج ۲ من ۱۱۱ مسلم شریف ج ۱ ص ۹۲) اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے اور بہت قریب ہوئے حتیٰ کہ دو کمان کی مقدار بلکہ
 اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے۔ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ وَقَدْ نَقَلَ
 الْقُرْطُبِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّهُ قَالَ دَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی (فتح الباری
 ج ۱ ص ۱۳۴) اور امام قرطبی سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس سے
 روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے نزدیک ہوا۔ بعض نے اس آیت
 کا معنی یوں بیان فرمایا کہ دنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ جل شانہ کے قریب ہوئے
 فَتَدَلَّى بِرِجَالِهِ اِدْبَ وَاِلٰی سَجْدَةٍ كَمَا فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ پھر آپ اتنا
 قریب ہو گئے جتنا کہ دو بھوؤں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے۔ اَوْ اَدْنٰی بَلْکَ
 اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے۔ جتنا کہ آنکھ کی سفیدی کو سیاہی سے قرب حاصل
 ہے۔ اتنا قرب حاصل ہو گیا اور تفسیر حسینی ص ۳۵۸ پر لکھا ہوا ہے کہ محققین نے
 نزدیک دنی سے نفس مقدس کی طرف اشارہ ہے۔ اور تَدَلَّى سے دل مطہر کی
 طرف اور فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ سے روح طیب کی طرف اور اَدْنٰی سے
 سر مبارک کی طرف اشارہ ہے یعنی آپ کا نفس مقدس خدمت کے مقام میں تھا
 اور دل مطہر محبت کے مقام میں اور روح شریف قربت کے مقام میں اور سر مبارک
 مشاہدہ کے مقام میں۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ اس آیت شریف کی تفسیر میں
 کہا گیا ہے۔ جزیں نیست کہ مضمون اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ
 علیہ وسلم کے مابین تقسیم ہوتا ہے پس دنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قریب ہوئے
 فَتَدَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی اِنْ سَے زَیَادَہ قَرِیْبَ ہوئے۔ ”چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی شان
 میں جہت کا ہونا محال ہے۔ اور قرب جہت پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے
 اس میں یوں تاویل کرنی لازمی ہے۔“ پھر حضور علیہ السلام کے قریب ہونے سے

آپ کی عظمت و قدر و منزلت کی طرف اشارہ ہے کہ آپ وہاں پہنچے جہاں کوئی نہ پہنچ سکا اور اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہونے سے یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کو ظاہر فرمایا۔ اور قاب قوسین نہایت قریب ہے۔ اور حقیقت پر مطلع ہونے سے کنایہ ہے۔ اور یہاں وہ تاویل کرنی چاہیے جو اس حدیث قدسی میں ہے۔ من تقرب الی شبرا تقربت منه ذراعاً ومن اتانی بمشی اتیتہ ہر و لہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہو جاتا ہے میں اس سے ایک گز نزدیک ہو جاتا ہوں اور جو شخص میرے پاس چل کر آتا ہے میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔

اَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی

علیہ وسلم کی طرف وہ وحی کی جو وحی کی علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں بلا واسطہ فیما بیننا و بینہ سرا الی قلبہ (روح البیان ج ۲ ص ۱) اللہ تبارک نے اپنے مقدس حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا واسطہ وحی فرمائی جو پوشیدہ طور پر ان کے قلب اطہر پر واقع ہوئی اور اس وحی کو اللہ تعالیٰ نے لفظ مَا سے بیان فرمایا۔ جو ابہام پر دلالت کرتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ اس وحی کی حقیقت کو یوں ظاہر فرماتا ہے کہ وہ ایسی عظیم الشان وحی تھی جو تفصیل سے بے نیاز ہے۔ حضرت حافظ جمال اللہ صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جب حضور فداہ ابی دامی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو انواع اقسام کے علوم تعلیم کئے اور فرمایا کہ پوشیدہ رکھنا جب آپ معراج سے تشریف لائے تو ایک دن کسی دیوانے کو دیکھا کہ وہی علوم بازاروں میں کہتا پھرتا ہے آپ نے جناب باری میں عرض کی کہ یہ کیا بات ہے مجھے تو چھپانے کی وصیت ہوئی اور یہ دیوانہ ظاہر کرتا پھرتا ہے۔ پھر یوں وحی ہوئی کہ یہ ہمارے اسرار ہیں آپ سے نہ پوچھئے اگر آپ بتلاتے تو فتنہ و فساد کا ڈر تھا۔ اس دیوانہ کی باتوں کا کون اعتبار کرے گا۔ (گلزار جمالیہ ص ۳)

(۲) عرش سے تختِ الرُئی تک اللہ تعالیٰ کی عتبی مخلوق ہے اس تمام مخلوق کی عقلوں سے اللہ تعالیٰ نے اس پوشیدہ وحی کے بھید کو مآ اوحی فرما کر مبہم کر دیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو وحی کی اس گوسی نے نہ سنا جسکی وجہ یہ ہے کہ محب اور محبوب کے درمیان جو راز ہوتا ہے اس پر ان دونوں کے سوا کوئی اور مطلع نہیں ہو سکتا۔ واطن ان لو بین کلمۃ من تلك الاسرار لجميع الاولین والاخرین لما تو اجمعاً لشغل ذلك الوارد الذی ورسد من الحق علی قلب عبده احتمال ذلك المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بقوة التبیانیتہ ملکوتیۃ لاہوتیۃ البس اللہ آیۃ اور میرا گمان یہ ہے اگر تمام اولین و آخرین کے ان اسرار سے کوئی ایک کلمہ تک بیان کیا جائے تو وہ تمام مرجائیں گے اور اس بھید کا بوجھ نہ اٹھا سکیں گے۔ کیونکہ یہ بھید جو حق تعالیٰ سے اس کے خاص بندے کی قلب مبارک پر وارد ہوا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تھا کہ آپ اس کے متحمل ہوئے اور یہ بوجھ ربانی ملکوتی اور لاہوتی قوت کے ہے جو آپ کو عطا کی گئی۔ ورنہ تو ان کے اسرار سے ایک ذرہ کا تحمل بھی نہ فرما سکتے۔ کیونکہ اس وحی مخصوص کی شان یہ ہے کہ وہ خبریں عجیب ہیں اور اولین کے راز ہیں اگر ان میں سے ایک کلمہ ظاہر ہو جائے۔ تو احکام معطل ہو جائیں روح اور جسم فنا ہو جائیں۔ تمام رسوم (نشاآت) مندرس ہو جائیں (مٹ جائیں) تمام عقل، فہم اور علم مضمحل (نیست و نابود) ہو جائیں (عرائس البیان ج ۲ ص ۲۸۷)

(۳) ان ربی استشارنی فی امتی ماذا افعل بهم فقلت وعبادک فاستشارنی فی الثانیۃ فقلت له کذاک فاستشارنی الثالثۃ فقلت له کذاک فقال تعالیٰ انی لن اخزیک فی امتک یا احمد ویشرنی ان اقل من یدخل الجنة معی من امتی سبعون الفا لیس علیہم حساب ثم ارسل الی اعداء

تجب و سل تعط فقلت لرسولہ او معطی ربی سوالی قال ما
 ارسل الیک الا لبعطیک (کنز العمال ج ۶ حدیث ۵۳۱) خصائص کبری ج ۲ ص ۲۱
 مسند امام احمد ج ۵ ص ۳۹۳) بے شک میرے رب کریم نے میری امت کے بارہ میں مجھ سے
 مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں نے عرض کیا اے میرے رب
 جو کچھ تو چاہے وہی کرو وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے
 دوبارہ مجھ سے مشورہ لیا میں نے وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ
 سے مشورہ طلب فرمایا۔ میں نے وہی عرض کیا۔ پھر میرے رب کریم نے مجھ سے
 ارشاد فرمایا کہ اے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک میں تیری امت کے معاملہ
 میں تجھے ہرگز رسوا نہ کروں گا۔ اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار امتی سب
 جنتیوں سے پہلے میری ہمراہی میں جنت میں داخل ہوں گے اُن میں سے ہر ہزار
 کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جن سے حساب نہ لیا جائیگا پھر میرے رب
 نے (اس واقعہ کے بعد کسی دوسرے وقت میں) میری طرف قاصد بھیجا۔ کہ
 اے حبیب! تو دعا کرتیری دعا قبول کی جائے گی اور مانگ تجھے دیا جائے گا
 پھر میں نے اپنے رب کریم کے قاصد سے کہا۔ کیا میرا رب میری مانگی ہوئی چیز
 مجھے دے دیگا۔ تو اس قاصد (فرشتہ) نے عرض کیا کہ حضور اسی لئے تو رب تعالیٰ
 نے قاصد بھیجا ہے۔ کہ آپ جو کچھ اس سے مانگیں آپ کو عطا فرمائے۔

(۴) علامہ حسین بن علی بن اقریاب اپنی کتاب اخبار القرآن میں لکھتے ہیں اللہ
 تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے (حضرت) آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔ اور
 فرشتوں سے اس کا سجدہ کرایا۔ پس اگر تو نہ ہوتا تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا۔ اور
 نہ دنیا کو اور میں نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام کیا جب کہ وہ زمین
 پر تھے۔ اور فراش پر میرا خطاب ہوتا ہے۔ اور میں نے (حضرت) ادریس
 (علیہ السلام) کو بلند جگہ پر اٹھالیا۔ اور تجھے قاب قوسین اودانی کا درجہ دیا۔
 اور میں نے (حضرت) داؤد (علیہ السلام) کو زبور عطا فرمائی۔ پس تحقیق تجھے

قرآن عظیم عطا فرمایا۔ اور اس میں دو سورتیں ہیں کہ ہر ایک ان میں سے دنیا اور آخرت میں سے اچھی ہے۔ کوئی شخص دن رات ان دونوں سورتوں کو وظیفہ نہیں بنائے گا مگر میں اس کے لئے دنیا میں حصہ بخشش کا (اور آخرت میں بہشت کا) دخول جزا دو لگا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے کہا اے میرے سید! اے میرے مولا۔ وہ کونسی سورتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ دو سورتیں سورت بقرہ اور سورت آل عمران ہیں۔ پھر فرمایا اے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جان لے کہ جو شخص آپ کی امت سے رمضان کا مہینہ پاتے پھر دن کو روزے رکھے اور رات کو نوافل پڑھے تو ہیں اس کو پہلی تہائی ماہ رمضان میں اپنی خوشنودی عطا کروں گا۔ اور دوسری تہائی ماہ رمضان میں اپنی بخشش عطا کروں گا اور تیسری تہائی میں دوزخ سے نجات دوں گا۔ اور میں نے (حضرت سلیمان علیہ السلام) کے لئے ہوا اور پرندوں کو مسخر کر دیا۔ پس تیرے لئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنایا۔ اور تیرے لئے بادشاہوں کی گردنوں کو جھکایا اور میں نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) میں روح پھونکی پس تیرا نام اپنے نام سے مشتق کیا حتیٰ کہ میں محمود ہوں اور تیرا نام محمد ہے اور میں کسی مومن کی اذان نہیں قبول کرتا اور نہ کسی دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں سچی کہ وہ اس بات کی گواہی دے کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے عرض کی اے میرے رب! یہ سب کچھ میرے لئے ہے میری امت کے لئے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری امت سے ستر ہزار ایسے شخصوں کو بخش دوں گا جن کے لئے عذاب واجب ہو چکا ہے۔ اور وہ دوزخ کے مستحق ہو چکے ہیں۔ پھر میں نے عرض کی اے میرے رب! کچھ زیادہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیری امت سے اگر کوئی شخص موت سے ایک سال پہلے توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کر لوں گا۔ پھر میں نے عرض کی کچھ اور زیادہ

فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب ان میں سے کوئی شخص موت سے ایک مہینہ پہلے توبہ کریگا اس کی توبہ قبول کر لوں گا پھر میں نے کہا اے میرے رب کچھ اور زیادہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب ان میں سے ایک جمعہ پہلے توبہ کریگا تو اس کی توبہ قبول کر دوں گا میں نے کہا کچھ زیادہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب ان میں سے کوئی شخص موت سے ایک ساعت پہلے توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کر لوں گا۔ میں نے کہا کچھ زیادہ فرمائیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب ان میں سے کوئی شخص غرہ کے وقت توبہ کر لے تو میں اس کی توبہ قبول کر دوں گا میں نے کہا کچھ اور زیادہ فرمائیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جب تک جسم میں روح باقی ہے۔ میں نے کہا کچھ زیادہ فرمائیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تیری امت کے ہر جمعہ کو ایک لاکھ شخص دوزخ سے آزاد کئے ہیں میں نے کہا کچھ اور زیادہ فرمائیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ جب رمضان کا مہینہ ہو اس مہینہ کی ہر رات میں ایک لاکھ آدمی دوزخ سے آزاد کر دیئے ہیں میں نے کہا کچھ اور زیادہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب رمضان شریف کی آخری رات ہوگی اس رات میں اس قدر لوگوں کو دوزخ سے آزاد کر دوں گا جتنے کافروں سے آخر تک سب رمضان میں آزاد کئے ہیں میں نے کہا کچھ اور زیادہ فرمائیے پھر اللہ تعالیٰ نے تین چلو بھرے اور فرمایا لے لو اور لے لو اور لے لو میں نے کہا اس کی کیا تفسیر ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پہلا میرا کرم ہے۔ دوسرا میرا عفو ہے۔ تیسری میری رحمت ہے۔ پھر میں نے کہا میرے رب کچھ اور شکر ہے۔

(ف) اب وہ مسائل بیان کئے جاتے ہیں جن کو تائید یا تنقید روایت مذکورہ سے کسی قسم کا تعلق ہے۔

(الف) ”امت کا مصداق سواد اعظم ہے۔“ مسلمانوں میں جو بڑی جماعت ہے۔ وہ اہل حق ہیں۔ حتیٰ کہ سید زینی دحلان مفتی مکہ مکرمہ ایک رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ”باقی یہ لوگ مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ تاکہ اپنے

اغراض کو پہنچ جائیں۔ اور یہ اس کو موصد کہتے ہیں۔ جو ان کی باتوں کا اتباع کرے۔
 اس لئے محمد بن عبد الوہابؒ کسی نے کہا۔ ارکان اسلام کتنے ہیں ۱۰ اس نے کہا۔
 پانچ تو سلیمان بن وہابؒ کہا (جو اس کا بھائی تھا) اہل علم میں سے تھے اس کے ہر قول
 پر انکار کرتے تھے۔ کہ تو نے چھ (ارکان) کر دیتے۔ کیونکہ تیرے کہنے کے مطابق جو تیری
 اتباع نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔ یہ تیرے نزدیک چھٹا رکن ہے۔ ایک دن ایک شخص نے کہا
 کہ رمضان شریف کی ہر رات کو اللہ تعالیٰ کس قدر بندے آزاد کرتا ہے کہا ایک لاکھ
 اور آخر رات میں اتنے آزاد کرتا ہے جتنے کہ تمام مہینہ میں کئے اس شخص نے کہا تیرے متبعین
 تو اس کا عشر عشر نہیں سو میں سے ایک حصہ بھی نہیں تو وہ کوئے مسلمان ہیں جن کو
 اللہ تعالیٰ آزاد کرتا ہے پس وہ بہوت اور حیران رہ گیا۔ (الدر السنیۃ المفتی زینی حلاں ص ۲۵)
(ب) عزرہ کی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی۔

یاد رکھئے قرآن مجید کی صریح نص سے ثابت ہے کہ عزرہ کی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی
 جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ
 السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ
 اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ط (پ ۲۶) جزیں نیرت
 کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی توبہ قبول کرتے ہیں جو لوگ بے غلبی کی وجہ گناہ کرتے ہیں
 اور پھر موت آنے سے پہلے توبہ کر لیتے ہیں ان لوگوں کی توبہ کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔
 اور اللہ تعالیٰ تابان کی توبہ کو جلنے والے ہیں۔ اور اس کی نجات کا حکم دینے والے ہیں
 حدیث شریف میں ہے۔ ان الله يقبل التوبة عبد مالم يغرغر
 بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ کو اس وقت تک قبول فرماتے ہیں جب تک وہ
 عزرہ کی حالت میں نہیں جاتا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۶۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب

رب العزت سے کلام کا شرف حاصل

التَّحِيَّاتُ لَكَ طَائِفٌ

ہوا۔ تو آپ نے ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ادا کی اَلْحَمْدُ لِلَّهِ وَ الصَّلَوَاتُ

وَالطَّيَّاتُ (تمام عبادات قوی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور تمام عبادات بدنی اور
 تمام عبادات مالی بھی اسی اللہ کے لئے ہیں) پھر حق تعالیٰ کی طرف سے یوں سلام ارشاد ہوا
 السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ
 (اے پیارے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو اور اس کی برکتیں
 نازل ہوں۔) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سوال کا جواب بارگاہِ الہی میں یوں پیش کیا
 السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ (اے خداوند!)
 آپ کا سلام ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر نازل ہو) پھر ایک فرشتہ نے
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم الشان مرتبہ کو دیکھ کر یہ کہا۔ أَشْهَدُ أَنْ
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
 (میں گواہی دیتا ہوں عبادت کے لائق ایک ہی خدا ہے۔ اور گواہی دیتا ہوں بیشک
 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مقدس بندے اور اس کے رسول ہیں) (نہایت شریعہ ہدایہ
 ج ۱ ص ۱۷۶ کبیری شرح منہ ض ۳۲)

(۱) (وَيَقْصِدُ بِالْفَاظِ التَّشْهَدَ مَعَانِيَهَا مَرَادُهُ لَهُ عَلَى وَجْهِ
 الْإِنْشَاءِ كَأَنَّهُ يَحْيِي اللَّهُ تَعَالَى وَسَلَامٌ عَلَى نَبِيِّهِ وَعَلَى
 نَفْسِهِ وَأَوْلِيَائِهِ لَا لَاخْبَارَ عَنْ ذَلِكَ)
 ای لا یقصد الاخبار والحکایة عما وقع فی المعراج
 منه صلی اللہ علیہ وسلم ومن سابعہ سبحانہ ومن
 الملائکة علیہم السلام (شامی ج ۱ ص ۲۷۶) دو قوسوں کے مابین
 درمختار ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تشہد کے الفاظ سے اس کے ان معانی کا قصد
 جو کہ حمد انشائیہ کی صورت میں ارادہ کئے جاتے ہیں گویا کہ نمازی اب اللہ کے دربار میں
 تحفہ پیش کر رہا ہے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھ رہا ہے۔ اور نمازی اپنے
 وجود پر اور اپنے دوستوں پر سلام بھیج رہا ہے۔ اور اے جملہ خبریہ بنا کر نہ پڑھے (اس کے
 بعد اسکی شرح میں لکھا ہے) یعنی جملہ خبریہ کا قصد نہ کرے۔ اور معراج میں حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور فرشتوں کی طرف سے جو تحفہ اور سلام اور گواہی کا واقعہ ہے۔ (نمازی کو چاہئے کہ) اس سے حکایت کا قصد نہ کرے۔
 فيقصد المصلى انشاء هذه الفاظ مرادة له قاصدا منها
 الموضوع له من عند (مرافق الفلاح ص ۵)
 قوله الموضوع بالجهر صفة الفاظ اي الموضوع
 هذه الفاظ لهذه المعنى (طحاوی ص ۱) ان الفاظ سے نمازی
 انشاء کا قصد کرے۔ اور مراد لے اور اپنی طرف سے اس کا معنی موضوع لے، مراد رکھے
 یعنی جس معنی کے لئے یہ الفاظ وضع کئے گئے وہ معانی محفوظ رکھے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نصب العین مومنوں دقرا لعین عابدان است و
 وجميع احوال و اوقات خصوصا در حالت عبادت و آخر انک وجود نورانیت و انکشاف در محل
 بیش تر و اقوی تر است و بعضی عرفا گفته اند کہ ایں خطاب بجمہتہ سرباں حقیقت محمدیہ است
 در سائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ذات مصیباں موجود حاضر است
 پس مصلی را باید کہ ازین معنی آگاہ باشد و ازین شہود غافل نہ بود تا بنوا قرب و اسرار معرفت
 متنور و فاض گردد (اشعة اللمعات ج ۱ ص ۱) حضرت شاہ عبدالحق صاحب مشہد دہلوی
 شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ (تشہد میں جملہ انشایہ کس طرح بنتا ہے) آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم ہمیشہ ایمانداروں کیسے نصب العین ہیں اور عبادت کرنے والوں کے لئے
 آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں اور یہ تمام حالات اور تمام اوقات میں عموماً ہے۔ اور عبادات
 کے درمیان اور اس کے آخر میں خصوصاً ہے۔ کیونکہ اس موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی نورانیت کا وجود اور انکشاف بہت زیادہ اور قوی تر ہے۔ اور بعض عارفوں کا قول ہے
 کہ یہ خطاب حقیقت محمدیہ کو ہے جس نے تمام موجودات اور افراد کائنات میں سرباں کیا
 ہوا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ پس
 نمازی کو چاہئے کہ اس معنی سے آگاہ رہے۔ اور اس مشاہدہ سے غافل نہ رہے۔ تاکہ
 معرفت کے نور اور قرب اور سرور سے نور حاصل کرنے والا اور فیض پانے والا ہو جائے۔

(۴) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

و احضر فی قلبك النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشخصه
الکرم وقل السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته
(اجیاء العلوم ج ۱ ص ۱۵۱) نماز پڑھتے وقت اپنے دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور
آپ کی شخصیت کرمیہ کو حاضر کرو۔ اور کہو اے نبی آپ پر سلام نازل ہو اور اللہ تعالیٰ
کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔

(۵) امام ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدر الدین عینی ارقام پذیر ہیں۔

ویحتمل ان یقال علی طریق اهل العرفان ان المصلین
لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لهم بالدخول
فی حریم الحی الذی لا یموت فقترت اعیینهم بالمناجات
فنبهوا علی ذلک بواسطۃ نبی الرحمة وبرکة متابعتہ
التفتوا فاذا الحبيب فی حرم الحبيب فاقبلوا قائلین السلام
علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته (فتح الباری ج ۲ عمدۃ القاری ج ۲)

اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے۔ جو عارفوں کے طریقہ پر مبنی ہے کہ نمازیوں نے جب
التحیات پڑھ کر عام ملکوت کا دروازہ کھلوانے کو کہا۔ تو ان کو اجازت مل گئی۔ کہ وہ
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں۔ پس جب نمازیوں کی آنکھیں مناجات سے ٹھنڈی
ہو گئیں تو انہیں اقتباہ ہوا کہ یہ سب کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت اور ان کی اتباع
کی برکت سے حاصل ہوا ہے۔ تب انہوں نے التفات کی توجہ کو حبیب کی بارگاہ میں
پایا۔ پھر وہ انکی طرف توجہ کر کے کہنے لگے۔

السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ

(۶) حضرت شیخ اکبر محمدی الدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

انما لم یعط المصلی السلام الذی سلم بہ علی
نفسہ بالواو علی السلام الذی سلم بہ علی نبیہ لانه

لو عطفہ علیہ سلم علی نفسه من جهة النبوة وهو باب
 قد سده الله تعالى كما سد باب الرسالة عن كل
 مخلوق بمحمد صلى الله عليه وسلم الى يوم القيمة و تعین
 بهذا لانه لا مناسبة بیننا وبين رسول الله صلى الله
 عليه وسلم فانه في المرتبة الذي لا يتبغى لنا فابتدعنا
 بالسلام علينا في طور من غير عطف (فتاویٰ مکیہ ج ۲ ص ۳۸)
 نمازی نے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ کے حمد پر اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا کے حمد کو واو کے ساتھ
 عطف نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر عطف کرتا (چونکہ معطوف اور معطوف علیہ
 میں ایک ہی حیثیت مد نظر ہوتی) تو گویا کہ نمازی اپنے وجود پر بھی نبوت کی حیثیت سے
 سلام بھیج رہا ہے حالانکہ نبوت کا دروازہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے حضرت
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اس طرح بند کر دیا جس طرح رسالت کا دروازہ
 بند کر دیا۔ اس لئے یہ بات متعین ہو گئی کہ ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 درمیان کوئی مناسبت نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کا ایسا بڑا مرتبہ ہے جو ہمارے لئے کسی طرح
 زیبا نہیں۔ اس لئے ہم نے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا کو اپنے طور پر بدوں عطف کے
 ابتداء کر دیا۔

(۷) علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں۔

وما قيل ان رده صلى الله عليه وسلم مختص بسلام
 زائر لا مردود لعموم الحديث فدعوى التخصيص تحتاج
 لدليل وبردة ايضاً الخبر الصحيح وما من احد يبرق
 اخيه المؤمن كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه الا عرفه
 وردد عليه السلام فلو اختص رده عليه وسلم بزائريه
 لم يكن له خصوصية بما علمت ان غيره يشاركه في
 ذلك قال ابواليمن ابن عساكر واذ اجاز رده صلى الله

عليه وسلم على من يسلم عليه من الزائرین بقبره جاز
 رده على من يسلم عليه من جميع الافاق من امتہ
 على بعد مسافة (نیم ریاض ج ۳ ص ۵۵)

اور یہ کہنامہ دود ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف اس شخص کو سلام کا جواب
 عنایت فرماتے ہیں جو وہاں زیارت کرنے والا نزدیک کھڑے ہو کر سلام عرض
 کرتا ہے۔ اس قول کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں عموم ہے جو بھی
 مجھے سلام کہے میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں تخصیص کے قائل کو دلیل کی حاجت
 ہے۔ (کہ عموم کو خصوص پر کیوں محمول کیا) اور اس تخصیص کو ایک حدیث بھی رد کرتی ہے
 وہ حدیث یوں ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مومن بھائی کی قبر سے گزرتا ہے کہ اسکو
 دنیا میں پہچانتا تھا۔ اور پھر اس کو سلام کہتا ہے تو وہ مومن اس کو پہچانتا ہے اور
 اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس طرح خاص
 طور پر صرف زائر کو سلام کا جواب مرحمت فرمادیں تو اس میں آپ کی کوئی خصوصیت
 نہیں ہے۔ اس میں تو ہر ایمان والا شریک ہے۔ امام ابوالمہین جو ابن عساکر کے نام
 سے محدث مشہور ہیں فرماتے ہیں کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زائرین کے سلام کا
 جواب دے سکتے ہیں۔ (تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ ہر اس شخص کو بھی سلام کا جواب
 ارشاد فرماتے ہیں جو آپ کی امت سے جہان کے کسی گوشہ میں ہو یا باوجودیکہ وہ
 (سلام کہنے والا) بہت مسافت سے دور کیوں نہ ہو (مگر آپ اس کو سلام کے
 جواب کا شرف بخشے ہیں)

(۸) علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

ويؤيده سماع النبي صلى الله عليه وسلم سلام
 من يسلم عليه من بعيد وقريب مشروعية السلام
 عليه صلى الله عليه وسلم في التشهد في الصلوة بصيغة
 الخطاب اذ يقول المصلي السلام عليك ايها النبي ورحمة

اللہ وبرکاتہ فلولہ یکن صلی اللہ علیہ وسلم حیا یرحم
 سلام جمیع المسلمین ایما کالوا باسماء اللہ له ذلك
 لما کان لهذا الخطاب معنی بل کان صدوراً من المصلین
 أشبه بکلام المجانین منه بکلام العقلاء فانک اذا سمعت
 متکلماً مخاطب انساناً میتاً من عصفور کثیرة اوحیا لکنه
 فی بلاد بعیدة تظن ان ذلك المتکلم قد اختلط عقله حتی
 مخاطب من ذکر خطاب الحاضر معه فاذن لم تشرع
 لنا مخاطبة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوة بهذا
 الخطاب الا وهو یرحمها فی حیاتہ وبعد مماتہ صلی اللہ
 علیہ وسلم حتی ان بعض الاولیاء سمعوا علی سبیل
 الکرامۃ سادة السلام علیہم عند قولہم السلام علیک
 ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ ولا استحالة فی ذلك (شوہد الحق ص ۱۷)
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دور یا نزدیک کوئی شخص سلام کہے تو آپ اس کا سلام
 سنتے ہیں۔ اس مسئلہ کی تائید کے لئے وہ سلام دلیل ہے۔ جو نماز کے اندر شہد میں نازی
 خطاب کے صیغے کہتے ہیں۔ سَلَامٌ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ
 وَبَرَکَاتُہُ پس اگر آپ اس طرح زندہ نہیں کہ تمام مسلمانوں کا سلام اللہ تعالیٰ
 کے سننے سے سن سکیں خواہ وہ سماں جہاں بھی ہوں تو پھر اس خطاب کا کوئی معنی
 اور فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ عقلمندوں کی کلام میں اس طرح نمازیوں کا سلام پڑھنا پاگلوں
 کی باتوں کے مشابہ ہوگا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اگر آپ کسی شخص سے نہیں کہ وہ بہت
 دراز سے ایک مردہ شخص سے باتیں کرتا ہے یا ایک زندہ شخص سے باتیں کرتا ہے لیکن
 وہ زندہ بہت دور کے شہروں میں کسی جگہ رہتا ہے۔ تو آپ کو یقین ہو جائے گا
 کہ ایسی باتیں کرنے والے کا عقل مضبوط ہے کیونکہ یہ مردہ شخص اور دور دراز رہنے
 والے شخص سے اس طرح خطاب کر کے باتیں کر رہا ہے جس طرح کے اس کے ساتھ

موجود نہ ہو۔ پس اس مثال کو مد نظر رکھتے ہوئے نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ خطاب جائز ہو گا۔ مگر اس سے بے از کی ایک صورت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جہات میں اور وفات لے بھی ہمارا سلام سنتے ہیں حتیٰ کہ بعض اولیاء کرام نے کرامت کے طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سلام کا جواب سنا ہے جبکہ انہوں نے السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ کہا۔ اور اس میں کوئی محال لازم نہیں آتا۔

عن عبد الرحمن بن عائش قال
قال رسول الله صلى الله عليه

حَدِيثُ وَضْعِ الْكَفِّ

وسلم رُئِيتُ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَ فِيمَا يَخْتَصِمُ
الْمَلَائِكَةُ أَعْلَى قُلْتُ أَنْتَ تَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيْ
فُوجِدَتِ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَتِلْكَ نُسْرِي أِبْرَاهِيمَ مُلْكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَيَكُونُ مِنَ الْمَوْقِنِينَ (مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۶۹)

عبد الرحمن بن عائش سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں نے اپنے رب تعالیٰ کو اچھی صورت میں دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ فرشتے کس بات میں بحث کرتے ہیں میں نے عرض کیا کہ تو ہی خوب جانتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پھر میرے رب تعالیٰ نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان میں رکھا میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں پستانوں کے درمیان محسوس کی پس جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے میں نے جان لیا۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے مناسب حال آیت تلاوت فرمائی۔ وَكَذَلِكَ إِلَىٰ أُنْحَرَاءٍ ۚ یعنی اس طرح آسمان اور زمینوں کے ملک ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے ہیں تاکہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائیں یاد رہے کہ وضع کف رحمت کا ہاتھ رکھنا، مزید فضل اور غائیہ تخصیص پر دلالت

کرتا ہے۔ اور سردی کا پانا وصول اثر فیض اور حصول علم سے کنایہ ہے۔

(ف) اب یہاں اس مذکورہ حدیث شریف کی شرح تحریر کی جاتی ہے۔

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۶۳) میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اس فیض کے حاصل ہونے کے سبب سے میں نے وہ سب کچھ

جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی۔ ان چیزوں میں سے جو آسمان اور زمین میں ہیں ملائکہ اور اشجار وغیرہا سے اور یہ عبارت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علمی پر دلالت کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر

مفتوح فرمایا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مَا فِي السَّمَوَاتِ اَسْفَلَ مِنْكَ اَنْ سَمِعْتَ

بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ معراج کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے۔

اور اَرْضُ بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ جو ان سے

بھی نیچے ہیں۔ سب کا علم ہو گیا جس طرح کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

بیل اور مچھلی کی خبر دی ہے جو زمین کے نیچے ہیں۔ اس مطلب کو فائدہ دیتا ہے جو

ہم نے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استشہاد کے طور پر

آیت تلاوت فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت

ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور اس کو ان کیلئے

مکشوف فرمایا۔ اس طرح حضور علیہ السلام پر وہ حالات مکشوف فرمائے اور غیوب کے

دروازے کھول دیئے۔

(۲) شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی (راشۃ الممعات ج ۱ ص ۲۶۲)

پر لکھتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ

فَعَلِمْتُ بِمَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

پس میں نے اِنما فیہا لہا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

یہ عبارت تمام علوم بزدنی اور کلی کے حاصل ہونے اور ان کے احاطہ کرنے پر

دلالت کرتی ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حال کے مناسبت آیت

بطور استشہاد تلاوت فرمائی وکذلك الخ یعنی اور اسی طرح ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملک عظیم دکھلایا تاکہ وہ ذات صفات وتوہید کے ساتھ یقین آسمان اور زمین کے ملکوت دیکھنے کے بعد حاصل ہوا جیسا کہ دلیل حاصل کرنے والوں اور سوکھنے والوں اور محبت رکھنے والوں کی حالت ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وصول الی اللہ اور یقین پہلے حاصل ہوا۔ اس کے بعد عالم اور اس کے حقائق کو جان لیا جیسا کہ اس کے مجذوبوں اور محبوبوں اور مظلوموں کی شان ہے۔ اس واسطے حدیث شریف میں ہے۔ مَا رَعَيْتَ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتَ اللَّهَ قَبْلَهُ۔ میرا نے کسی چیز کو نہ دیکھا مگر اس چیز کو دیکھنے سے پہلے میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔

(۲) منقول از الکلمۃ العلیا ص ۱۳) علامہ طیبی اس کی شرح میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان و زمین کے ملک دکھلائے گئے اسی طرح ہی مجھ پر (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر) غیبیوں کے دروازے کھول دئے گئے یہاں تک کہ میں نے جان لیا جو کچھ ان میں (زمین و آسمان میں) ہے۔ ذات اور صفات ظواہر اور بوطن سے جو کچھ غائب ہے۔

دیدار باری تعالیٰ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کیا تم بات پر تعجب کرتے ہو کہ خلعت حضرت ابراہیم علیہ السلام کیسے ہوا اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور دیدار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہو

(۱) عن ابن عباس قال
اتعجبون ان تكون بحلة
لادبراهيم والكلام
لموسى والرؤيا لمحمد
صلى الله عليه وسلم
(مواہب لدنیج ص ۱۳)

(۲) حضرت عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوذر سے کہا کہ کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو آپ سے پوچھتا حضرت ابوذر نے کہا۔ عَنْ اَبِي شَيْخٍ تَسْأَلُهُ كَسْ حَيْزِي بِابْتِـآپِ سَے سَوَال کَرتَا تو عبداللہ بن شقیق نے کہا کہ میں آپ سے پوچھتا کیا آپ نے اپنے کو دیکھا ہے۔ حضرت ابوذر نے کہا کہ میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا رَئِيتُ نُورًا اِیْنِے نے نور دیکھا دِسم شَرِیف ۱ ص ۹۱ (۳) وَمِنْ الْمَحَالِ اَنْ يَدْعُو الْكَرِيمَ كَرِيْمًا اِلَى دَاوِرَا ۶ وَيُضِيفُ حَبِيبًا فِی قَصْرِ ۶ ثُمَّ يَتَسَرَّ عَنْهُ وَ لَا يَرِيهِ وَجْهَهُ (روح البیان ج ۱ ص ۱۵۲) اور یہ بات ناممکن ہے کہ کریم کریم کو دعوت دے کر بلائے اور دوست اپنے دوست کو اپنے محل میں مہمان بنائے پھر اس سے چھپ جائے۔ اور اس کو اپنا چہرہ نہ دکھائے۔

(۴) عجوب است کہ در اں مقام بر بند و در خلوت خاص آرنند و با علی مطلب و اقضی مسالت کہ دیدار است مشرف نہ گردانند (مدارج النبوت ج ۱ ص ۱۴۳) تعجب کی بات ہے کہ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو) اس مقام پر لے جائیں اور خلوت خاص میں لے آئیں اور اعلیٰ مطلب اور عمدہ مسئلہ کہ دیدار ہے۔ اس سے مشرف نہ کریں۔

(۲) صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔

ثُمَّ اِنْ قَالُوا بِالرُّؤْيَا	پھر دیدار باری تعالیٰ کے قائلین
اِخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ مَنْ	اس مسئلہ میں مختلف ہیں۔ بعض کا
قَالَ اِنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ	مذہب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
وَالسَّلَامُ رَاٰهُ رَبًّا	والسلام نے اللہ تعالیٰ کو اپنی
سَبْحَانَهُ بَعِيْنًا ۱	اقدس کی آنکھ مبارک سے دیکھا

(روح المعانی ج ۲، ص ۲۴۲)

ان التراجم عند اکثر العلماء	اکثر علماء کے نزدیک بات راجح
ان رسول الله صلى الله	ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
عليه وسلم رأى ربه بعيني	اپنے رب کو معراج کی رات میں اپنے
راسه ليلة الاسراء	سر اقدس کی دونوں آنکھوں سے دیکھا

دوسری روایات جن سے قلب مبارک سے دیکھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ بھی حضرت ابن عباس سے روایت ہے چنانچہ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ حدیث شریف حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ لم اراه بعيني ولكن ريت بقلبي مرتين وعن ابن عباس قال سئل هل ريت ربك قال رأيته بفؤادي مراد ابن جبریل (براس ص ۲۴)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا لیکن دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے۔ اور حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اس کو اپنے دل سے دیکھا ہے۔ اس حدیث کو ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ ثم ان المراد برؤية الفؤاد رؤية القلب لا مجرد حصول العلم لانه صلى الله عليه وسلم كان عالماً بالله على الدوام بل مراد من اثبت له انه راه بقلبه ان الرؤية التي حصلت له خلقت له في قلبه كما تخلق الرؤية بالعين لغيره والرؤية لا يشترط لها شيء مخصوص عقلاً ولو جرت العادة بمخلقها في العين۔ (مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۳) پھر یہ واضح ہوا کہ رؤیۃ فؤاد سے دل کا دیکھنا مراد ہے۔ نیز کہ صرف علم حاصل ہو گیا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کا علم علی الدوام حاصل ہے۔ جن لوگوں نے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے رویت قلبی ثابت کی ہے ان کی مراد یہ ہے کہ جس طرح کسی آنکھ میں بینائی پیدا کر دی جاتی ہے اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک میں بینائی پیدا کر دی گئی ہے جس سے آپ نے باری تعالیٰ کا کامشاہدہ کیا۔) اور رویت دیکھنے کے لئے عقلاً کسی خاص جزو بدن کا ہونا یا کسی خاص شے کا پایا جانا ضروری نہیں اگرچہ عادتاً بینائی آنکھ میں ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ فرق عادت کے طور پر آنکھ کے علاوہ کسی اور عضو میں بینائی پیدا کر دے۔ تو اس کو ہر طرح کی قدرت ہے۔ تیسری قسم کی روایات جس سے دونوں طرح کی رویت ثابت ہوتی ہے یہ ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ کان یقول ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم مرا طی ربی مرتین مرة ببصرہ ومرة بفؤادہ رواہ الطبرانی روح المعانی ج ۲ ص ۲۶۔ مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۳۷ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ سر مبارک کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ اپنے قلب مبارک کی آنکھ سے اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(۳) اب صوفیائے کرام کا مشرب سنئے جو اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیع وجود سراپا جوئے اللہ تعالیٰ کو مشاہدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں فرائی الحق بالحق بجمیع وجودہ لان فحدہ صابجیحہ عیناً من عیون الحق، فرای الحق بجمیع العیون وسمع خطابه بجمیع الاسماع وعرّف الحق بجمیع القلوب حتی فنیت عیونہ واسماعہ وقلوبہ وارواحہ وعقوله فی الحق (عرائس البیان ج ۲ ص ۵۲) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو فی الحقیقت اپنے تمام وجود سے دیکھا کیونکہ آپ کا وجود تمام تر ہی آنکھ ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کو جسم کی تمام آنکھوں سے دیکھا اور تمام کانوں سے اس کا خطاب سنا۔ اور تمام قلوب سے اس کو پہچانا۔ حتیٰ کہ آپ

کی آنکھیں اور آپ کے کان اور آپ کے قلوب اور آپ کی روئیں اور آپ کے عقول
حق تعالیٰ کی ذات کے سامنے فنا ہو گئے۔

اب اس مقام پر ہرگز مراد آبادی کا کلام ملاحظہ فرمائیے، ج

اے اے اے کہ ز شوق بے نہایت

حق را ہمہ آشکارہ دیدہ،

طے کردہ مراحل و مسازل

تا سدرہ بساعتی رسیدہ

از سدرہ بہ انتہا قوسین

با عظمت خاص رہ بریدہ

اے اے کہ دروں پردہ راز

از خویشتن بہ خویشتن رسیدہ

جناب مولانا نظامی گنجوی صاحب سکندر نامہ فرماتے ہیں

کلایم کہ بے آلہ آمد شنید

لقائے کہ آن دیدنی بود دید

ہمہ دیدہ گشتہ چو نرگس منش

نگشتہ یکے خار پیرا منش

دراں نرگیں حرف کاں باغ داشت

مگر چشم او کحل ما زار داشت

چناں دید گز حضرت ذوالجلال

نہ زان سو جہت بُد نہ زین خیال

پہنچا پس نمازین و دیگر احکام | حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس مقام
پر تین عطیوں سے نوازا گیا پہچاس

نمازین فرض ہوئیں۔ خواتیم سورۃ بقرہ کا نزول ہوا۔ اَمَّا الرَّسُولُ فَاَوْفِرْ سُوْرَةَ

تک) جو شخص آپ کی امت سے شرک کرے اسکی مغفرت کا علم سنایا گیا۔ امام
برہان الدین حلبی لکھتے ہیں۔ ثم قال الله عز وجل يا محمد واین حاجۃ
جبریل فقلت اللهم انک اعلم فقال یا محمد قد احبته فیما
سأل ولكن فیما احبک وصحبک (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۲۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم محویت میں مستغرق تھے۔ کہ بارگاہِ وحدانیت سے
بطور یاد دہانی ارشاد ہوا ہاں میرے پیارے! وہ جبریل (علیہ السلام) کا کیا سوال تھا
جو تم نے ذکر نہیں کیا۔ پھر میں نے (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہا اے میرے خدایا
تحقیق تو بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ یعنی عیاں چہ بیاں پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے
پیارے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اس کی التجا قبول کی ہے۔ لیکن ان لوگوں کے
حق میں جن کو آپ سے محبت ہے۔ اور جو آپ کی اتباع اور پیروی کرے۔
(یہاں صحبہ کا معنی تبع ہے۔)

جن لوگوں کو دیدارِ باری تعالیٰ
کے امکان اور وقوع میں اختلاف

شبہات نفی کے جواب

ہے۔ وہ اس کو محال قرار دیتے ہیں اور جو حدیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے معراج کی رات اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اس کا انکار کرتے ہیں اسلئے
یہاں ان کے شبہات کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے وہ روایت کی نفی ثابت کرتے
ہیں۔ اور ان شبہات کے جواب بھی بیان کئے جاتے ہیں۔

(الف) قرآن مجید کی تین آیات ہیں جن سے بظاہر روایت کی نفی کا شبہ ہوتا
ہے۔ پہلی آیت یہ ہے۔ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ
وَهُوَ اللّٰطِیْفُ الْخَبِیْرُ (پ ع ۱۸) آنکھیں اللہ تعالیٰ کو ادراک نہیں کر
سکتیں۔ اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کر سکتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ باریک
چیزوں کو دیکھنے والا ہے جس کو کوئی نہ دیکھ سکے۔ اور وہ سب چھپی باتوں کی خبر
رکھتا ہے جس کی خبر کوئی نہ رکھ سکے۔ اس آیت سے نفی کا استدلال اس طرح ہے

کہ الف لام استغراق ہے اس بنا پر یوں معنی ہو گا۔ لَا تَدْرِي كَيْفَ بَصُرْتُمْ
 إِلَّا بَصَارًا - اللہ تعالیٰ کوئی آنکھ ہی نہیں ادراک کر سکتی۔ اس استدلال
 کے چند جواب ہیں پہلا جواب یہ ہے۔ کہ الف لام استغراق کا معنی کل موجبہ کلیہ کا
 سور سے۔ اور ابصار قضیہ کا موضوع ہے۔ اور تَدْرِي كَيْفَ قضیہ کا محمول ہے
 یہ مجموعہ مل کر موجبہ کلیہ بنا۔ پھر اس پر لَاحُظ سلب کا داخل ہوا۔ تو قاعدہ ہے
 کہ موجبہ کلیہ کی سلب سے سالبہ جزئیہ بنتا ہے۔ جب سالبہ کلیہ نہ بنا تو مدعی کا مطلب
 ثابت نہ ہو گا کیونکہ سالبہ جزئیہ حکم میں موجبہ جزئیہ کے ہوتا ہے۔ اور اس بات کے
 ہم بھی قائل ہیں۔ لہذا مدعی کا اس سے استدلال درست نہ رہا۔ دوسرا جواب یہ ہے
 کہ ادراک کا معنی مطلق رویت نہیں بلکہ ادراک احاطہ کو کہتے ہیں۔ کہ کسی چیز کو جمیع جواہر
 سے گھیر لینا جیسا کہ مقولہ ہے۔ رَأَيْتُ الرَّهْلَالَ وَمَا أَدْرَكَهُ لِلْغَيْمِ -
 میں نے چاند کو دیکھا لیکن پورا احاطہ کر کے نہ دیکھ سکا۔ کیونکہ بادل تھا۔ تو یہاں
 رویت مثبت ہے۔ اور ادراک معنی احاطہ منفی ہے۔ نہ کہ رویت پر نفی وارد ہوتی
 ورنہ دونوں جملوں میں تناقض ہو جاتا۔ تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہ جملہ فعلیہ ہے۔
 جو تہجد اور حدیث پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے دوام اور استمرار کی نفی ثابت
 نہیں ہوتی۔ یعنی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عموم اور عموم احوال میں نفی ہو جائے
 ”وق“ اگر در حقیقت آیت کے معنی پر غور فرمائیں تو اس سے رویت کا جواز
 ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جب ادراک کا معنی احاطہ ہوا۔ تو آیت کا مطلب یوں ہو گا کہ
 اللہ تعالیٰ کی رویت ہو سکتی ہے۔ مگر علی سبیل الاحاطہ نہیں ہو سکتی کہ وہ حدود اور
 جوانب کے پاک ہے۔ الغرض اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ کے متناہی ہونے اور
 اجسام کے لوازم سے متصف ہونے سے تنزیہ اور تقدس مطلوب ہے اور یہ تنزیہ
 تب ہو سکتی ہے جب رویت کا امکان مانا جائے۔ ورنہ مفہوم مشکل ہو جائیگا
 (یاد رہے کہ یہ تقریر ہر اس سے اخذ کی گئی ہے /
 دوسری آیت یہ ہے۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ

إِلَّا وَحِيًّا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ
بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ (پ ۲۵ ع ۵)

کسی آدمی کے شایان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے بالواجہ کلام کرے۔ مگر وحی کے ذریعہ یا بطریق الہام اس کے دل میں القا ہو جاتے۔ یا اس سے اس وقت کلام کرے گا۔ کہ حجاب کے پیچھے ہو یعنی دریاں حالیکہ وہ آدمی پس پردہ ہو یا اللہ تعالیٰ اس آدمی کی طرف اپنا ایک فرشتہ فرستادہ بنا کر بھیج دے۔ اور وہ ملک مرسل اس مرسل ایہ کو خدا کا پیغام سناتے جتنا کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ صفات و حدود سے برتر ہے اور کلام کرنے میں حکمت کی بات کرنے والا ہے۔ تقریر استدلال اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ کلام کرنے کو تین اقسام میں حصر فرمایا۔ اس سے لازم آتا ہے کہ کلام کرتے وقت رویت کی نفی ہوگی۔ اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس سے مطلقاً رویت کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ جائز ہے کہ رویت ہو اور کلام نہ ہو یعنی آیت سے رویت بوقت کلام کی نفی ثابت ہوتی ہے۔ اور مطلق رویت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ (ف) اگر آپ اس آیت پر غور فرمائیں تو اس آیت سے رویت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اس کی تقریر یوں ہے کہ ان تین وجوہ کے سوا یعنی بالمشافحہ کلام کرنا تو اس کو انسان برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ برتر ہے حتیٰ کہ بشر کے ضعف کی وجہ سے اس کی کلام سننے کی طاقت نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے جس نے اپنے نبیوں سے تین طرح پر کلام کیا ہے۔ جب بالمشافحہ کلام کرنے کی نفی کا سبب ضعف بشری بنا تو رویت کا سبب بھی ضعف بنے گا۔ نہ کہ رویت بالذات محال ہوگی جس طرح مستدل نے بیان کیا ہے۔ (یاد رہے کہ یہ تقریر شرح مسلم شریف سے ماخوذ ہے جس کا نام مکمل الکمال المعظم ہے اور اس کے مصنف کا نام علامہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی حسینی ہے (متوفی ۸۹۸ھ) تیسری آیت یہ ہے قَالَ رَبِّ ارْنِي إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تُرَٰئِي (پ ۶ ع ۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب مجھے اپنا دیدار نصیب فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو میرا دیدار نہیں کر سکتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔

کہ خدا تعالیٰ کا دیدار محال ہے۔ ورنہ لَنْ تَرٰنِیْ نہ کہا جاتا۔ اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ لغت عربی میں حرف لن نفی تاکید کے استعمال ہوتا ہے۔ نفی کے لئے مستعمل نہیں ہوتا۔ بعنوان دیگر یوں سمجھو کہ نفی انکار مضارع کو کہتے ہیں۔

اور مضارع حال یا استقبال کا نام ہے اس اصول کے ماتحت لَنْ تَرٰنِیْ کا معنی یوں ہوگا۔ ہرگز نہ مینی مرا یا ہرگز خواہی دید مرا۔ جس کا اُردو ترجمہ یوں ہوگا۔ زمانہ حال میں مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ یا زمانہ استقبال میں مجھے ہرگز نہ دیکھے گا۔ اور معترض نے جو ترجمہ کیا تھا اس کی فارسی یوں ہوگی۔ ہرگز نہ توانی دید مرا یا ہرگز نتوان خواہی دید مرا۔ ماہر عالم کے سامنے قواعد عربی کے لحاظ سے ہر دو ترجمہ میں فرق واضح ہے شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دیدار کی درخواست کرنا دیدار کے امکان پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ سب نبی (سلام ہو ان پر) عجبت بات نہیں کرتے۔ اور محال کا سوال عجبت ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ دیدار محال نہیں۔ ورنہ اسی درخواست نہ کرتے۔ (یعنی یہ آیت اثبات رویت کی دلیل ہے نفی رویت کی دلیل نہیں۔)

(ب) وہ احادیث جن سے نفی رویت کا استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ وہ دو ہیں پہلی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ من زعم ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم رأى ربہ فقد اعظم الفریة۔ جو شخص یوں کہتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اس نے بہت بڑا افتراء کیا ہے۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ امام موزی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ رویت کا انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے جو شخص یوں کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اس نے بہت بڑا افتراء کیا۔ تو ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سرایت سبئی (میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے) اور ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول پر فوقیت حاصل ہے۔ اس بیان کو علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں نقل کیا ہے۔

دوسری حدیث حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا۔ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ تو آپ نے فرمایا تَوَسَّلْ بِيَّ اِسْرَاۃُ [وہ نور ہے میں اس کو کس طرح دیکھ سکتا ہوں۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے اعراب کئی طور پر لکھے گئے ہیں جن سے روایت کا استدلال ثابت ہوتا ہے وہ طریقہ یہ ہے

(ع) تَوَسَّلْ بِيَّ اِسْرَاۃُ اللّٰهِ تَعَالٰی نور ہے میں نے اس کو دیکھا ہے۔

(ع) تَوَسَّلْ بِيَّ اِسْرَاۃُ اللّٰهِ تَعَالٰی نور ہے اس کی روایت کی کیفیت کس طرح بیان کر سکتا ہوں۔ اِنِّیْ اَرَاۃُ کا ترجمہ کَيْفَ اُبَيِّنُهُ کر لیا جائے تو قواعد عربیہ کے مطابق ہے۔ توجیہات مثبت کو ترک کر کے صرف نفی کی توجیہ کو ترجیح دینا اچھا نہیں۔ عَلَيْكَ بِالْاِنْصَافِ فَاتَّخِذْ اِلَیْهِ اِنْصَافًا آپ کو چاہئے کہ انصاف کریں کہ وہ اچھی صفت ہے۔ علاوہ ازیں قاعدہ ہے جب مثبت اور منفی میں تعارض ہو جلتے۔ تو مثبت کو ترجیح ہوتی ہے۔

(ف) اگر کوئی صاحب ان احادیث پر غور فرمائے تو اس سے امکان روایت کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ نبراس ص ۲۶ پر لکھا ہے اِخْتَلَفَ الصَّحَابَةُ فِيْ اَنْ اَلنَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم هَلْ رَاٰی رَبَّہٗ فِی لَیْلَۃٍ اَمْرَہٗ اَلَا اِخْتِلَافٌ فِی الْوُقُوعِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَلَا مَکَانَ فَاِنْ الرَّوْیَۃُ لَوْ کَانَتْ مَحَالًّا لَا تَفْقَتْ الصَّحَابَةُ عَلٰی عَدَمِ وَقُوعِہَا صَحَابَہٗ کَرَامَہٗ کَا سَمِیْنَ اِخْتِلَافَہٗ۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات اپنے رب کو دیکھا ہے۔ یا نہ؟۔ اور وقوع میں اختلاف کرنا امکان کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر روایت محال ہوتی تو صحابہ کرام کا اس کے عدم وقوع پر اتفاق نہ ہوتا۔

(ج) وہ عقلی استدلال جس سے نفی روایت کا شبہ ہوتا ہے وہ اس طرح ہے کہ ایک

دوسرے کو دیکھنے میں چند شرائط ضروری ہیں مثلاً مرئی مکان میں ہو۔ اور وہاں جہت ہو۔ اور دیکھنے والے کے سامنے ہو۔ ان میں مسافت ہو۔ حتیٰ کہ بہت قرب بھی روقیت کو مانع جیسے بلکیں ہیں۔ اور بہت دور بھی نہ ہو۔ اور باصرہ کی شعاعیں مرئی سے ملی ہوئی ہوں اور یہ سب شرائط باری تعالیٰ کی شان میں محال ہیں۔ لہذا اس کی روقیت ممکن نہ ہے گی اس کے چند جواب ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھتا ہے یہاں تو کا وجود پایا گیا۔ مگر تمہارے شرائط نہ پاتے گئے۔ جو جواب تم دو گے وہی ہمارا جواب ہے اس شبہ کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ عادت الہیہ اسی طرح ہے کہ اسباب مذکورہ متحقق ہونے کے بعد روقیت ہوتی ہے۔ مگر فرق عادت کے طور پر اللہ تعالیٰ کو ہر امر پر قدرت ہے حتیٰ کہ مشائخ نے لکھا ہے کہ ایک اندھا چین میں بیٹھا ہوا دراندیس میں بچہ اڑتے دیکھ سکتا جب کہ اللہ تعالیٰ اس کو دکھاتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے۔ بخاری شریف میں آیا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے اس طرح دیکھے جس طرح اپنے سامنے دیکھتے تھے تو یہاں لائی اور مرئی کے درمیان تقابل کی شرط مفعول ہونے کے باوجود روایت ثابت ہے۔

(ف) روقیت کے ثبوت میں بہت دلائل ہیں۔ ع۔ قرآن مجید میں ہے۔
 وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (پ ۱۶۷)
 قیامت کے دن ایمانداروں کے چہرے اپنے رب کو دیکھ کر تر و تازہ ہوں گے۔
 اگر روقیت محال ہے تو قیامت کے دن ایماندار کیسے دیکھیں گے۔ ع۔ قرآن مجید میں ہے۔
 كَلَّا أَهْلُكُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَّا جَوَّبُون ۝
 خبردار بے شک وہ کافر لوگ اپنے خدا تعالیٰ کے دیدار سے قیامت کے دن پردہ ہونگے یعنی دیدار سے محروم ہوں گے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہو گا۔ دوست اور دشمن میں امتیاز ہو جائے۔ ع۔

گوئی بہشت مہمانی است

بے دیدن میزبان چہ باشد

چوں دشمن و دوست را حجاب است

پس فرق دران میاں چہ باشد

۳ حدیث شریف میں وارد ہے - اِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اور یہ حدیث متواتر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں کا چاند دیکھتے ہو۔

خرقہ معراجیہ حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ خرقہ خوجگانِ چشت کے متعلق ایک دن حضرت شیخ اقدس قدس سرہ نے گفتگو

ہوئی حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شب معراج جناب رب العزت سے ایک خرقہ عنایت ہوا تھا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج سے واپس تشریف لائے تو آپ نے تمام صحابہ کبار کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اس خرقہ کی بابت خداوند تعالیٰ کا حکم ہوا کہ تم میں سے ایک شخص کو دے دوں اب میں ایک سوال کرتا ہوں جو شخص اطمینان بخش جواب دے گا وہی اس کا مستحق ہوگا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابو بکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ابو بکر! اگر میں یہ خرقہ تم کو دے دوں تو تم کیا کرو گے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ صدق و وصفا اور اطاعت خداوندی اختیار کروں گا۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ اگر تم کو یہ خرقہ مل جائے تو کیا کرو گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عدل و انصاف اور مظلوموں کی دادرسی کروں گا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ تم اس خرقہ کو حاصل کر کے کیا کرو گے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ سے ہر کام کروں گا

اور حیا و عفت اور سخاوت اختیار کروں گا پھر حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندگانِ خدا کی پردہ داری اور عیب پوشی کروں گا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ جواب سن کر ارشاد فرمایا کہ مجھ کو یہی حکم تھا کہ جو شخص اس طرح جواب دے جیسا کہ اعلیٰ! تم نے جواب دیا ہے۔ یہ فرقہ اسی کو عنایت کروں پس تم یہ فرقہ لے لو یہ تمہارا حصہ ہے۔

حضرت محبوب الہی صاحب فرماتے ہیں کہ جب شیخ قدس سرہ نے اس قدر واقعہ بیان فرمایا۔ تو آپ بیہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو فرمایا درویشی پردہ پوشی ہے۔ اچونکہ یہ فرقہ شب معراج میں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا تھا اس سبب سے مشائخ میں اس کا نام فرقہ معراجیہ مشہور ہوا ہے کتاب جوامع الحکم میں اس روایت کو اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے شب معراج بہشت میں ایک حجرہ ملاحظہ فرمایا جس پر سونے کا قفل لگا ہوا تھا۔ آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ اس حجرہ کو کھولو تاکہ میں دیکھوں اس میں کیا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ اس حجرہ کے کھولنے کی اجازت خداوند کریم سے حاصل کرنی ضروری ہے حضور علیہ السلام نے دعا کی تو خداوند کریم سے اجازت حاصل ہو گئی۔ تب جبریل علیہ السلام نے دیکھا کہ اس حجرے میں ایک بڑا صندوق رکھا ہوا ہے۔ اور وہ بھی مقفل ہے جبریل علیہ السلام نے حسب حکم اس کو بھی کھولا تو اس کے اندر سے فرقہ مشائخ برآمد ہوا۔ حضور علیہ السلام نے اس فرقہ کو پسند فرمایا۔ اور دعا کی اے باری تعالیٰ یہ فرقہ مجھے عنایت فرماتے باری تعالیٰ نے فرمایا کہ ہزاروں پیغمبروں نے اس فرقہ کیلئے آرزو کی مگر میں یہ فرقہ تم کو عنایت کرتا ہوں حضور علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ فرقہ صرف میرے لئے ہے یا کسی اور کو بھی دے سکتا ہوں۔ باری تعالیٰ کا حکم ہوا۔ ہاں تم اپنے اصحاب کبار سے یہ سوال کرنا جو اس کا جواب درست دے دے۔ اس کو فرقہ مرحمت فرمائیں۔ چنانچہ وہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مرحمت ہوا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ فرقہ خواجہ حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت ہوا۔ پھر حضرت حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ سے مسلسل حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ تک

پہنچا۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنے دست مبارک سے یہ فرقہ حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرمایا۔ حضرت محبوب الہی نے حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مرحمت فرمایا۔ اور ان کے بعد وہ فرقہ ان کی وصیت کے مطابق حضرت کی قبر میں مدفون ہوا۔ **بہشت بہشت کا تعارف** یہ ایک کتاب ہے جس میں حضرت

چشت اہل بہشت کے آٹھ ملفوظات جمع ہیں۔

۱۔ انیس الارواح ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ خواجہ معین الدین اجیری رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ دلیل العارفین ملفوظات خواجہ معین الدین اجیری رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
۳۔ فوائد الساکین ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ بابا صاحب گنج شکر
۴۔ راحت القلوب ملفوظات خواجہ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ خواجہ محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ
۵۔ مفتاح العاشقین ملفوظات خواجہ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ محبوب اللہ
۶۔ فوائد الفوائد ملفوظات خواجہ محبوب الہی نظام الدین بدایونی ثم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ حسن علی بنوری
۷۔ راحت المحبین اس کتاب کے دوسرے حصہ کا نام افضل الفوائد ہے ملفوظات محبوب الہی
نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ، مرتبہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ
۸۔ اسرار الاولیاء ملفوظات خواجہ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ خواجہ بدر الکمال
حالات فرقہ معراجہ راحت القلوب ۷ اور فوائد الفوائد ج ۳ ص ۱۵۹ پر مذکور ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت جبریل علیہ السلام کے پاس بھیجا تاکہ

آپ کو بہشت میں لے جائیں۔ اور جو کچھ ہم نے وہاں آپ کے اور آپ کی امت کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ دکھلائیں تاکہ اس کا دل خوش ہو جائے۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو بہشت کے دروازے پر لے گئے۔ اور وہاں دروازے کا تھا اس دروازے کا طول اور عرض پانچ پانچ سو برس کی راہ تھا۔ اس دروازے میں چار سو مینیں جو کہ یاقوت، زمرد اور موتی مرصع تھیں اس دروازے پر چالیس ہزار کنگرے تھے ہر کنگرے پر

۱۔ مرتبہ خواجہ معین الدین اجیری ۲۔ مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ۳۔ مرتبہ بابا صاحب گنج شکر

مرتبہ خواجہ معین الدین اجیری ۲۔ مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ۳۔ مرتبہ بابا صاحب گنج شکر

ایک فرشتہ مقرر تھا جس کے دونوں ہاتھوں پر دو طبق تھے۔ ایک میں ہشتی لباس اور دوسرے میں نور بھرا ہوا تھا۔ بتایا گیا کہ فرشتے حضرت آدم علیہ السلام سے آٹھ ہزار برس پہلے پیدا ہوئے۔ اور اس مقام پر انتظار میں ٹھہرائے گئے۔ تاکہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کا اس دروازے سے گذر ہو تو یہ ان پر نثار کریں پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھٹکھٹایا رضوان جنت نے الحمد للہ کہہ کر کہا آپ کون ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں جبریل ہوں۔ اور میرے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں رضوان نے الحمد للہ کہہ کر دروازہ کھول دیا آپ نے رضوان جنت کو سلام کہا۔ اس نے سلام کا جواب دے کر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو خوشخبری ہو کہ بہشت کا اکثر حصہ آپ کے اور آپ کی امت کے لیے تیار ہے۔ رضوان کے آٹھ خلیفے تھے جو بہشت کے آٹھوں دروازوں پر مقرر تھے۔ ہر ایک فرشتے کے ماتحت سات لاکھ فرشتے تھے پھر رضوان آپ کے ساتھ ہو گیا۔ جنت الفردوس، جنت عدن، جنات نعیم، جنت المادی، میں باغات بکثرت تھے۔ اور دارالسلام، دارالخلد، دارالقرار، دارالجلال میں مکانات بکثرت تھے۔

مکانات

پھر آپ نے بہشت کے مکانات مشاہدہ فرمائے انکی دیواروں کی اینٹیں سونے اور چاندی کی تھیں اور اس کا گارامشک اور

زعفران سے تھا۔ اس کی سڑکیں اور راستے زمرد، یاقوت اور یور سے بنے ہوئے ہیں (ترمذی شریف ج ۲ ص ۵۷۷ مسند داری ص ۳۷۱) ان کی صفائی ایسی ہے۔ جیسے شیشہ ہو کدھار اور اندر سے یکساں نظر آئے۔ ان کا عرض ستر ہزار برس کی راہ ہے۔ اور بندی ان کی ستر ہزار برس کی راہ تھی۔ کنگرے ان کے موتی سفید تھے اور بعض جواہر کے تھے جو سورج کی طرح اور ان میں بعض چاند کی طرح جگمگاتے تھے (معارف)

نورانی مکان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب معراج کی رات آسمان پر گزرا وہاں نور کا شہر دیکھا جس کی وسعت جہان دنیا سے ہزار گنا زیادہ ہے اس کے

لاکھ دروازے ہیں اور ہر دروازے کے سامنے خدا کی رحمت سے ایک باغ آراستہ ہے۔ اور ہر باغ میں ایک بالا خانہ ہے۔ اور ہر بالا خانہ میں نور کا ایک گھر ہے۔ اور ہر گھر میں نور کے ستر مکان ہیں اور ہر مکان میں نور کا ایک کمرہ ہے۔ اور ہر کمرہ میں نور کی عمارت ہے۔ اور ہر عمارت میں چار سو دروازے ہیں۔ اور ہر دروازے میں دو کوڑے ہیں۔ ایک سونے کا ہے۔ اور دوسرا چاندی کا اور ہر دروازے کے سامنے نور کا ایک تخت ہے۔ اور ہر تخت پر نور کا ایک فرش ہے۔ اور ہر فرش پر ایک خور ہے اگر اسکی انگلی کا پورا ظاہر ہو جائے تو اس کی روشنی سورج اور چاند کو ماند کر دے۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا یہ کن لوگوں کیلئے ہے۔ جواب ملا جو دن رات میرا ذکر کرتے ہیں اور میرے پاس ان کے لئے اور بھی بہت کچھ ہے۔ اور میں بہت دینے والا ہوں۔ (درۃ الناصحین ص ۸۳)

حوریں

فرمایا کہ ہر مکان میں ستر ہزار جڑے تھے اور ہر حجرہ میں سونے اور یاقوت اور موتی تخت نیچھے ہوئے تھے۔ ان پر زلفیت کے سائبان تنے ہوئے تھے اور ان تختوں پر ستر ہزار ریشمی فرش تھے۔ اسپر ایک نہایت خوبصورت خور شتی باس پہنے ہوئے عطر لگاتے ہوئے جواہر سے عڑا ہوتا ج سر پر رکھے ہوئے غرم و خنداں بیٹھی تھی ہر ایک حور کی چالیس ہزار خوشبودار زلفیں تھیں اور ستر ہزار اقسام کے زیورات سے آراستہ اور ان زیوروں کی چھین چھین سے ستر ہزار طرح کی آواز سنائی دیتی تھی۔ وہاں بکثرت نیچھے تھے۔ جن میں حوریں یہ گانا گاتی تھیں۔

نَحْنُ الشَّاهِدَاتُ فَلَا نَمَلُ أَبَدًا	نَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبُوسُ أَبَدًا
ہم خوش ہیں کبھی مغسوم نہ ہوں گی	ہم نعمت میں ہیں کبھی مفلس نہ ہوں گی
نَحْنُ الشَّابَّاتُ وَلَا نَهْرَمُ أَبَدًا	نَحْنُ الْكَاسِيَاتُ فَلَا نَعْرَى أَبَدًا
ہم جوان ہیں کبھی بوڑھی نہ ہوں گی	ہم کپڑے پہنے ہوئے ہیں کبھی برہنہ نہ ہوں گی
نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوتُ أَبَدًا	نَحْنُ الرَّاغِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ أَبَدًا
ہم ہمیشہ ہیں کبھی فنا نہ ہوں گی	ہم راضی ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گی

هُوَ بِنِي مِمَّنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهُ

مبارک ہے اس کو جو ہم سے ہے ہم سے اس کے لئے ہیں

چار نہریں

وروی ان المصطفیٰ رأی
لیلة المعراج قبة من
درة بیضاء لها باب
من ذهب وقفل من
ذهب لو ان الجن والانس
اجتمعوا على تلك القبة
لکانوا کطیر علی راس
جبل فاراد ان یرجع فقیل
لہ لا تدخلہا قال
لانہا مقفولة فقیل
مفتاحہا معہ وهو بسم
اللہ الرحمن الرحیم
فقال بسم اللہ الرحمن
الرحیم فأنفتحت
فراى فیہا اربعة انہار
نہر من ماء غیر اسن
ای غیر متغیر یخرج
من میم بسم اللہ
ونہر من لبن لہ

اور روایت کی گئی ہے کہ حضور علیہ
الصلوة والسلام نے معراج کی رات
سفید موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک قبة
ملاحظہ فرمایا جس کا دروازہ اور
تالاسونے کا تھا۔ وہ قبة اتنا بڑا
تھا کہ اگر تمام جن و انس اس قبة پر
جمع ہو جائیں تو یہ اس طرح ہونگے
جیسا کہ پہاڑ کی چوٹی پر ایک پرندہ
ہو۔ آپ نے وہاں سے لوٹنے کا ارادہ
فرمایا کہا گیا آپ اس قبة کے اندر
کیوں نہیں جاتے واپس کیوں ہو
ہے ہیں۔ آپ نے کہا کہ اس کو
تالار گا ہوا ہے کہا گیا اس کی
چابی آپ کے پاس ہے وہ بسم اللہ
الرحمن الرحیم ہے۔ پھر آپ نے کہا
بسم اللہ الرحمن الرحیم تو فوراً تالار کھل
گیا۔ آپ نے وہاں چار نہروں
کو نکلتے دیکھا۔ ایک نہر تو ستھری
پانی کی کہ بدبودار نہ ہو جو کہ اللہ

یتغیر طعمہ یخرج
من ہاء الجلالة ومنہر
من نحر لذة للشاربین
یخرج من میم الرحمن ومنہر
من عسل مصفی یخرج من
میم الرحمن فقال اللہ تعالیٰ
یا محمد من ذکرى من امتی
ہذہ الاسماء سقیتہ من
ہذہ الانہار
مصبح الظلام ج ۱ ص ۲

کے لفظ کی ہا سے نکلتی تھی اور ایک
منہر شراب کی تھی جس میں پینے والوں
کے لئے لذت جو کہ الرحمن کی میم سے
نکلتی ہے اور ایک منہر صاف اور
ستھری شہد کی ہے جو کہ الرحیم کی میم
سے نکلتی ہے پس اللہ تعالیٰ نے
فرمایا اے میرے پیلے محمد صلی اللہ علیہ
وسلم جو شخص آپ کی امت سے مجھ کو ان
اسماء سے یاد کرتا ہے میں اس کو ان
چار منہروں کے مشروبات پلاؤں گا

باغات

پھر منہروں کے کناروں پر خصوصاً اور دوسرے مقامات پر عموماً
باغات تھے جن میں درخت اتنے بڑے تھے کہ ستر سال
تک تیز رفتار سوار اس کے سایہ کو عبور نہ کر سکے گا۔ ان درختوں کی جڑیں سونے کی
ٹہنیاں یا قوت، تولو اور زبرجد کی تھیں۔ ان کے پتے سندس حریر اور دیبا ج کے
تھے۔ ہر درخت پر ستر انواع کے میوے تھے جس وقت کوئی جنتی اس میوہ کو رغبت
کی نگاہ سے دیکھے تو شاخ جھک کر سامنے آجائے اور اگر میوہ کھانے کی آرزو ہو تو نور
میوہ ٹوٹ کر نورانی طبق میں دھرا ہوا سامنے آجائے جتنا جی چاہے تناول کر کے باقی
ماندہ درست اور سالم ہو کر اڑ کر اپنی جگہ پر چلا جائے۔

پرندے

ان درختوں پر خوشنما پرندے تھے جنت کے ہر نمونے ان میں
موجود تھے۔ ہزار ہا انواع کے آواز سے گاتے ہوئے گزریں
گے جب جنتی کہیں گے کہ اے پرندے! تیری آواز زیادہ دلکش ہے یا صورت؟
تو پرندہ کہے گا ان دونوں سے میرا گوشت زیادہ عمدہ ہے۔ اتنے میں اس پرندہ کا گوشت

بریانی شدہ اس کے سامنے آجائے گا۔ جتنا جی چاہے گا۔ اس سے کھائے گا۔ پھر
باقی ماندہ درست اور سالم پرندہ ہو کر اڑ کر چلا جائے گا۔ (معارج۔ ج ۳ ص ۱۸۶)

محبوب کی رضا

سید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ
الصلوة والسلام نے فرمایا کہ جب میں سب مکانات
اور حواریں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور اس کی نعمتوں کا شکر بجا لایا۔
حق تعالیٰ نے فرمایا۔ اے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی اُمت کے مکانات دیکھ کر
راضی ہو گئے۔ میں نے عرض کیا کہ میں تیرا بندہ ہوں ناخوشی کی کیا مجال ہے اللہ تعالیٰ
نے فرمایا مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے۔ یہ سب نعمتیں میں نے تیرے دوستوں کیسے
پیدا کی ہیں۔ اور تیرے دشمنوں پر حرام کی ہیں۔ اب جا کر دوزخ میں اپنے دشمنوں کو ٹھکانے
ملاحظہ کرو۔ (ریاض الارباب ص ۲۳)

دوزخ کا دروازہ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب میں ہشت

کی نعمتیں دیکھ چکا تو پھر دوزخ کی سختیاں دیکھنے کے لئے میں روانہ ہوا۔ تو حضرت جبریل
علیہ السلام بھی ہمراہ ہو لئے تھے۔ جب دوزخ کے دروازہ پر پہنچے تو اس کا نام باب الامان
تھا کہتے ہیں کہ تمام ملکوتات زمین و آسمان نے اللہ تعالیٰ سے امان طلب کی تو ان
سب کو امان دینے کے لئے یہ دروازہ وجود میں آیا کہتے ہیں کہ یہ دروازہ بحکم خداوندی
اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک کے اشارہ سے کھل گیا۔ تو
دیکھا کہ دروازہ کا فود سے بنا ہوا ہے جس کی وسعت کا اندازہ عرش سے فرش تک پہنچا ہوا ہے۔

مالک خازن نار

ایک ہیبت ناک اور بارعب فرشتہ نظر آیا۔
جس کے آگے سخت مزاج انیس فرشتے کھڑے تھے
جن کے ہاتھوں میں آگ کے گرز تھے۔ ان کی تتھوں سے آگ کے شعلے بھڑکتے تھے
اور یہ سچ کہتے تھے۔ سُبْحَانَ الَّذِي لَا يَجُورُ حضرت جبریل علیہ السلام
نے بتایا کہ یہ مالک خازن نار ہے۔ آپ نے اس کو سلام کیا اس نے سلام کا جواب

دیا۔ اور عظیم کے لئے اٹھا۔ اور خوشخبری سنائی۔ جو کوئی آپ کی اتباع کرے گا۔ اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ اور آپ کے نافرمانوں کے لئے یہ دوزخ تیار ہے پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے استدعا کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسکی سیر کرائیے۔ تب مالک نے عرض کی یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قدموں کے نیچے نظر فرمائیے۔

آپ نے نظر فرمائی تو حجابات دور ہو گئے۔ اور سب کچھ مکشوف ہوا۔ پھر مالک نے ایک فرشتہ کو کہا جس کے تنہوں سے آگنی شعلے نکلتے تھے اور آگ کی چرخیوں پر تھے میں نے دیکھا کہ وہاں اے موحائیل! جو چیز تیرے ہاتھ میں ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا اور دوزخ کا سروپش اٹھایا فرمایا اسے دیکھا تو بہت ہی سیاہ نظر آئی۔ فرشتے نے کہا جب دوزخ کو پہلے بنایا گیا تو سرخ رنگ تھا۔ جب ہزار سال جلانی گئی تو اس کا رنگ سیاہ ہو گیا جیسا کہ اب دکھائی دے رہا ہے۔

عذاب کے اقسام | اس میں بہت اقسام کے عذاب اور انواع کی سزائیں ہیں مثلاً

فرشتے اس قدر کثرت سے تھے کہ انکی گنتی خدا ہی جانتا ہے ہر ایک کے ہاتھ میں لوطی کی مقراض تھی۔ اور وہاں دو کنویں تھے۔ ایک کا نام حب الحزن تھا (غم کا کنواں) اور ایک کا نام طینۃ الجنال تھا (زہریلے کچھڑ کا کنواں) لوگوں کو ایک کنواں سے دوسرے کنواں میں ڈالا جا رہا تھا۔ وہ لوگ فریاد کرتے۔ مگر ان پر کوئی رحم نہ کرتا اس کے بعد آگ کے صندوق نظر آئے جن کو تالے لگے ہوتے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ ان میں بے شمار بچھو اور سانپ ہیں ان میں وہ لوگ بند ہیں جو کہ ظلم اور تکبر کرتے تھے۔ اور سرکش تھے۔ اس کے بعد آگ کے جنگل مثلاً جدہ فرماتے۔ کہ اس میں آگ کے درخت تھے۔ اور وہاں آگ کی چکیاں تھیں۔ جن میں دوزخیوں کو پیسا جا رہا تھا۔

دوزخ کے طبقے

دوزخ کے سات طبقے تھے۔ اور ہر طبقے پر

ایک داروغہ تھا۔ مثلاً ۱۔ جہنم کے طبقے

پر صوحائل داروغہ مقرر ہے ۲۔ سعیر پر طوفائیل ہے۔ ۳۔ صلمہ پر طوفائیل ہے۔ ۴۔

پر طوائیل ہے۔ ۵۔ سقر پر وسطائیل ہے۔ ۶۔ جحیم پر طوفطائیل ہے۔ ۷۔ ہادیہ پر ططائیل

خانون مقرر تھے۔ ان سب میں سخت تر طبقہ ہادیہ ہے۔ جو کہ سب سے نیچے ہے۔

اور اس کو سفل السافلین بھی کہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کے

بعد میں نے مالک سے پوچھا کہ یہ ساتواں طبقہ جس کا نام ہادیہ ہے۔ کن لوگوں

کے لئے ہے۔ اس نے کہا کہ طبقہ فرعون، ہامان، نمرود اور اصحاب ماندہ اور

منافقین کے لئے ہے۔ اس کے بعد چھٹے طبقہ کا حال دریافت کیا تو مالک نے کہا

کہ اس میں وہ لوگ رہتے ہیں جنہوں نے خدا کے ساتھ شرک کیا بعد ازاں پانچویں

طبقہ کی بابت پوچھا تو اس نے کہا کہ اس میں شیطان اور اس کے پیروکار اور

آتش پرست رہتے ہیں۔ پھر چوتھا طبقہ کا قصہ دریافت فرمایا تو اس نے کہا کہ اس میں

یہودی لوگ رہتے ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی پھر

دوسرے طبقہ کی بابت آپ نے پوچھا تو بتایا کہ اس میں وہ نصرانی رہتے ہیں جنہوں نے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی۔

طبقہ جہنم کا حال

اس کے بعد آپ نے اوپر والے طبقہ کے بارے میں

سوال کیا جس کا نام جہنم ہے اور وہاں اگرچہ

دوسرے طبقات کی نسبت عذاب بہت کم تھا لیکن اس میں ستر ہزار دریا آگ کے

رواں تھے۔ اگر ذرہ برابر بھی ان کا شور دنیا میں سنائی دے۔ تو کوئی جاندار زندہ نہ

رہے۔ اور اگر آسمان وزمین کے برابر کوئی چیز اسمیں ڈال دیں تو پھر فرشتہ کو حکم ہو

تو ہزار برس تک اس کو تلاش نہ کر سکے۔ تب مالک نے شرم سے سر کو جھکا لیا اور

آپ کے سوال کا کچھ جواب نہ دیا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم مالک کو شرم حائل ہے۔ کہ عرض نہیں کر سکتا۔ اور کہتا ہے کہ مجھے مٹا

فرمائیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مالک! شرم نہ کرو اور جو حال ہو۔
تفصیل سے بیان کرو۔ شاید آج کوئی بند و بست ہو سکے۔ تب مالک نے رو کر
عرض کیا اے سید دو عالم! اے فخر بنی آدم! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ جگہ آپ کی گنہگار
امت کے لئے ہے آپ ان کو نصیحت فرمائیں کہ ایسے خطرناک طبقہ سے ڈریں
ورنہ قیامت کے دن مجھے عذاب خفیف کرنے کی طاقت نہ ہوگی اور میں
اس دن گنہگاروں پر رحم نہ کروں گا۔ نہ بوڑھوں کے سفید بالوں پر رحمت
کروں گا۔ اور نہ جوانوں کے حالات پر شفقت کروں گا۔

اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

شفاعت کی بشارت

نے مناجات کی اے خداوند!

میری امت کے لوگ نہایت ناتواں ہیں۔ ان عذابوں کو برداشت نہیں کر سکیں گے
اے خداوند! تو غفور الرحیم ہے مجھے ان سب کا پیشوا بنا دیا ہے۔ میری عزت
کی لاج رکھ تب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔ اے میرے حبیب (صلی اللہ
علیہ وسلم) میرے نزدیک تیری عزت بہت ہے۔ قیامت کے دن تیری
شفاعت سے اتنے لوگوں کو بخش دوں گا کہ تو خوش ہو جائے گا (معا ج ۳ ص ۷۰)

بارگاہ الہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

بہشت اور دوزخ کے عجائب اور عزائب مشاہدہ کرنے کے بعد
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا اَنَا اَذِنٌ لِّیْ
اَنْ اَرْجِعَ اِلٰی اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کیا تیری
اجازت ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس واپس چلا جاؤں حضرت جبرائیل علیہ
السلام نے عرض کی۔ ہاں سے یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم القصہ آپ مکرر پھر
بارگاہ الہی میں واپس ہو گئے۔ تو خطاب آیا اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ
وسلم یہ بتلائیے میرے بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کی مصیبتیں دیکھ لی ہیں؟

اپنے کہا ہاں اے خداوند! تیرے بہشت کی نعمتیں بے شمار ہیں اور دوزخ کے شدائد بھی گنتی سے زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب واپس جاؤ اور دنیا میں لوگوں کو بہشت کی رحمت اور دوزخ سے نفرت دلاؤ اور جب آپ کو کوئی غم لاحق ہو تو مجھے یاد کرنا کہ میں تیرے نزدیک ہوں اور مظلوم کی آہ سے پرہیز کرنا کہ اس کی دعا جلد اثر کرتی ہے۔ دین کے مصائب و آلام پر صبر کرنا کہ دنیا بے وفا اور بھٹکا ہے۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ خداوندی آداب بحال اکریہ دُعا پڑھی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَ اَعُوْذُ بِرَحْمَتِكَ مِنْ سَخَطِكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً لَّكَ اَشْنِیْتُ عَلٰی نَفْسِكَ اِس کے بعد آپ نے بارگاہ احدیت سے مراجعت فرمائی۔ راستہ پر عرش مجید نے تہنیت کی رسم ادا کی۔ پھر سدرۃ المنتہی پر حضرت جبریل علیہ السلام ہمراہ ہوئے۔ ملائکہ کرویان کی آفریں اور ۲۷ پرستے ہوتے چھٹے آسمان پر جلوہ گر ہوئے ریسب مضمون مذکورہ بالا بہشت اور دوزخ کا معارج سے ماخوذ کیا ہے۔

از ص ۱۴۹ تا ۱۸۶ ج ۳

پچاس سے پانچ نمازیں

حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب میں

واپس ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گذر ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ہوا میں نے کہا۔ کہ پچاس نمازوں کا دن رات میں حکم ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کی امت سے پچاس نمازیں ہر گز دن رات میں نہ پڑھی جائیں گی۔ خدا کی قسم! میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں۔ اور بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا ہوں۔ اپنے رب کے پاس یعنی اس مقام پر جہاں حکم ہوا تھا، واپس جائے اور امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے ہیں واپس ہو گیا پھر عرض کیا یَا رَبِّ خَفِّفْ اُمَّتِیْ اے میرے رب! میری امت کو تخفیف فرمائیے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا

اور میں نے کہا کہ اب مجھ سے پانچ نمازیں کم کر دی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تیری امت اس کی بھی طاقت نہ رکھ سکے گی۔ آپ اللہ تعالیٰ کے پاس واپس جلیے اور تحقیف کا سوال کیجئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اسی طرح اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، یہ پانچ نمازیں ہیں۔ دن اور رات میں اور ہر نماز دس کے برابر ہے۔ تو پچاس ہی ہو گئیں (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۹) اور روایت میں ہے حق تعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میں نے جس روز آسمان وزمین پیدا کیا تھا۔ آپ پر اور آپ کی امت پچاس نمازیں فرض کی تھیں۔ سو آپ اور آپ کی امت اس کی پابندی کریں اور اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض تھیں۔ مگر ان سے نہ ہو سکتی تھیں۔ اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ پانچ ہیں برابر پچاس کے سو آپ اور آپ کی امت اسکی پابندی کریں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں پہچان گیا کہ اللہ تعالیٰ انکی طرف سے پختہ بات ہو گئی ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے کہا پھر جلیے اور تحقیف کراتے مگر میں پھر نہ گیا۔ (نسائی شریف ج ۱ ص ۲۸) بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ جب کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں تو ارشاد ہوا کہ یہ پانچ ہیں۔ ثواب میں پچاس کے برابر ہیں۔ میرے یہاں بات نہیں بدلی جاتی۔ (یعنی پچاس کا اجر مقدر تھا اس میں تبدیلی اور کمی نہیں ہوتی۔ اور پچاس نمازوں کا بدلنا ہی مقدر تھا۔ اس لیے اس میں تبدیلی نہیں ہوتی) مشکوٰۃ شریف (اور بخاری شریف میں ہے۔ دس دس نمازیں کم کرنے کی روایت سے اور اس کے آخر میں ہے کہ جب ہر روز میں پانچ نمازوں کا حکم رہ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ آپ کی امت کے بعض لوگ ہر دن میں پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکیں گے اور میں آپ کے قبل کے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھگت چکا ہوں۔ آپ پھر اپنے رب کے پاس جلیے۔ اور

اپنی امت کے لئے اور تخفیف مانگیئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی۔ یہاں تک کہ میں شرا گیا۔ گو پھر بھی عرض کرنا ممکن ہے لیکن اب میں راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں کہ جب وہاں سے آگے بڑھا ایک پکارنے والے نے حق تعالیٰ کی طرف سے پکارا۔ میں نے اپنا فرض جاری کر دیا۔ اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۵)

(ف) اور دس دس کم کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ دوبار میں دس دس کی کمی ہوئی۔ لہذا اس روایت کو پانچ پانچ کے کم ہونے کی روایت سے تعارض نہ رہا۔ (مرقاۃ شریف ج ۵ ص ۳۳)

سیرت نگار لکھتے ہیں۔ کہ وہ پچاس نماز جو ابتداء فرض کی گئی اس سے مراد یہی

فہرست پچاس نماز

عبادت ہے۔ جو خاص نیک لوگوں کا دن رات میں وظیفہ ہے۔ تفصیل اس کی ہے سنت فجر، فرض فجر۔ چار رکعت سنت ظہر، اس بنا پر ہر دو گانہ علیحدہ نماز ہے فرض ظہر دو رکعت سنت بعد ظہر۔ دو گانہ نفل بعد ظہر۔ چار سنت غیر متوکیدہ قبل عصر۔ فرض عصر۔ فرض مغرب۔ دو گانہ سنت بعد نماز مغرب۔ دو گانہ نفل بعد نماز مغرب۔ چار رکعت سنت غیر متوکیدہ قبل عشاء۔ فرض عشاء۔ دو گانہ سنت بعد عشاء۔ دو گانہ نفل بعد عشاء۔ چار رکعت عشاء۔ نماز وتر۔ دو گانہ نفل بعد وتر۔ بارہ رکعت یعنی چھ دو گانہ نفل نماز تہجد چار رکعت یعنی دو گانہ نفل نماز شراق۔ بارہ رکعت یعنی تین دو گانہ نفل نماز اوابین جو مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ پانچ دو گانہ نفل نماز تحیۃ الوضوء جو پانچ وقت ہر دفعہ تازہ وضو کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ پانچ دو گانہ نفل نماز تحیۃ المسجد جو پانچوں اوقات مسجد میں داخل ہونے کے بعد نوافل پڑھی جاتی ہیں۔ پانچ دو گانہ نماز نفل جو پانچوں اوقات اقامت اور اذان کے درمیان ہیں۔ اس کو نماز مابین الاقامت والاذان کہتے ہیں۔ صلوٰۃ التبیح۔ نماز استخارہ۔ نماز توبہ۔ نماز حاجت (معارج النبوة ج ۳ ص ۱۹۲)

(ف) یہ پچاس نمازیں ہیں جن میں سے پانچ کی فرضیت بحال ہے اور باقی ماندہ کی فرضیت منسوخ ہے۔ پھر واجب ہو یا سنت مؤکدہ یا سنت غیر مؤکدہ یا نفل ہو عام ہے۔

امام غزالی کا مکالمہ | حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے کہ منقول ہے کہ شب معراج

کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقی ہوئے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار فرمایا کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِي كَاَنْبِيَاءِ بَنِي اِسْرَآئِيْل جو آپ نے کہا ہے کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ حضرت حجتہ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوئے اور سلام باضافہ الفاظ برکاتہ و مغفرتہ وغیرہ عرض کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو۔ آپ (امام غزالی) نے عرض کیا کہ آپ حق تعالیٰ نے صرف اس قدر پوچھا تھا مَا تَلَكْ بِمِثْلِكَ يَمُوسٰى تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طول دیا کہ قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَاَهْشَرُ بِهَا عَلَى غَنِيٍّ وَاِلٰى فِيْهَا مَارِبُ اٰخِرٰى (الایۃ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اَدُبُّ يَا غَزَالِي“ ”ارب کرو اے غزالی (شما تم امدادیہ ص ۱۳) شاہ عبدالعزیز صاحب پر ہاروی تحریر فرماتے ہیں کہ امام قطب الزمان ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ فخر فرما رہے ہیں۔ کہ کیا آپ کی امتوں میں غزالی جیسا کوئی عالم ہے۔ بعض لوگ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا انکار کرتے تھے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں ان کو کوڑے لگائے۔ جب وہ بیدار ہوئے تو کوڑوں کا اثر ان کے جسم پر تھا (نبراس ص ۳۸۸)

فلسفہ فرضیت نماز

معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امت کے لئے نماز جیسی عبادت سکھانے کے لئے اس میں علماء

کرام کئی راز و رموز اور نکات بیان کرتے ہیں۔ کہ نماز ان ارکان مخصوصہ کے ساتھ کیوں فرض کی گئی (۱) علامہ محمد بن اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

انه عليه الصلوة والسلام كان يصلي كل يوم وييله ما يبلغ الى خمسين صلوة وفق ما فرض ليلة المعراج يعني كان يصلي في اليوم والليله من الفرائض والنوافل مائة ركعة

(روح البیان ج ۲ ص ۴۳) دن رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پچاس نمازیں پڑھتے تھے جس طرح کہ معراج کی رات میں نمازوں کی تعداد فرض ہوئی یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دن رات میں فرائض اور نوافل کا مجموعہ سو رکعت نماز پڑھتے تھے

(د) علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مقصد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دن رات کا معمول اللہ تعالیٰ کو پسند آیا۔ جیسا کہ محب کو محبوب کی ادا پیاری لگتی ہے۔ اس لئے آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کر دیں۔ اس سے امت کو سبق حاصل ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو آپ کی ہر ادا پیاری ہے۔ تو ہم کو بھی آپ کے عادات و اطوار پیارے ہوں۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو پیارا سمجھنا بظاہر گرچہ سنت رسول ہے۔ کہ آپ کی اقتدار کی جارہی ہے۔ مگر درحقیقت غور کرو تو خدا تعالیٰ کی سنت ہے

(۲) علامہ عبدالباقی زرقانی اس کی توضیح یوں رقم فرماتے ہیں لما عرج به راعی فی تلك الليلة تعبد الملائكة وانی غالباً منهم القائم فلا يركع ولا يسجد ولا يسجد ولا يسجد ولا يسجد فجمع الله له دلائمه تلك العبادات كلها في كل ركعة يصليها العبد بشرائها من الطهانية والاخلاص (زرقانی شرح مواہب ج ۶ ص ۱۲۲) جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج

ہوتی آپ نے اس رات میں فرشتوں کو عبادت کرتے دیکھا۔ بعض ان میں قائم تھے۔ رکوع نہیں کرتے تھے۔ بعض رکوع میں جھکے ہوئے تھے سجدہ نہیں کرتے تھے۔ بعض سجدہ میں پڑے ہوئے تھے اور وہ قعدہ نہیں کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے ان تمام انواع کی عبادتوں کو ایک رکعت میں یک جا کر دیا تاکہ اطمینان و سکون اور اخلاص کے ساتھ تمام شرائط کو ملحوظ کر کے بندہ کو چاہئے کہ نماز پڑھتا ہے۔

(ف) علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مقصود یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرشتوں کو جب عبادت کرتے دیکھا تو آپ کو یہ عبادت پسند آئی۔ پھر اللہ تعالیٰ کو بھی آپ کی پسندیدہ چیز پسند آئی۔ اس لئے بار الہی سے آپ کو وہ تحفہ عطا ہوا۔ جو آپ کو پسند آیا۔ گویا اس میں محبوب کی رضا ملحوظ تھی جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہے۔ **كُلُّهُمْ يَطْلُبُونَ رِضَائِي وَ اَنَا اَطْلُبُ رِضَاءَكَ يَا مُحَمَّدٌ**۔ تمام میری رضا چاہتے ہیں اور میں اے (پیائے) محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری رضا کا طلب کار ہوں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضاے محمد
بہم وصل باندھے ہیں وصل ابد کا رضاے خدا ہے رضاے محمد

(۳) علامہ معین الدین ہروی یوں رقمطراز ہیں کہ حق سبحانہ نے ارشاد فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نماز میں رکوع، سجود، تشهد، قرأت، تسبیح اور تہلیل مقرر کی ہے۔ تاکہ جتنی عبادتیں آسمان و زمین کی فرشتوں کی ہیں سب اس میں داخل ہو جائیں تاکہ تیری امت کو قیام میں تمام فرشتوں کے قیام کا ثواب مل جلتے۔ اور رکوع میں تمام فرشتوں کے رکوع کا ثواب اور سجود میں تمام فرشتوں کے سجود کا ثواب اور تشهد میں تمام فرشتوں کے تشهد کا ثواب اور قرأت میں تمام فرشتوں کی قرأت کا ثواب اور تسبیح اور تہلیل میں تمام فرشتوں کی تسبیح و تہلیل کا ثواب ہم نے دیا۔ بلکہ اپنے فضل و کرم سے زیادہ درجہ عنایت کریں گے۔ (معارج النبوة ج ۳ ص ۱۹۳)

حصہ - دم نزع جاری ہو میری زبان پر۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم محمد صلی اللہ علیہ وسلم محمد صلی اللہ علیہ وسلم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(ف) اس مضمون مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت پر اس قدر شفقت ہے۔ اور ان کو ایسی عبادت عطا فرمائی کہ جس میں ان کو زیادہ ثواب حاصل ہو سکے۔ اور وہ نماز ہے کہ نمازی ہر ارکان کی ادائیگی میں آسمان کے فرشتوں کی عبادت کا ثواب بھی مل جاتا ہے۔

کلمہ مشورہ کے سرار | حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر موجود ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مشورہ دیتے ہیں کہ آپ

نمازوں میں اور تخفیف کراتے حتیٰ کہ تخفیف ہوتے ہوتے جب پانچ نماز تک یوبت پہنچی تب بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کہتے رہے کہ آپ پھر خدا کے پاس جا کر تخفیف طلب کرو کہ آپ کی امت اس قدر بھی برداشت نہ کر سکے گی۔ اس مشورہ میں کیا اسرار ہیں۔

(۱) وسیطہ میں لائے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ دنیا سے رحلت کرنے سے پہلے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوگی چنانچہ معراج کی رات یہ وعدہ پورا کیا گیا۔ اور اس کی یاد دہانی میں بطور تاکید حکم ہوا کہ آپ اس ملاقات میں شک نہ کریں (کیونکہ سچی حقیقت ہے) اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج میں لے گئے۔ تو آپ نے عروج اور نزول دونوں وقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر دیکھا۔ (تفسیر سینی ج ۲ ص ۱۹۲) اور وہ وعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ (پا ۱۶) تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (تورات) عطا کی جس طرح آپ کو قرآن عطا کیا۔ پھر آپ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے میں شک نہ کریں اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر آماری ہوئی کتاب تورات کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت اور راہ دکھانے والی بنایا ہے

(۱۲) کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر خدا تعالیٰ نے

کلام کیا۔ کلام ربانی کی لذت سے اس کے دیدار کی آرزو کی اور کہا۔
 رَبِّ ارْنِيْ اے میرے رب مجھے اپنا دیدار عطا فرمائیے تاکہ میں آپ کو دیکھ
 سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَنْ تَرَانِيْ اے آپ مجھے نہ دیکھ سکیں گے۔
 (پ ۷ ع ۱) علامہ عبد الرحمن صفوری تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم
 ہوا کہ میرا دیدار ایک یتیم (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا حق ہے
 اس لئے آپ اس دنیا میں دیدار کا سوال نہ کریں۔ ہاں اگر دیدار چاہتے ہو تو اے
 اچھے طریقہ سے دیکھو وہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شب معراج دیکھ
 لینا۔ کیونکہ وہ مجھے دیکھے گا۔ اور آپ اس کو دیکھ لیں۔ اور یوں حکم ہوا۔ کَا
 تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کہ آپ یتیم کے مال
 کے پاس نہ جاتیں۔ مگر کسی اچھے طریقہ سے (مگر یاد رہے اس طور پر آیت کی
 تفسیر کرنا تحریف سے خالی نہیں۔ بلکہ مستقل بالذات یہ عربی عبارت کا ایک
 جملہ تھا۔ جو موسیٰ علیہ السلام کو القا ہوا۔ جو کہ قرآن مجید کی آیت واقع پ ۷ ع ۵
 اور پ ۷ ع ۴ کے مشابہ ہو گیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں۔

ابدى بعض الشيوخ حكمة لاختيار موسى تكري
 تردد النبي صلى الله عليه وسلم فقال لما كان موسى
 قد سأل الرؤية فمنع وعرف انها حصلت لمحمد صلى
 الله عليه وسلم قصد بتكرير رجوعه تكرير رؤيته
 ليزي من رأى كما قيل

ع۔ لعلى اراهم اوارى من اراهم فتح الباری ط ۲۹

بعض بزرگواران نے یہاں کی یہ حکمت ظاہر فرمائی ہے۔ کہ حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ کے پاس بار بار آنے جانے کا مشورہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام یوں دیتے رہے۔ تو ان بعض بزرگوں نے کہا جب

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی درخواست کی اور اس سے منع کئے گئے۔ اور انہوں نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ یہ دیدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بار بار آنے جانے سے ان کا دیدار مطلوب تھا۔ تاکہ اس کو دیکھیں جس نے خدا کو دیکھا ہے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔

ع امید ہے کہ میں ان کو دیکھ لوں گا۔ یا ان کو دیکھ لوں جنہوں نے اس کو دیکھا ہے۔ (ترجمہ از فتح الباری ج ۱ ص ۳۹)

اس بارہ میں حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ کا کلام ملاحظہ فرمائیے۔

ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دسے اک مُور تھیں وح و عدت پھٹیاں جد گھر دیاں

(۱۳) ام سہیل سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے۔

ان موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا اللہ ان
يجعلہ منہم فكان اشفاقاً علیہم کناية من هو منہم
(عمدة القاری ج ۷ ص ۲۷۲ نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۶۱)

کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت بنائے اس لئے ان کو آپ کی اُمت سے محبت تھی۔ اور بار بار آپ سے تخفیف کی درخواست کرتے رہے گویا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت میں سے ہیں۔

چوں بشارت نش نگاہ موسیٰ کرد شدن از امتش تمت کرد

ابو جعفر سخا س رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پچاس نمازوں سے پانچ ہونگا

نسخ اور شفاعت میں فرق

شفاعت پر مبنی ہے۔ اس کو نسخ نہیں کہنا چاہئے۔ کیونکہ عبادت عمل میں لانے سے پہلے نسخ نہیں ہو سکتی اور خصوصاً احکام کا زمین پر نازل ہونے سے پہلے اور مخاطبین کے پاس پہنچنے سے پہلے کوئی بھی نسخ کا قائل نہیں۔ وَ هَذَا اِثْنَا شَفَاعَةٍ

شَفَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مُتَبَهٍ -

اور یہ شفاعت ہے جو شفاعت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اس کو نسخ کہا جائے گا۔ کیونکہ آپ پر تبلیغ واجب تھی۔ کہ پچاس نماز کا حکم امت کو سنا دیں تو آپ تبلیغ کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اور امت سے کوئی حکم منسوخ نہیں ہوا۔ کیونکہ جب تک مامور تک حکم نہ پہنچے اس کو نسخ نہیں کہا جاسکتا۔ اور شفاعت نسخ کا سبب تھی۔ اس لئے اس مسئلہ کو شفاعت سے مناسبت نہیں ہے (عمدة القاری ج ۷)

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

معراج سے ایسی

قَالَ جَعْفَرُ الصَّادِقُ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ النَّجْمُ هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ يَهْوِي

نَزُولَهُ مِنَ السَّمَاءِ لَيْلَةَ الْمَعْرَاجِ وَجُوزَ عَلَى هَذَا أَنْ يَرَادَ

بِهَوِيهِ صُعُودُهُ وَعَرُوجُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِلَى

مَنْطَقِ الْإِيمَنِ - حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نجم سے حضور علیہ

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مراد ہیں۔ اور ہوا سے مراد معراج سے اترنا ہے۔ اور اس سے یہ

بھی جائز ہے۔ کہ ہوا سے اڑ معراج پر جانا ملحوظ ہو اور آپ کا اوپر چڑھنا اور مکان

تک معراج کرنا مراد ہے۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۲۸) اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے معراج پر آنے جانے کی قسم اٹھائی ہے۔ امام دبیری لکھتے ہیں کہ روایت ہے کہ معراج

براق پر ہوا۔ اور نزول بغیر براق کے ہوا۔ اس لئے کہ عروج میں آپ کا براق پر سوار

ہو کر جانا ایک شان ظاہر کرنے کے لئے تھا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے

سامنے سواری کی کیا ضرورت تھی اور بعض نے کہا ہے کہ نزول بھی براق پر ہوا۔ گرچہ حدیث

شریف میں اس کا تذکرہ نہیں ہے جس طرح قرآن مجید ہے وَجَعَلَ لَكُم

سَرَ أَوِيلَ تَقِيكُمْ الْحَرَّ (پ ۷ ع ۱۷) اور تمہارے لئے کرتے بنائے جو تم کو

گرمی اور سردی سے بچاتے ہیں یہاں نص میں گرمی کا ذکر ہے۔ اور سردی کا ذکر نہیں

مگر معنی میں مراد ہے۔ اس طرح یہاں حدیث شریف میں براق پر سوار ہو کر جانے کا

بیان ہے۔ اور واپسی میں براق پر سوار ہو کر آنا گو عنوان میں محفوظ نہیں۔ مگر معنوں میں محفوظ ہے (حیوۃ الیوم ج ۲ ص ۳۰۹)

جابلقا اور جابلسا

روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور

علیہ السلام کو یا جوج اور ما جوج کے پاس لے گئے

آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔ اور سب جہنم کا ایندھن بن گئے۔ اس کے بعد ایک شہر میں گزرے جو دنیا کے مشرق میں واقع ہے۔ سریانی زبان میں

اس کا نام برقیسا ہے۔ اور عبرانی میں جابلقا ہے۔ اور پھر ایک شہر سے گزرے جو مغرب

میں ہے اس کا نام سریانی زبان میں برجیسا ہے۔ اور عبرانی زبان میں جابلسا ہے آپ نے

ان کو اسلام کی دعوت دی اور انہوں نے اسلام قبول کیا اس کے بعد تین فرقوں پر گزر

ہوا۔ ایک کا نام منسک، دوسرے کا نام تادیل تیسرے کا نام تادیس ہے۔ ان کو آپ نے

اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے اسلام قبول نہ کیا (معارج - ج ۳ ص ۱۹۵) ۷

سخن کنز بہر دین گوئی چہ عبرانی چہ سریانی

مکان کنز بہر حق جوئی چہ جا بلقا چہ جابلسا

زمین پر ہبوط

(۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب آسمان دنیا پر

واپس آیا تو رات ذرہ بھر کم نہ ہوتی تھی میں نے تعجب

کر کے یہ کہا یہ کیسی اندھیری رات ہے۔ تو میرے لئے نور کا ستون ظاہر ہوا جس سے

دنیا و مافیہا روشن ہو گئی۔ (انبیاء القرآن) نماز گزاروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بانی

پیش از عروج و بعد از ادرحال ست (مدارج النبوة ج ۱ ص ۱۶۲) پھر حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا بیوں کے ساتھ (اسلام ہوا ان پر) نماز پڑھنا معراج سے پہلے اور معراج

کے بعد ہر دو حال میں ثابت ہے۔

(۲) جب آپ کا صحرائے ذی طوی میں گزر ہوا تو آپ نے حضرت جبریل علیہ

السلام سے فرمایا کہ اس نزلے واقعہ کون مانے گا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا آپ فکر نہ کریں

سب پہلے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تصدیق کریں گے۔ (معارج ج ۳ ص ۱۹۷)

(۳) جب آپ اپنی آرام گاہ پر تشریف لائے۔ ان فراشہ لم یبرد

من اشر النور تا ہنوز آپ کی پھونا مبارک نیند کے اثر سے سرد نہ ہوا تھا۔

(روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۱) قد ذهب عليه السلام وجاء ولم يتم

ماء ابريقه النصباً بتحقيق حضور عليه الصلوة والسلام معراج پر گئے اور واپس آئے

حالانکہ آپ کے کوزہ سے جو پانی وضو کے وقت گرا تھا۔ پوری طرح نہ بہہ چکا تھا۔ (روح البیان

ج ۲ ص ۲۴۰) اور زنجیر کی ہنوز ملتی رہی تھی۔ (تواریخ حبیب ص ۲۸)

کلام الہام ملاحظہ فرمائیے۔

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کردڑوں منزل میں جلوہ کر کے

ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آتے تھے

ہر مراد دلی حق سے متی رہی واپس آتے کلی دل کی کھلتی رہی

بسترہ گرم، زنجیر ملتی رہی، یہ عجب معجزہ آج کی رات ہے۔

معجزہ یہ مستد کا تحقیق ہے جس نے تصدیق کی ہے وہ صدیق ہے۔

اور جو منکر ہے، جابل ہے زندیق ہے وہ عدوے خدا آج کی رات ہے

تذکرہ واقعہ معراج | حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ

کہتی ہیں کہ جب آپ کو معراج ہوئی آپ میرے گھر

میں سوتے تھے۔ آپ نے عشاء کی نماز پڑھی اور پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ جب فجر کا وقت

ہوا۔ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار کیا۔ پھر جب آپ صبح کی نماز پڑھ چکے اور

اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی تب آپ نے فرمایا۔ اے ام ہانی! میں نے آپ لوگوں کے

ساتھ آج رات نماز پڑھی جیسا کہ تم نے دیکھا ہے۔ پھر میں بیت المقدس میں پہنچا اور وہاں

نماز پڑھی۔ اس کے بعد اب صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی ہے۔ جیسا کہ تم نے دیکھا ہے

پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ تاکہ باہر تشریف لے جائیں۔ اس وقت میں نے آپ کی

چادر کا گوشہ پکڑ لیا۔ اور کہا یا نبی اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ یہ قصہ لوگوں کو نہ بتائیں

ورنہ آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ کو ایذا دیں گے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

کہ واللہ مجھے خدا کی قسم میں ضرور ان سے بیان کروں گا۔ حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے ایک حبشی لونڈی سے کہا تو آپ کے پیچھے پیچھے چلی جاتا کہ وہ تم باتیں سن سکے جو آپ لوگوں سے کہیں اور لوگ آپ سے کہیں (جواہر الحسان ج ۲ ص ۳۲۹) حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے ہاتھ سے چادر کا گوشہ چھڑا لیا تو آپ کے دل مبارک سے ایک نور کا جلوہ بلند ہوا جس سے میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ اور میں سجدہ میں گر گئی۔ جب میں نے سجدہ سے سر کو اٹھایا تو آپ باہر تشریف لے جا چکے تھے

(سیرت نبویہ از احمد زینی دحلان ج ۱ ص ۲۹۱)

قریش کا استہزاء

امام احمد اور بزار نے اپنے اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوئی اور کہ میں صبح سویرے اٹھا تو خدا کا دشمن ابوجہل میرے پاس سے گذرا پھر کہا اهلُ کان من شئ۔ کوئی نئی بات ہے؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے آج رات بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ ابوجہل نے کہا اشد اُجھتَ باین اظہرنا پھر آج ہی آپ نے ہم میں صبح کی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہاں۔ ابوجہل نے کہا کہ اگر میں آپ کی قوم کو بلاؤں تو آپ ان کو یہی بات بتلائیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں۔ ابوجہل نے پکار کر آواز دی اے کعب بن لوی کی اولاد جلدی دوڑاؤ (راوی کہتا ہے کہ گروہ درگروہ اس آواز پر ٹوٹ پڑے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچ گئے۔ ابوجہل نے کہا جو بات آپ نے مجھے بتائی ہے۔ اپنی قوم کو بتلا دیجئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے ان کو بات بتلائی تو پھر تعجب اور حیران ہو کر کوئی تالیان بجاتا تھا۔ اور کوئی سر پر ہاتھ رکھتا تھا۔ (فتح المہم ج ۱ ص ۳۳۳)

نبیوں کے حلیے

حتیٰ کہ جب کافی لوگ اکٹھے ہو گئے، سب نے کہا آپ ہم کو سارا قصہ پوری طرح سنائیں

جب آپ نے واقعہ سناتے ہوئے یہ فرمایا کہ بیت المقدس میں مجھے نبیوں کی جماعت ملی جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔ تو لوگوں نے کہا اچھا آپ ان کے حلیے بیان فرمائیے۔ تب آپ نے یوں ارشاد فرمایا اَمَّا عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَوْقَ الرَّابِعَةِ دُونَ الطَّوِيلِ عَرِيضُ الصَّدْرِ يَحْلُوهُ حَمْرَةٌ جَاعِدُ الشَّعْرَ كَانَهُ عَرُودَةً بَنَ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيُّ اَمَّا مُوسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَضَخْمُ اَدَمٍ طَوِيلٌ كَثُرَ الشَّعْرُ مَتْرَاكُمُ الْاَلْسَانُ عَابَسَ كَانَهُ مِنْ اَنْزِدَ شَنْوَعَةً اَمَّا اِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَوَاللّٰهِ اِنَّهُ لَا شَبِيهَ النَّاسِ بِي خَلْقًا وَخَلْقًا (روح البیان ج ۲ صفحہ ۴۰) (درمثور ج ۴ صفحہ ۱۲۸)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام درمیانہ قد سے ذرا اونچے اور دراز قامت سے ذرا کم ہیں۔ فرخ سینہ والے ہیں سرخ رنگ ان پر غالب ہے گھنے بالوں والے ہیں گویا کہ عروہ بن مسعود ثقفی ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھاری جسم والے ہیں گندم گوں رنگ، دراز قامت، گھنے بال، تہ بہ تہ دانت اور ماتھے پر بل ریعنے والے ہیں۔ گویا کہ وہ از دشنوعہ سے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پس خدا کی قسم ہے کہ وہ میرے ہم شکل اور ہم خصلت ہیں جب آپ نے یہ حلیے بیان فرمائے تو قریش نے نہ مانا بلکہ شور مچایا اور ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ (روح البیان ج ۲ صفحہ ۴۰ درمثور ج ۴ صفحہ ۱۲۸)

اُخْرِجَ الْحَاكِمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اسْرَىٰ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَىٰ أَصْبَحَ يَحْدُثُ النَّاسُ بِذَلِكَ فَارْتَدَّ نَاسٌ مِنْ أَمْنَوَابِهِ وَصَدَقُوا وَسَعَوْا بِذَلِكَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالُوا هَلْ لَكَ فِي صَاحِبِكَ يَزْعُمُ أَنَّهُ اسْرَىٰ

به الى بيت المقدس وجاء قبل ان يصبح قال او قال كذلك قالوا
نعم قال لمن قال ذلك لقد صدق قالوا اتصدقوه انه ذهب
ليلة الى بيت المقدس وجاء قبل ان يصبح قال نعم الخ لا
صدق به ما هو ابعد من ذلك اصدق به بخبر السماء في
غدوة وروحة فلذلك سمي ابو بكر الصديق (ازالة الخفاء ص ۳۵)

امام حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب مستدرک شریف میں یہ حدیث سند سے
بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا جب
حصور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی آپ صبح صادق بھونکنے کے بعد لوگوں
سے معراج کے واقعات بیان فرمائے تو بعض ایسے لوگ متدہ ہو گئے جو آپ کے ساتھ ایمان
لا چکے تھے اور تصدیق کر چکے تھے۔ وہ حضرت ابو بکر صدیق کی طرف یہ خبر لے کر دوڑنے
ہوئے پہنچے پھر کہنے لگے کیا آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے دوست نے کیا کہا؟
انہوں نے کہا ہے۔ کہ اسے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی اور صبح صادق سے
پہلے مکہ میں واپس آ گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ یوں ہی فرمایا ہے
انہوں نے کہا کہ ہاں یوں ہی کہی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اگر آپ نے
یوں ہی فرمایا ہے۔ تو ضرور بالضرور تحقیق آپ نے سچ فرمایا ہے۔ لوگ کہنے لگے کیا آپ
اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسی بات میں بیت المقدس میں گئے۔ اور پھر
صبح سے پہلے واپس آ گئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس سے زیادہ
بعید از عقل بات کو ماننا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ کے پاس جبریل علیہ السلام صبح اور
شام آسمان سے خبریں لاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کا نام اس لئے اس دن سے ابو بکر صدیق
ہو گیا۔ اس طرح شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا۔

(ف) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سے بھی جسمانی معراج کی حدیث مروی ہے تو جس روایت میں ان سے انکار کی روایت
ہے اس میں تاویل کی جائے یا اس کو روحانی معراج پر محمول کیا جائے۔ اور نہ

تعارض لازم آئے گا۔

۲ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس دلیل کا حاصل یہ ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام آسمان سے زمین پر وحی لاتا ہے اور اس کو میں مانتا ہوں کہ وہ ایک لاہوتی ہے۔ مرکز سے ناسوتی مرکز میں آسکتے ہیں۔ تو میں کیونکر اس بات کو نہ مانوں کہ اس عالم ناسوت سے عالم بالا میں حضور علیہ السلام کا جانا کیونکر محال ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بیت المقدس کا ظہور

فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا کہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے پوچھتے تھے سوا انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کئی باتیں پوچھیں کہ جن کو میں نے (بوجہ ضرورت نہ سمجھے کے) ضبط نہ کیا تھا۔ سو مجھ کو اس قدر کھٹن ہوئی کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے لئے ظاہر کر دیا کہ میں اسکو دیکھتا ہوں اور جو مجھ سے پوچھتے تھے میں انکو بتلاتا جاتا تھا۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۹۶)

(ف) یہاں دو مسئلے بیان کئے جاتے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ جب آصف بن برخیا نے دُعا پڑھی تو کہتے ہیں کہ وہ تخت ہوا میں لایا گیا اور سلیمان علیہ السلام اور تخت کے درمیان دو مہینہ کی راہ تھی (حیوۃ النحویان اردو ج ۱ ص ۱۴۲) اور بعض کہتے ہیں کہ چشم زدن زمین کے اندر چلا گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے زمین پر ظاہر ہو گیا اور وسیط میں بکھا ہے۔ کہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس تخت کو وہاں معدوم کر دیا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس نئے وجود سے موجود کر دیا۔ (تفسیر حسینی ج ۲ ص ۱۴۱)

اور بزرگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار نہیں ہو سکتا کہ تخت کو جہاں تھا وہاں معدوم ہو گیا۔ اور جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام تھے وہاں موجود ہو گیا۔ یہ ولی کی کرامت ہوتی ہے اور نبی کا معجزہ ہوتا ہے (روح البیان ج ۲ ص ۸۹۹) لیکن بیت المقدس بصورت مثالی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

سامنے منکشف ہوا۔ لان المعلوم ان اهل بیت المقدس لم یفقدوا
تلك الساعة من بلدہم کیونکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ بیت المقدس
کو اس وقت جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا۔ لوگوں نے اسے اصلی
مقام میں اپنے شہر ایلیا سے گم نہ پایا (سیرت علیہ ج ۱ ص ۴۹)

”اولیا کرام کی کرامت“ دوسرا مسئلہ یہ ہے بحسب طرح بیت المقدس
کا مکشوف ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہے اسی طرح خانہ کعبہ کا اولیا
کرام کی زیارت کے لئے جانا بھی کرامت ہے جیسا کہ روح البیان ج ۲ ص ۴۶ پر
لکھا ہے۔ ومنہ زیارت الکعبۃ ببعض الاولیا اور بعض اولیا یہ کہتے
زیارت کعبہ بھی اس قسم سے ہے علامہ شامی نے لکھا ہے والانصاف
ما ذکرہ الامام النسفی حین سئل عما یحلی ان الکعبۃ کانت
تزویر واحد من الاولیاء اهل یجوز القول بہ فقال نقصا
للعادة علی سبیل الکرامۃ لاهل الولایۃ جائز عند اهل السنۃ
شامی ج ۲ ص ۸۶) انصاف کی بات وہ ہے جو امام نسفی نے ذکر کی ہے۔ جب
ان سے پوچھا گیا کہ ایسی بات کرنی جائز ہے۔ جیسا کہ حکایت کرتے ہیں کہ کعبہ کئی اولیا
کی زیارت کرنے کو جاتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ خلاف عادت کرامت کے طور پر
احسانت کے نزدیک اولیا کے لئے یہ جائز ہے۔ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ
تحریر فرماتے ہیں الکعبۃ اذا رفعت عن مکانها لزیارۃ اصحاب
الکرامۃ ففی تلك الحالة جائزت الصلوۃ الی ارضها (بحر الرائق ج ۱)
کعبہ شریف جب صاحب کرامت اولیا کی زیارت کے لئے چلا جائے۔ تو
اس حالت میں ہرزین کعبہ مقدسہ کی سمت کو منہ کرنے سے نماز ادا ہو جاتی ہے
چنانچہ اس بار میں دو حکایات پیش کی جاتی ہیں ۴۴ جس روز خواجہ ابراہیم بن ادیم
نے توبہ کی تو جب قدر آپ کے پاس بروئے تھے اپنے اپنے سامنے سب کو آزاد
کیا۔ اور حج کے لئے روانہ ہوئے اور پاپیادہ ہر قدم پر دو گانہ نفل ادا کرتے ہوئے

چودہ سال کے عرصہ میں مکہ معظمہ پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ کعبہ اپنی جگہ پر نہیں آپ کو حیرت ہوئی آواز آئی کہ اے ابراہیم ! صبر کرو کعبہ ایک بڑھیا کی زیارت کیلئے گیا ہوا ہے ابھی آجائے گا۔ جوں ہی خواجہ صاحب نے یہ بات سنی آپ پہلے کی نسبت متحیر ہوئے اور کہا بڑھیا کون ہے؟ چنانچہ اس کے دیکھنے کے لئے آرزو مند ہوئے کہ جا کر دیکھوں تو سہی جو نہی جنگل میں پہنچے حضرت رابعہ بصریہؒ کو دیکھا کہ بیٹھی ہوئی ہیں۔ اور کعبہ اس کے گرد طواف کر رہا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے دل میں غیرت آئی چنانچہ انہوں نے حضرت رابعہ بصریہؒ کو زور سے آواز دی کہ تو نے شور برپا کر رکھا ہے اس نے کہا میں نے شور برپا نہیں کیا بلکہ تو نے کیا ہے چودہ سال کے بعد تو خانہ کعبہ پہنچا اور دیدار نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ تیری خواہش خانہ کعبہ کی زیارت تھی اور میری خواہش کعبہ کے مالک سے تھی۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۵۴) از شیخ فرید الدین عطارؒ

انیس الارواح ص ۱۱) یعنی ملفوظات خواجہ محمد عثمان صاحب ہارونی رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ خواجہ عزیز نواز خواجہ معین الدین چیمیری رحمۃ اللہ علیہ (حصہ کتاب ہشت بہشت)

(۵) ایک مرتبہ حضرت (امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کو زیارت بیت اللہ کا شوق از حد غالب ہوا ایک روز اس بیقراری میں آپ نے دیکھا کہ تمام علم جن و انس نماز پڑھتے ہیں اور حضرت صاحب کی جانب سجدہ کرتے ہیں حضرت صاحب اس معاملہ سے نہایت متحیر ہوئے۔ ۱۔ متوجہ کشف اسرار ہوئے۔ معلوم ہوا کہ کعبہ معظمہ آپ کی ملاقات کیلئے آیا ہے اور آپ کا احاطہ کئے ہوئے اس سبب سے جو کوئی شخص کعبہ کو سجدہ کرتا ہے۔ وہ آپ کی طرف معلوم ہوتا ہے اس اشارہ میں الہم ہوا کہ تو ہمیشہ زیارت کعبہ کا مشتاق رہتا ہے اس واسطے ہم نے کعبہ کو تیری زیارت کے واسطے بھیجا ہے۔ حالات مشائخ نقشبندیہ از مولوی محمد حسن صاحب بجنوری ص ۱۵۵) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ دفتر۔

جلد ۱ مکتوب ۱۔

(۶) دربار عالیہ سرہند شریف میں ایک چار دیواری ہے۔ جہاں سیاہ پتھر

کافر شہ ہے۔ تمام زائرین وہاں جا کر دو گنا نفل ادا کرتے ہیں ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اس جگہ خانہ کعبہ آکر ٹھہراتھا۔ کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کیسے آیا تھا۔ اور اب یہاں اس کے انوار و برکات موجود ہیں جو کہ اصحاب کشف پر منکشف ہوتے ہیں اس وقت تک تین سو سال گزر گئے اور ہزار ہا بزرگوں نے وہاں زیارت کی مگر کسی نے انکار نہ کیا اور نہ ہی کسی کا اعتراض منقول ہے۔ مصنف کتاب ہذا کو بھی اس مقدس مقام کی زیارت اور اس میں نفل پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک :-

قافلوں کے حالات

معراج کی رات قافلوں کے حالات پر مشتمل احادیث کو بہت علماء نے

کہیں طول اور کہیں اختصار کے ساتھ مختلف عبارات میں بیان فرمایا جن کتابوں سے یہ مضمون اخذ کیا جا رہا ہے۔ ان کے نام بمع حوالہ صفحات حسب ذیل ہیں۔ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۳۵۱، تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۴۰۶، سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۲۱، مدارج النبوة ج ۱ ص ۴۲، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۸، معارج النبوة ج ۳ ص ۱۹۹، زرقانی شرح مواہب ج ۱ ص ۱۲۲ اس بارہ میں دو روایات ہیں ایک روایت یہ ہے کہ یہ تین قافلے تھے اور دوسری روایت یہ ہے کہ یہ ایک قافلہ تھا۔ مگر اس کے تین حصے ہو گئے تھے۔ اور وہ دوران سفر میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ اور میرے نزدیک صحیح یہی روایت ہے۔ مواہب میں لکھا ہے کہ آپ آسمان کے حالات نہ پوچھے کیونکہ اس سے وہ ناواقف تھے جب آپ نے بیت المقدس کے نشانات بتائے تو کفار حیران ہو کر کہنے لگے جو کچھ حضور علیہ السلام نے فرمایا سب درست ہے۔ لیکن یہ احتمال ہے کہ آپ نے کسی ایسے شخص سے سن کر یاد کرتے ہوں جو وہاں گیا ہو اور بیت المقدس کے علامات سے باخبر ہو آپ نے فرمایا اس سے واضح ثبوت کو نسا ہے جس سے تمہیں صداقت کا یقین ہو سکے تو کہنے لگے انہیں نہ سنا غیر ناہل لقیث منہا شیئا (سیرت حلبیہ) آپ ہم کو ہمارے قافلے کے

حالات سے مطلع فرمائیے کہ آپ کو ان میں سے کسی کے ساتھ ملاقات ہوتی ہے۔
 (الف) آپ نے فرمایا ہاں (ایک شخص کا نام لے کر ارشاد فرمایا جو راوی کو یاد نہ رہا) فرمایا بنی فلاں کے قافلہ پر مقام روماء میں گزرا۔ ان کا اونٹ گم ہو گیا تھا وہ اسے تلاش کر رہے تھے میں ان کے پالان اور سامان کی طرف آیا۔ وہاں کوئی شخص نہ تھا پانی کا ایک پیالہ وہاں رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے پی لیا اور اور سرپوش دے کر اس ڈھک دیا کہ اس جگہ اس کو ویسے ہی رکھ دیا جیسے کہ رکھا ہوا تھا اور وہ قافلہ بدھ کے دن سورج غروب ہوتے ہی یہاں پہنچ جلتے گا پھر تم لوگ ان سے دریافت کر لینا کہ جب وہ اپنا گم شدہ اونٹ تلاش کر کے اپنے سامان کی طرف واپس ہوئے تو کیا انہوں نے پیالہ کو پانی سے خالی پایا یا نہیں؟ اور ان سے یہ بھی پوچھنا کہ جب تم اونٹ کی تلاش میں سرگرداں تھے اور تم کو کسی نے پکار کر کہا کہ تمہارا اونٹ فلاں جگہ ہے اور تم حیران ہو کر کہنے لگے شام کے ملک میں یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کیسے ہے۔ پھر تم نے اس آواز پر چل کر آنے کے بعد اونٹ پایا یا نہ؟ قریش نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ بہت بڑی نشانی ہے۔

(ب) پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کا نام لے کر فرمایا کہ میں بنی فلاں کے قافلہ پر گزرا (فلاں کی جگہ جس کا نام ہے۔ راوی کو یاد نہیں رہا) مقام ذی مرہ پر دو شخص ایک اونٹ پر سوار تھے۔ ان کا اونٹ براق کی تیز رفتاری کی وجہ سے بھاگا اور کودا وہ دونوں سوار گر گئے۔ ان میں سے فلاں شخص کا ہاتھ کلائی سے ٹوٹ گیا۔ بدھ کے دن ٹھیک دوپہر کو وہ قافلہ یہاں مکہ میں آجائے گا۔ پھر آپ دونوں سے دریافت کر لینا۔ انہوں نے کہا بہت اچھا یہ نشانی بھی ٹھیک ہے۔

(ج) انہوں نے کہا آپ ایک اور قافلہ کے حالات سنائیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اس قافلہ سے مقام تنعیم پر گذرا ہوں انہوں نے کہا کہ اس قافلہ کی پوری ماہیت سے آگاہ فرمائیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ بنی فلاں کا تھا اس قافلہ کے آگے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ چل رہا تھا اس پر

دو دھاری دار بوریاں غلہ کی لدی ہوئی تھیں اور اس پر ایک سیاہ جھٹی سوار ہے اور فلاں شتر سوار کو سردی لگی تو وہ اپنے غلام سے کھیل مانگ رہا تھا اور وہ قافلہ قریب آگیا طلوع شمس کے وقت پہنچ جلتے گا۔ جب آجائیں تو دریافت کر لینا انہوں نے کہا یہ تیسری نشانی بھی خوب اچھی طرح ٹھیک ہے۔

قافلوں کی آمد | ہر قافلہ کے متعلق حضور علیہ السلام نے اوقات مقرر فرمائے ان مقررہ اوقات میں قافلوں کی تاک میں کچھ

رومی بٹھا دے گئے جتنی شریح لف نشر غیر مرتب طور پر کیجاتی ہے یعنی جس قافلہ کا ذکر سابق بیان میں اور تھا۔ وہ آخر میں مذکور ہے۔ اور جو آخر میں بیان ہوا۔ وہ اولاً ذکر کر دیا ہے۔

(ج) طلوع آفتاب پہلے کچھ لوگ کندی پہاڑی پر آ بیٹھے اور قافلہ کی انتظار کرنے لگے اور کچھ لوگ سورج کی انتظار میں مقرر کر دے گئے کہ سورج کب نکلے گا رواں منور دور بود حق تعالیٰ جبریل علیہ السلام را بفرستاد تا ازیں سو فرشتہ آفتاب را نگاہ میداشت و ازاں سوزمین درہم نور دید تا سخن دوست راست گردد (معارج النبوة ج ۳ ص ۱۹۹) قافلہ ابھی دور تھا کہ حق تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا تا کہ ایک طرف سورج کو فرشتہ نگاہ رکھتے (کہ طلوع نہ ہونے دے) اور دوسری طرف سے جبریل علیہ السلام زمین کو پیٹے (تا کہ سورج کا کنارہ زمین سے برآمد ہونے تک قافلہ سفر طے کر سکے) تا کہ دوست کی بات سچی ثابت ہو جائے۔

فانہ قائل یقول ہذا الشمس قد طلعت وقال اخر ہذا لعیو قد اقبلت (کشف ج ۲ ص ۲۵۵) ناگہاں ان میں سے ایک آدمی بولا یہ سورج نکل آیا۔ اور ان کے دوسرے آدمی نے کہا اے یہ لو قافلہ آگیا۔

شترے کہ دو غارہ مخطط براں بود کہ پیش پیش کارواں آمد و بعد ازاں تحقیق آں چند نشانی نمودند چمنان بود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ (معارج النبوة ج ۳ ص ۱۹۹) خاکتری رنگ کا اونٹ جس پر دو دھاری دار بوریاں لدی ہوئی تھیں اس قافلہ

آگے آگے تھا۔ اس کے بعد چند نشانیوں کی تحقیق کی گئی تو اس طرح ہوا جس طرح کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔

(ب) پھر دوپہر کو ایک بہت بڑی جماعت اس پہاڑ پر آئی۔ عین نصف نہار کے وقت قافلہ پہنچ گیا۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا۔ شترایشان رسیدہ بود یکے افتادہ و دستش شکستہ گفتند راست مے گوید در صحرائے برما مثل برق طغ بگذشت (معارج النبوة ج ۳ ص ۱۹۹) ان کا اونٹ جب پہنچا تو جو شخص گرا تھا اس کا ہاتھ کلائی سے ٹوٹا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں کہ جنگل میں بجلی کی طرح آپ ہم پر گزریں (جس سے اونٹ کودا)

(الف) غروب کے وقت تیسرے قافلہ کی تاک میں لوگ بیٹھ گئے آفتاب نزدیک غروب رسید بود کہ ہنوز نیامد پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا کر دو جس کمرہ نگاہ داشتہ شد پس قدم آوردند (معارج النبوة ج ۱ ص ۱۴۱) سورج غروب ہونے کو نزدیک ہو گیا کہ قافلہ ابھی تک نہ پہنچا تھا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی اور سورج روک دیا گیا پھر جب وہ آئے اس وقت سورج غروب ہوا فلما کان ذلک الیوم اشرقت قریش ینظرون وقد ولی النہار ولم تجئ فدعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فزید له فی النہار ساعة وحبس علیہ الشمس - (خصائص البکری ج ۱ ص ۱۸) پھر وہ دن آیا رحبت تیسرا قافلہ آتا تھا قریش سب باہر آکر پہاڑ پر تاک میں بیٹھے تھے کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ اور قافلہ نہ آیا اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی ایک ساعت دن بڑھ گیا۔ اور سورج رُک گیا پھر جب قافلہ پہنچا اس وقت سورج غروب ہوا پھر ان سے برتن کا پوچھا گیا انہوں نے خبر دی کہ ہم نے پیالہ میں پانی رکھ کر اوپر سے ڈھکنا دے دیا تھا جب ہم واپس آئے تو ڈھکنا سے بند تھا مگر پانی نہ پایا۔ پھر ان لوگوں نے بتایا۔ جن کا اونٹ بھاگ گیا تھا کہ ہم نے وادی میں ایک آواز سنی جو اونٹ کی طرف ہم کو بلا رہا تھا۔ چنانچہ ہم نے اس کے اشارہ سے

اونٹ کو پایا۔

پھر وہ کہنے لگے کہ ولید سچ کہتا تھا کہ (معاذ اللہ) آپ جادوگر ہیں

۵ ہزار معجزہ گر پیش منکرے آرمی

چو جاہل است بسحرش کند منسوب

نزد بے بھراں خواب مے نماید زشت

پیش معتقدان زشت مے نماید خواب

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَا جَعَلْنَا التَّوْبَةَ بِآلِ بْنِ

الْاَفْتَنَةِ النَّاسِ رِطَۃً ۱۶۷ اور وہ دکھلاوا جو ہم نے آپ کو دکھلایا سو اسکو

ہم نے لوگوں کیلئے آزمائش بنایا جس سے لوگوں کا امتحان ہو گیا۔ حتیٰ کہ پختہ لوگوں

سن کر مان لیا اور غام لوگوں نے انکار کر دیا۔ عرب میں پانی کی اباحت، اب

یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کا پانی بلا اجازت

کیوں استعمال فرمایا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وشراب المیاء للغیر جائز

لانہ کان عند الرب کاللبین من ارباب کل مخرج من انباء

السبیل (روح البیان ج ۲ ص ۴۶) اور دوسرے شخص کیلئے پانی کا پینا عرب کے

راج میں جائز تھا۔ جیسا کہ دودھ کو پینا ہر اس مسافر کو مباح تھا جو راہ گزر

چلتا تھا۔

مہودی کا مسلمان ہونا | روایت ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

مراج سے واپس تشریف لاتے اسی دن

آپ گھر سے باہر گئے۔ تو ایک کنیز کو دیکھا تو آٹے کی مشیکزہ کندھوں پر اٹھاتے

ہوئے روتی تھی۔ اور چلتی تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے رونے کا سبب

پوچھا تو اس نے کہا کہ میں یہودی کی کنیز ہوں مجھے اس نے چلی پر بھیجا تھا کہ دانے

پسلاؤں میں بیمار ہوں مجھے دیر ہو گئی اب ڈر لگتا ہے کہ وہ مالک مجھ پر ناراض

ہوگا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آٹے کا مشیکزہ اپنے دوش مقدس پر اٹھایا

اور اس کینز کو ہمراہ لے کر یہودی کے دروازہ پر پہنچے وہاں دروازہ کھٹکھٹایا یہودی کھڑے
 دروازہ پر آیا۔ عرض کیا آپ آج کس طرح یہاں تشریف لائے حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے کینز کی تکلیف کا قصہ سناتے ہوئے سفارش کی تب وہ یہودی کہنے لگا
 کہ آج رات آپ کو معراج ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تجھے کس طرح پتہ چلا
 ہے۔ چنانچہ وہ یہودی چلا گیا تمام قبیلے کو اکٹھا کر کے ہمراہ لایا اور تورات میں سب کو پڑھ
 کر سنایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی نشانی یہ ہے کہ صبح کو وہ ایک
 کینز کی مشکیزہ اٹھا کر یہودی کے پاس سفارش کرے گا۔ جب یہودیوں کو یقین ہوا تو سب
 ایمان لائے اور یوں کہا۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
 عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
 (معارج النبوة ج ۲ ص ۲۱۲)

حضرت مولانا فیض احمد صاحب فیض ارقام پذیر ہیں۔

اگئی ہے ساقی طیبہ کی باری واہ واہ
 اٹھ گئی قصر دنی سے پردہ داری واہ واہ
 یوں تو حاصل ہر نبی کو تیرے معراج ہے

پر تیرے معراج کی ہے شان پیاری واہ واہ
 اَرِنِیٰ کہتے بھی ہیں پر لسن تو انی ہے جواب

اَدُن مَنِّیٰ کہہ دیا خود ذات باری واہ واہ
 حکم ہوتا ہے کہ جوڑے کو تار دے کلیم

تیرے جوڑے کے تے کو بن ساری واہ واہ
 فرش سے تا عرش بلکہ عرش سے بھی مادری

کیا کہوں پہنچی کہاں تیری سواری واہ واہ

امتی ہونے کا جن کے انبیاء کو شوق ہے
شوکت ان کی واہ واہ قسمت ہماری واہ واہ
ہو بھلا محروم کیسے ان کا سائل خیر سے
دونوں عالم میں ہے جنکا فیض ہماری واہ واہ

خاتمہ

عرشی مہمان صلی اللہ علیہ وسلم کی شان احاطہ بیان سے
باہر ہے اور قوت ذہنیہ و بیانیہ اس پر محیط ہونے سے
قاصر بنا بریں اب تحریر ختم کرتا ہوں
دامان نگاہ تنگ دگل حسن تو بسیار
گل چین بہار تو زرد دامن گلہ دارد

فَمَعْلُومٌ مَا فِيهِ مِنَ التَّصَانِيفِ الْمُبْسُوطَةِ الَّتِي لَوْ جُمِعَتْ
وَنُخْصِرَتْ لَكَانَتْ عِدَّةَ أَصْفَارٍ كُتُبًا (زمرہ فی شرح موطا ج ۲ ص ۱۲۱)
یہ محض چیدہ چیدہ واقعات تحریر کئے ورنہ واضح بات ہے کہ سیرت مقدسہ کی
بڑی کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو یکجا جمع کیا جاتے تو بہت بھاری
کتابوں کا ایک دفتر تیار ہو جاتے گا

پایاں آمد ایں دفتر حکایت ہم چناں باقی
بصد دفتر نمے بخت حدیث در دشتا قی

و انحرده عوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام
على سيد المرسلين وعلى اله واصحابه اجمعين

از تسویدیم فیض محمد قاری

ایں کتاب درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج در سجد مدرسہ قادریہ گجرات نزد بھکر ضلع میانوالی
مورخہ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ مطابق ۹ اپریل ۱۹۴۸ء بوقت دہ ساعت بروز
جمعۃ المبارک اختتام پذیرفت

دعائے بدرگاہ قاضی الحاجات تبارک و تعالیٰ از مصنف کتاب

اے خدائے پاک و خالق کائنات	اے مقدس ذات تو با والا صفت
اے العظیمین شاہ شہان	اے مکون جملہ عالم از نہان
جو دہم موجود شد از نام تو	ہر کسے ممنون با نعم تو
موج کجراں را تو اضع خاک را	زیب کو بکھا شدند افلاک را
نور شمش و قمر را تا زگی کلزار را	درجہ محبوب بخشی احمد مختار را
حال مسکین را تو میدانی و مندوں	زراں کہ تو دانائے رزاندوں
ایں چہیں رسمے است دیوس جہاں	ہدیہ آرد گدا نزد شہاں
ہدیہ نامد خوب و زیبا در نظر	جز ثنائے سید جن و بشر
ہدیہ آوردم بدرگاہت بریں	ہم چوں ہد ہند ز دشاں شہین

نحۃ از فیضے فدوی کن قبول
ہدیۃ احوال معراج رسول

(صلی اللہ علیہ وسلم)

نظم بہ صنعت شیخ از مونا سید اکرم صاحب در پرہیز حاصل

- (د) دیار علم و سرفاں درۃ التاج
(س) رجوع حق عیاں بہر ملاقات
(ہ) ہدایت ابتداء اس کی سراسر
(ا) افادات عجب فیض محمد
(ل) لکھوں تعریف کیا اس سے زیادہ
(د) تمام الفاظ تابندہ گہر ہیں
(ا) انیس علم روشن تر ہے قندیل
(ج) جہان علم میں ہے دھوم اس کی
- نرالا جس میں دیکھا باب معراج
بر برہان و دلائل قول اثبات
سعادت انتہا اس کی سراسر
فیوضات عجب فیض محمد
ہے کنز فیض و کنج استفادہ
کہ حیران دیکھ کر اہل نظر ہیں
بیان حق کی ہے سب میں تمثیل
حقیقت سب کو ہے معلوم اس کی

مفید دین ہے صاحب پر یہ حد
یہ تصنیف ۱۳۶۶ عجب فیض محمد

منظور کردہ جناب ڈاکٹر میٹر
جناب ڈاکٹر میٹر صاحب محکمہ تعلیم پشاور ریجن برائے لاہوری
سکول کالج بکوالہ چھی ۱۶۹ء ۲۱۵ بی۔ بی۔ سی پشاور مورخہ ۳ مارچ ۱۹۲۰ء

فہرست ماخذ کتاب درۃ التاج فی مسئلۃ المعراج

موضوع	نام ماخذ	موضوع	نام ماخذ
حدیث	ترمذی شریف	تفسیر	روح المعانی
"	نسائی شریف	"	روح البیان
"	ابن ماجہ شریف	"	تفسیر القرآن
"	مشکوٰۃ شریف	"	عرائس البیان
"	مسند دارمی	"	جواہر الحسان
"	عمدة القاری	"	اخبار القرآن
"	فتح الباری	"	تفسیر کبیر
"	مسند امام احمد	"	تفسیر ابن جریر
"	کنز العمال	"	تفسیر ابن کثیر
"	ما ثبت بالسنة	"	تفسیر سراج منیر
"	نودی شرح مسلم	"	در منشور
"	مکمل الاکمال شرح مسلم	"	تفسیر خازن
"	فتح الملہم	"	تفسیر نفع المنان
"	مرقات المفاتیح	"	تفسیر حلالین
"	اشعة اللہیات	"	تفسیر حسینی
اصول	شرح مخبئة الفکر	حدیث	بخاری شریف
سیرت	خصائص الکبریٰ	"	مسلم شریف
"	مدارج النبوة		ابوداؤد شریف

نام مأخذ	موضوع	نام مأخذ	موضوع
معارض النبوة تواریخ حبیب الہ	سیرت	بحر الرائق	فقہ
شفار شریف	"	مراقی الفلاح	"
نسیم الریاض شرح شفاء	"	طحطاوی شرح مراقی	"
مزیل الحفا عن الفاظ الشفاء	"	حیوۃ الحيوان	تاریخ
الروض الالف شرح شفاء	"	بدائع الزهور	"
شرح شفاء از ملا علی قاری	"	قصص الانبیاء	"
مواجب لدنسیہ	"	مکاتیب اقبال	"
ذرقانی شرح مواہب	"	نبراس شرح عقائد	عقائد
سیرت حلبیہ	"	الیواقیت والجواهر	"
سیرت نبویہ دحلان	"	عزائب الرغائب	"
ریاض الازہار	"	رہبر راہ حق	"
شرح قصیدہ بردہ	"	الہدایہ المبارکہ	"
طیب الوردہ	"	ازالۃ الحفا	"
فوائد المکیہ فی المادۃ الغیب	"	فتوحات مکیہ	تصوف
جواہر البحار	"	بریقہ محمدیہ	"
شواہد الحق	"	وسیلہ احمدیہ	"
نشر الطیب	"	ابریز شریف	"
بہایہ شرح ہدایہ	فقہ	ملفوظات طیبہ	"
بکیری شرح سید	"	منہج المسلمۃ	"
شامی	"	احیاء العلوم	"

نام ماخذ	موضوع	نام ماخذ	موضوع
گلزارِ جبالہ	تصوف	حضرت شاہ حمزہ صاحب ر	نظمیں
بشت بہشت	"	قبلہ عالم گولڑوی ر	"
شماٹم اندایہ	"	حضرت شیخ سعدی ر	"
درۃ الناصحین	وعظ	یونس فرخ آبادی ر	"
مصباح الظلام	"	صابر جالندھری ر	"
واعظ بے نظیر	"	علامہ اقبال صاحب ر	"
حضرت حسان رضی اللہ عنہ	نظمیں	بیان میر کھٹی ر	"
مولانا روم صاحب ر	"	جگر مراد آبادی ر	"
مولانا عطار صاحب ر	"	محسن کاکوروی ر	"
ابوالطیب متبنی	"	شاد عظیم آبادی ر	"
علامہ جامی صاحب ر	"	مولانا بلگرامی ر	"
جناب اعلیٰ حضرت امام احمد بریلوی رضای	"	منشی حسن صاحب دہلوی ر	"
حضرت امیر خسرو صاحب	"	جناب اکبر وارثی ر	"
حضرت مرزا جانِ جاناں ر	"	"	"

مطالع المسترشح دلائل الخیر

شرح: امام علامہ محمد مہدی بن احمد فاسی رحمۃ اللہ علیہ © ترجمہ: شیخ الحدیث حضرت محمد عبدالحکیم قادری علامہ تہجد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیے جانے والے درودوں کا دنیا بھر میں مقبول ترین مجموعہ دلائل الخیرات ہے، لاکھوں اہل محبت اس کا ورد کرتے ہیں۔ حضرت علامہ محمد مہدی فاسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بے مثال شرح عربی میں لکھی، جس کا اردو ترجمہ پہلی بار ہدیۃ فاترین نے کیا جا رہا ہے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات و خصائص کے موضوع پر امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی خصائص کبریٰ کے بعد لکھی جانے والی شہر آفاق کتاب

مَحَبَّتُ اللَّهِ عَلَى الْعَالَمِينَ

فِي

مُعْجَزَاتِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ

م

تصنیف: امام علامہ یوسف بن اسماعیل نبجانی رحمۃ اللہ علیہ © علامہ پروفیسر اعجاز احمد ججو ترجمہ: علامہ تہجد

نوریہ ضویہ پبلی کیشنز © گنج بخش روڈ۔ لاہور ۷۳۱۳۸۸۵ فون: ۱